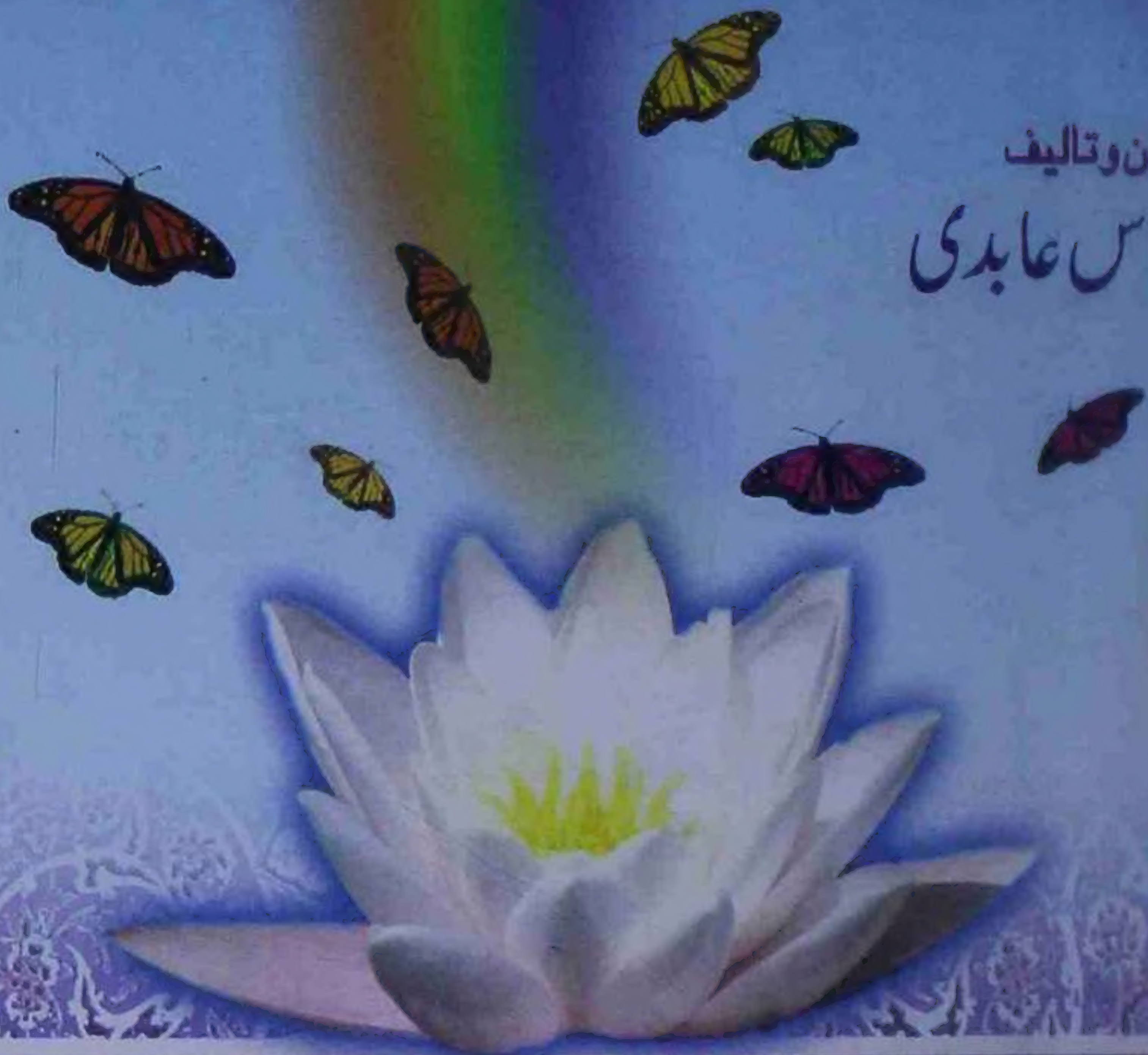
جلوۂ نور



تدوین وتالیف

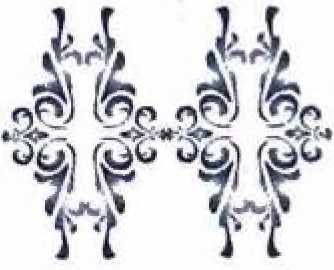
حیدر عباس عابدی

جلوۂ نور

چہاردہ معصومین علیہم السلام کا مختصر زندگی نامہ
اور ہر ایک کی چالیس احادیث کا مجموعہ

تدوین و تالیف
حیدر عباس عابدی

پیشکش
مرکزِ علم و عمل کراچی
رضویہ سوسائٹی ناظم آباد کراچی فون: 92-21-6622656



کتاب: جلوۂ نور

تالیف وتدوین: حیدر عباس عابدی

تصحیح: سجاد حسین مہدوی

کمپوزنگ: حسین نقوی

کمپیوٹر گرافکس: اکبر رضوی

ناشر: مرکز علم وعمل۔ کراچی

پرنٹرز: الباسط پرنٹرز 6606211

تعداد اشاعت اوّل: ۱۰۰۰

ملنے کا پتہ: E-31 رضویہ سوسائٹی ناظم آباد کراچی

فون: 92-21-6622656

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِؕ

احادیثِ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

صفحہ نمبر (1)

احادیثِ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام

صفحہ نمبر (31)

احادیثِ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

صفحہ نمبر 55

احادیثِ حضرت امام حسن علیہ السلام

صفحہ نمبر 87

احادیثِ حضرت امام حسین علیہ السلام

صفحہ نمبر (116)

احادیثِ حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام

صفحہ نمبر 147

احادیثِ حضرت امام محمّد باقر علیہ السلام

صفحہ نمبر 174

احادیثِ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

صفحہ نمبر 203

احادیثِ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

صفحہ نمبر 233

احادیثِ حضرت امام علی رضا علیہ السلام

صفحہ نمبر 263

احادیثِ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام

صفحہ نمبر 294

احادیثِ حضرت امام علی نقی علیہ السلام

صفحہ نمبر 320

احادیثِ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

بسم ربِ الشھداء والصالحین

پیش لفظ

محبت عمل اور پیروی کا تقاضا کرتی ہے۔ اگر محبت کا دعویٰ صرف زبانی ہو اور عمل پیروی سے عاری ہو تو ایسی محبت جھوٹی کہلائے گی۔ البتہ بعض اوقات انسان چاہتا ہے کہ اپنے چاہنے والوں کی پیروی کرے لیکن نہ اس کو سیرت و کردار کا علم ہوتا ہے اور نہ علم حاصل کرنے کے ذرائع اس کے پاس موجود ہوتے ہیں۔

ہم شیعیانِ اہلِ بیت علیہم السلام جو نہ صرف اہلِ بیتؑ سے محبت کرنے والے ہیں بلکہ شیعہ یعنی پیروکار ہیں۔ ان کی سیرت پر چلنے والے اور ان کے اقوال پر عمل کرنے والے ہیں اور شیعہ کے معنی بھی یہی ہیں۔ لیکن یہی شیعہ ان عظیم ہستیوں کی سیرت اور تعلیمات سے دور نظر آتے ہیں جو کہ ان کی ناکامی اور ذلت کی بنیادی وجہ بن جاتی ہے۔ جب کہ ان کی باعزت و پُر وقار سیرت اور قیمتی تعلیمات ظلمتوں میں روشنی کا پیغام ہیں جو ہر گمراہ کو ہدایت کی راہ دکھا کر دنیا اور آخرت میں کامیاب کر سکتی ہیں۔

یہ عظیم شخصیات اپنی پوری زندگی ذلت سے دور رہیں اور عزت کی موت کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوئیں۔ لہٰذا ان کی زندگی بہترین اُسوہ اور ان کی موت

بہترین نمونہ ہے۔

آج اگر ہمیں کامیاب زندگی گزارنی ہے اور عزت کی موت مرنا ہے تو اپنی عملی زندگی میں انھیں نمونۂ عمل بنانا ہوگا۔

انھیں نمونۂ عمل بنانے کے لئے ضروری ہے کہ ان کی سیرت کے تمام پہلو اور ان کی تعلیمات ایک اچھے اور سادہ انداز میں ہمارے سامنے موجود ہوں۔ اگرچہ ہر دور میں اس مقصد کے حصول کی کوششیں کی گئی ہیں لیکن پھر بھی بہتر سے بہتر کام کی ضرورت اب بھی باقی ہے۔

اسی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے ہم نے اس مقصد کی جانب اپنے پہلے قدم کی طور پر ''جلوۂ نور'' کا سلسلہ شروع کیا۔ جس کا آغاز روزِ ولادت باسعادت سیدہ کونین حضرت فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا کی مناسبت سے منعقدہ سیمینار سے ہوا اور جلوۂ نور کی پہلی کڑی بی بی دو عالم کی عملی سیرت اور اقوال کی صورت میں نمودار ہوئی جس کو کافی پسند کیا گیا۔ اس پسندیدگی نے ہماری ہمت بڑھائی اور ہم نے مصمم ارادہ کیا کہ ہم اس سلسلے کو آخری امامؑ تک مکمل کریں گے۔

خدا کی توفیقات ہمارے شامل حال ہوئیں اور ان خدا کے برگزیدہ بندوں کی نظرِ کرم سے رمضان کے مبارک مہینے میں یہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچا۔ اتفاق یہ ہے کہ ہم نے جمعہ کے مبارک دن آخری امامؑ کے اقوال پر مشتمل یہ سلسلہ مکمل کیا تھا جو آپؑ ہی سے منسوب ہے۔ ممکن ہے اس اتفاق میں کوئی نوید پوشیدہ ہو!

اس سلسلے کے کچھ ایڈیشن الگ الگ کتاب کی صورت میں شائع ہوئے لیکن متعدد قارئین کا اصرار تھا کہ ان سب کا مجموعہ ایک کتاب کی صورت میں شائع کیا

جائے جو کہ حاضر خدمت ہے۔

ہم اس کام کی تکمیل پر اپنے پروردگار کے مشکور ہیں کہ جس کی دی ہوئی توفیقات اور توانائی کے سبب ہم یہ عظیم کام انجام دے سکے۔

ہمیں قطعاً اس بات کا زعم نہیں کہ ہم غلطی نہیں کر سکتے۔ اگر اس کام میں کہیں کوئی خامی یا غلطی محسوس کریں تو اسے ہماری امانت سمجھتے ہوئے ہم تک ضرور پہنچائیں۔

والسلام علی من اتبع الہدی

حیدر عباس عابدی

مرکز علم و عمل کراچی

حضرت محمد مصطفی ﷺ

عالمِ تکوین و تخلیق کا سب سے مبارک واقعہ، باعثِ تخلیقِ کائنات، مدعائے ''لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ'' حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت باسعادت ہے۔ یوں تو حضورؐ کا نور ''اوّل ماخلق اللّٰہ نوری'' کا مصداق ہے لیکن عالمِ اسباب میں اس نور کا ظہور ۱۷ ربیع الاول عام الفیل بمطابق ۲۹ اگست ۵۷۰ء کو ہوا۔ دیگر روایتوں میں حضورؐ کی تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول بیان کی گئی ہے۔ آپؐ کی جائے ولادت مکہ معظّمہ ہے۔ تکمیل دین اور اتمامِ نعمت کا فریضۂ عظیم انجام دینے کے بعد آپؐ نے ۲۸ صفر ۱۱ ہجری کو رحلت فرمائی۔ روضۂ اقدس مدینۂ منورہ میں ہے۔

حضورؐ کے والد کا اسمِ مبارک عبداللہ ابن عبدالمطلب ہے اور والدہ کا نام نامی جنابِ آمنہ بنتِ وہب ہے۔ آپ کا تعلق عرب کے مشہور و معزز قبیلہ قریش کی اس شاخ سے ہے جو بنو ہاشم کہلاتی ہے۔ بنو ہاشم حضرت اسماعیل کے توسط سے آلِ ابراہیمؑ سے مربوط ہیں اور آلِ ابراہیمؑ کو اللہ نے مصطفیٰ (منتخب) قرار دیا ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ گرامی کائنات کی تخلیق کا سبب بھی ہے اور غرض و غایت بھی۔ کنزِ مخفی کی معرفت، اللہ کی ربوبیت کا اقرار اور اپنی عبدیت کا اظہار ہے۔ حضور مخلوقِ اول ہونے کے ساتھ ساتھ عبدِ اول بھی ہیں اور چونکہ اللہ نے آپ

کو عالمین کے لئے رحمت بنایا ہے اس لئے آپؐ سارے موجودات و مخلوقات کو ان کے مقصدِ تخلیق یعنی اللہ کی ربوبیت اور اپنی عبودیت کے اقرار کی معرفت کا پیغام پہنچانے والے ہیں۔ یہی منصبِ رسالت ہے۔ حضورؐ جہاں عبودیت کا کامل ترین نمونہ ہیں وہاں رسالت کا کمال بھی آپؐ ہی کے لئے مخصوص ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

حضورؐ نے اس عالمِ آب و گل میں حیاتِ دنیوی کے ۶۳ سال گزارے۔ آپؐ کے والد کا انتقال تو آپؐ کی ولادت سے قبل ہی ہو گیا تھا۔ چھ سال کی عمر میں ماں کی شفقت سے بھی محروم ہو گئے۔ ابھی آٹھ سال کے ہوئے تھے کہ آپؐ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے بھی داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اس کے بعد آپ کی کفالت و حفاظت کی ذمہ داری حضرت ابوطالبؑ کے سپرد ہوئی۔ ۲۵ سال کے سن میں آپؐ نے عرب کی معزز و متمول خاتون جناب خدیجۃ الکبریٰ سے ان کی خواہش پر عقد فرمایا جو اپنی شرافت و نجابت کے لحاظ سے طاہرہ کے لقب سے مشہور تھیں۔

سرکار ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چالیس سال کی عمر میں مبعوث بہ رسالت ہوئے۔ آپؐ کا اعلانِ رسالت کفر و شرک کے لئے بہت بڑا چیلنج تھا۔ سرزمینِ عرب اس وقت ضلالت و گمراہی کے اس دور سے گزر رہی تھی جسے تاریخ میں دورِ جاہلیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ آنحضرتؐ کی دعوتِ حق کے نتیجے میں باطل کی تمام قوتیں آپؐ کے خلاف برسرِ پیکار ہو گئیں۔ مکہ کے گلی کوچے، شعب ابی طالبؑ کا حصار اور طائف کے کوچہ و بازار ان مصیبتوں کے گواہ ہیں جو دعوتِ حق کی راہ میں اللہ کے رسولؐ نے برداشت

کیں۔ بالآخر مکہ کی فضا اس قدر مخالف ہوئی کہ آپؐ نے اللہ کے حکم سے مدینے کی طرف ہجرت فرمائی۔ مسلمانوں کے کیلنڈر کی بنیاد یہی ہجرت رسول ہے۔

مدینے میں حضورؐ کی زندگی کا وہ دور شروع ہوا جو اسلام کے تمکن اور اقتدار کا دور تھا۔ مدینے میں ایک ایسے معاشرے کا قیام عمل میں آیا جس کی بنیاد اسلام کے اصولوں پر رکھی گئی تھی۔ رفتہ رفتہ اس معاشرے نے ایک بااقتدار مملکت کی شکل اختیار کر لی، مکہ کے مشرکین اور دیگر اسلام دشمن قوتیں آنحضرتؐ کی اس کامیابی سے اس قدر برافروختہ تھیں کہ حضورؐ کے خلاف مسلسل لشکر کشی کی جاتی رہی لیکن اللہ کی رحمت نے باطل کے زور کو توڑ دیا۔ بالآخر مکہ بھی فتح ہو گیا۔ یہودیوں کی طاقت بھی ٹوٹ گئی اور عیسائیوں نے بھی دعوتِ مباہلہ کے نتیجے میں حضورؐ کی صداقت کو تسلیم کر لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ۲۳ سال کے مختصر عرصہ تبلیغ میں اسلامی انقلاب کا دائرۂ اثر ہر طرف پھیلتا گیا، یہاں تک کہ جو حکمِ خدا تھا وہ اپنی آخری حد تک جاری ہو گیا تو اللہ کے محبوب بندے اور رسولؐ نے اپنے رفیق اعلیٰ کی طرف سفر اختیار فرمایا۔

حضور ﷺ رحمتہ للعالمین، خاتم النبیین اور سید المرسلین ہیں۔ آپؐ کی حیاتِ طیبہ کا ہر لمحہ پیغامِ رحمت اور میزانِ ہدایت ہے۔ یہ کائنات آپ ہی کے وجود کی برکت سے خلق ہوئی اور آپؐ ہی کے فیض رحمت سے قائم و دائم ہے۔ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ پس اے صاحبانِ ایمان تم بھی نبی پر درود و سلام کے پھول نچھاور کرو۔

علم کی فضیلت

علم معرفت پیدا کرتا ہے اور معرفت سے یقین حاصل ہوتا ہے اور یقین کے ساتھ کیا جانے والا عمل خدا کی قربت کا باعث بنتا ہے لیکن معرفت کے بغیر کتنی ہی عبادت کی جائے قربِ خداوندی حاصل نہیں ہوتی۔ پیامبر گرامی اسلامؐ علم کی اسی اہمیت اور عالم کی یہی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حدیث ۱

مَنْ سَلَکَ طَرِیْقاً یَطْلُبُ فِیْهِ عِلْماً سَلَکَ اللّٰهُ بِهِ طَرِیْقاً اِلَی الْجَنَّةِ ... وَ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلٰی سَائِرِ النُّجُوْمِ.

جو شخص علم کی طلب میں کسی راستے پر چلے گا اللہ تعالٰی اسے جنت کے راستے پر چلائے گا۔۔۔ اور عالم کو عابد پر وہی فضیلت حاصل ہے جو چودھویں کے چاند کو دوسرے تمام ستاروں پر حاصل ہے۔



سنت کی اہمیت

یہ بات سب جانتے ہیں کہ عمل کا دارومدار نیت پر ہے لیکن درج ذیل حدیث میں بتایا گیا ہے کہ نیت کا دارومدار کس پر ہے؟ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

حدیث ۲

لَا یُقْبَلُ قَوْلٌ اِلَّا بِعَمَلٍ وَ لَا یُقْبَلُ قَوْلٌ وَ لَا عَمَلٌ اِلَّا بِنِیَّۃٍ وَ لَا یُقْبَلُ قَوْلٌ وَ لَا عَمَلٌ وَ لَا نِیَّۃٌ اِلَّا بِاِصَابَۃِ السُّنَّۃِ.

کوئی قول بغیر عمل کے قابلِ قبول نہیں ہے۔ کوئی قول اور کوئی عمل بغیر نیت کے قبول نہیں ہوگا اور کوئی قول و عمل اور نیت قابلِ قبول نہیں جب تک وہ مطابقِ سنت نہ ہو۔

☆......☆......☆

اخلاقِ حسنہ کا اثر

ویسے تو ہر صفت ہی انسانی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہے لیکن بعض صفات ایسی ہیں کہ جن کی وجہ سے نہ صرف انسانی زندگی میں نکھار آجاتا ہے بلکہ روزِ قیامت بھی جہنم کی آگ ان پر حرام ہوجاتی ہے۔ اس بارے میں آپؐ فرماتے ہیں:

حدیث ۳

اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِمَنْ تَحْرُمُ عَلَیْہِ النَّارُ غَدًا؟ قِیْلَ: بَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰہِ. فَقَالَ: اَلْھَیِّنُ الْقَرِیْبُ اللَّیِّنُ السَّھْلُ.

کیا میں تمہیں اس کے بارے میں بتادوں جس پر کل روزِ قیامت جہنم کو حرام کردیا جائے گا؟ عرض کیا: ضرور بتایئے۔ فرمایا: بردبار، میل جول رکھنے والا، نرم خو اور سختی نہ کرنے والا۔

روزہ اور غیبت

روزہ کی اہمیت اظہر من الشمس ہے۔ روزہ دار کی سانس اور نیند کو بھی عبادت شمار کیا گیا ہے۔ لیکن جب کوئی روزہ دار مسلمان کی عزت پر زبان درازی کرتا ہے تو اس کے روزہ کی اہمیت کم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا:

حدیث ۴

اَلصَّائِمُ فِیْ عِبَادَةٍ وَ اِنْ کَانَ فِیْ فِرَاشِهٖ مَا لَمْ یَغْتَبْ.

روزہ دار اپنے بستر پر آرام کر رہا ہو تو بھی وہ عبادت میں شمار ہوتا ہے جب تک کہ وہ کسی کی غیبت نہ کرے۔

☆......☆......☆

صابر کون!

اصولی طور پر اخلاقی صفات کو پہچاننا مشکل کام ہے کیونکہ اس کی علامتیں واضح نہیں ہوتیں۔ صبر ایک بہترین اخلاقی صفت ہے۔ اس کی علامتیں کیا ہیں؟ ارشاد ہوتا ہے:

حدیث ۵

عَلَامَةُ الصَّابِرِ فِیْ ثَلَاثٍ:

اَوَّلُهَا اَنْ لَا یَکْسَلَ.

وَ الثَّانِیَةُ اَنْ لَا یَضْجَرَ.

وَ الثَّالِثَةُ اَنْ لَا یَشْکُوَ مِنْ رَبِّهٖ عَزَّوَجَلَّ.

لِاَنَّهٗ اِذَا کَسِلَ فَقَدْ ضَیَّعَ الْحَقَّ. وَ اِذَا ضَجِرَ لَمْ یُؤَدِّ الشُّکْرَ وَ اِذَا شَکیٰ مِنْ رَبِّهٖ عَزَّ وَ جَلَّ فَقَدْ عَصَاهُ.

صابر کی تین علامتیں ہیں: پہلی یہ کہ وہ سستی نہیں کرتا۔ دوسری یہ کہ وہ آزردہ خاطر نہیں ہوتا اور تیسری یہ کہ وہ اللہ عزوجل سے شکوہ نہیں کرتا۔ کیونکہ

سستی کرنے والے نے حق کو ضائع کیا۔

آزردہ خاطر ہونے والے نے شکر ادا نہیں کیا۔ اور

اللہ تعالیٰ سے شکوہ کرنے والے نے نافرمانی کی۔

☆......☆......☆

دنیا یا آخرت؟

انسان دنیا سے اس لئے محبت کرتا ہے کہ اسے معاد اور اُخروی زندگی پر یقینِ کامل حاصل نہیں ہوتا۔ اگر چہ اس کا عقیدہ ہے لیکن ایمان نہیں کہ ایک دن حساب کتاب ہوگا اور دنیاوی اعمال کی بنیاد پر ایک اخروی زندگی اس کا انتظار کر رہی ہے۔ جس انسان کو اس کا یقین ہو جائے وہ عارضی زندگی کی پرواہ کئے بغیر اس زندگی جاوید کی فکر کرے گا۔ چنانچہ فرمایا:

حدیث ٦

لَوْ كُنْتُمْ تُوْقِنُوْنَ بِخَيْرِ الْاٰخِرَةِ وَ شَرِّهَا كَمَا تُوْقِنُوْنَ بِالدُّنْيَا لَاٰثَرْتُمْ طَلَبَ الْاٰخِرَةِ.

اگر تم آخرت کے خیر و شر کا اسی طرح یقین رکھتے جس طرح دنیا کا یقین رکھتے ہو تو آخرت کی طلب کو ترجیح دیتے۔

☆......☆......☆

ان سوالوں کا کیا جواب ہے؟

زندگی عمل کا مقام ہے اور آخرت حساب کتاب کی جگہ۔ زندگی کے ایک ایک لمحے کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ ان ہی سوالوں میں سے چار اہم سوالوں کا تذکرہ خصالِ صدوق میں ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے۔ فرمایا:

حدیث ۷

لَاتَزُوْلُ قَدمَا الْعَبْدِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ حَتّٰی یُسْأَلَ عَنْ اَرْبَعٍ :

عَنْ عُـمُـرٍ فِیمَا اَفْنَاهُ، وَ عَنْ شَبَابِهٖ فِیمَا اَبْلَاهُ، وَ عَنْ عِلْمِهٖ کَیْفَ عَـمِلَ بِهٖ وَ عَنْ مَالِهٖ مِنْ اَیْنَ اکْتَسَبَهٗ وَ فِیمَا اَنْفَقَهٗ وَ عَنْ حُبِّنَا اَهْلَ الْبَیْتِ.

کسی بندے کے قدم قیامت کے دن ثابت نہیں رہ سکتے جب تک وہ چار سوالوں کے جواب نہ دے سکے:

۱۔ اس کی عمر کے بارے میں کہ اسے کہاں فنا کیا؟

۲۔ اس کی جوانی کے بارے میں کہ اسے کہاں فرسودہ کیا؟

۳۔ اس کے علم کے بارے میں کہ اس پر کس طرح عمل کیا؟

۴۔ اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا؟

اور ہم اہلبیت سے محبت کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا۔

☆......☆......☆

دائمی غفلت

غفلت بہت بڑا عذاب ہے جس کے نتیجہ میں اچھائی اور برائی میں تمیز نہیں رہتی اور انسان برائی کے دلدل میں پھنستا چلا جاتا ہے۔

غفلت کبھی عارضی ہوتی ہے کہ انسان کو جلد ہی اپنی غلطی کا اندازہ ہو جاتا ہے لیکن کبھی کبھار غفلت دائمی ہوتی ہے کیونکہ انسان خواہشاتِ نفسانی اور شہوتوں کی جولانی میں کچھ اس طرح گرفتار ہو جاتا ہے جو اسے بیدار نہیں ہونے دیتیں اور جب موت آتی ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کیا کیا۔ لیکن اس وقت یہ بیداری اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچاتی۔

حدیث ۸

اَلنَّاسُ نِیَامٌ اِذَا مَاتُوْا اِنْتَبَهُوْا.

لوگ سو رہے ہیں جب موت آئے گی تو بیدار ہوں گے۔

☆......☆......☆

بعض اعمال کے اثرات

انسان کے اکثر نیک اعمال ایسے ہوتے ہیں کہ جب تک انھیں وہ اپنی زندگی میں انجام دیتا رہے گا ان کا ثواب اسے ملے گا لیکن بعض اعمال ایسے بھی ہیں کہ ان کا ثواب موت کے بعد بھی اسے ملتا رہے گا۔ ان میں سے اکثر اعمال ایسے ہیں جن کا فائدہ عوام الناس کو پہنچتا ہے۔ اس بارے میں خاتم النبیینؐ فرماتے ہیں:

حدیث ۹

سَبْعَةُ اَسْبَابٍ یُکْسَبُ لِلْعَبْدِ ثَوَابُهَا بَعْدَ وَفَاتِهِ:

رَجُلٌ غَرَسَ نَخْلاً اَوْ حَفَرَ بِئْراً اَوْ اَجْرىٰ نَهْراً اَوْ بَنىٰ مَسْجِداً اَوْ کَتَبَ مُصْحَفاً اَوْ وَرَّثَ عِلْماً اَوْ خَلَّفَ وَلَداً صَالِحاً یَسْتَغْفِرُ لَهُ بَعْدَ وَفَاتِهِ.

سات چیزوں کا ثواب انسان کی وفات کے بعد بھی اس کو ملتا رہتا ہے:

جو شخص کھجور کا (یا کوئی بھی پھل دار) درخت کاشت کرے یا کنواں کھدوائے یا نہر جاری کروائے یا مسجد بنوائے یا قرآن لکھے یا علم کی وراثت چھوڑے یا ایسی صالح اولاد چھوڑ کر جائے جو اس کے مرنے کے بعد اس کے لئے استغفار کرے۔



خواهشات کی زیادتی

خواہشات کا زیادہ ہونا جہاں دنیا میں تباہی کا باعث ہے وہاں آخرت میں بھی خدا کے غضب کا سبب ہے کیونکہ اکثر برائیاں بے جا توقعات اور خواہشات ہی سے پیدا ہوتی ہیں۔ خاص طور پر اگر بیوی شوہر کے ساتھ رویہ اچھا نہ رکھے اور اس کے ساتھ ایسی توقعات وابستہ کرلے اور ایسی خواہشات کو پورا کرنے پر اصرار کرے کہ جس کا بجالانا اس کے بس میں نہ ہو تو یہ زندگی شوہر اور بیوی دونوں کے لئے جہنم بن جاتی ہے اور اس جہنم سے نکلنے کے لئے اکثر اوقات شوہر غیر قانونی یا غیر شرعی کام کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اس طرح سے پورے خاندان کی دنیا و آخرت تباہ ہو جاتی ہے۔ ایسی غیر ذمہ دار بیوی کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

حدیث ۱۰

اَیُّمَا امْرَئَةٍ لَمْ تَرْفِقْ بِزَوْجِهَا وَ حَمَلَتْهُ عَلیٰ مَا لَایَقْدِرُ عَلَیْهِ وَ مَا لَایُطِیْقُ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهَا حَسَنَةٌ وَ تَلْقَی اللّٰهَ وَ هُوَ عَلَیْهَا غَضْبَانُ.

جو عورت اپنے شوہر کے ساتھ اچھے تعلقات نہ رکھے اور اسے ایسے کام پر مجبور

کرے جس کی طاقت اور قدرت اس میں نہ ہو تو اس کی کوئی نیکی قبول نہیں ہوتی اور وہ خدا سے اس حال میں ملاقات کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوتا ہے۔



دوست کا کردار

دوست کا کردار انسان کے افکار و کردار پر بہت زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔ کیونکہ محبت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ دوست کی بات پر عمل کیا جائے۔ دوست کی دوستی جہاں دنیا میں اثر انداز ہے وہاں آخرت میں بھی اس کی ہمنشینی کا باعث ہے۔ لہذا دوست کا انتخاب غور و فکر کے بعد ہونا چاہئے۔ چنانچہ ایک مختصر حدیث میں نبی اکرم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

حدیث ۱۱

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ.

(قیامت کے دن) آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرتا ہوگا۔



اچھی عادات کا اثر

اچھے کاموں کی عادت ڈال لینی چاہئے، جو آگے چل کر فطرت ثانیہ بن جاتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان اگر کبھی کسی مشکل کی وجہ سے وہ کام نہ کر سکے تو بھی فضلِ الٰہی شاملِ حال ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ انسان پر بہت مہربان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی مسلمان بیمار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

حدیث ۱۲

اِذَا مَرِضَ الْمُسْلِمُ کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ کَاَحْسَنِ مَا کَانَ یَعْمَلُ فِیْ صِحَّتِہٖ وَ تَسَاقَطَتْ ذُنُوْبُہٗ کَمَا یَتَسَاقَطُ وَرَقُ الشَّجَرِ.

جب کوئی مسلمان بیمار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے وہی نیک عمل لکھتا ہے جو وہ اپنی صحت کے عالم میں کرتا تھا اور اس کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جیسے درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔



امت مسلمہ

جس طرح ہر رشتے کا کچھ نہ کچھ حق بنتا ہے وہاں اسلامی برادری ہونے کے ناطے بھی مسلمانوں پر بہت سے حقوق عائد ہوتے ہیں۔ خاص طور پر اس وقت جب کچھ مسلمان مسائل کا شکار ہوں یا کسی ظالم کے پنجے میں پس رہے ہوں۔ اس وقت ضروری ہے کہ ان مظلوم مسلمانوں کی مدد کے لئے ہر ممکن راستے تلاش کئے جائیں۔

موجودہ حالات میں اس حق کی ادائیگی کی ضرورت کا احساس اور زیادہ ہو جاتا ہے جب مختلف حیلے بہانوں سے مسلمان ممالک پر یکے بعد دیگرے حملے ہو رہے ہیں اور ایک کے بعد دوسری مسلمان عوام جنگ کی زد میں ہے۔ ایسے حالات میں خاموش رہنے والے کے بارے میں پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا فرماتے ہیں؟ ملاحظہ کیجئے:

حدیث ۱۳

مَنْ سَمِعَ رَجُلاً یُنَادِیْ یَالَلْمُسْلِمِیْنَ فَلَمْ یُجِبْہُ فَلَیْسَ بِمُسْلِمٍ.

جو انسان کسی کو سنے کہ وہ مسلمانوں کو مدد کے لئے پکار رہا ہے اور وہ اس کی مدد نہ کرے تو وہ مسلمان نہیں ہے۔

تین طبقے .... تین رابطے

اگر علمی اور روحانی معاملات میں اپنے آپ سے بہتر اور دنیاوی اور مادی معاملات میں خود سے کمتر لوگوں کے ساتھ بیٹھے تو اس کے اثرات زندگی پر اچھے پڑتے ہیں۔ علماء کا علم اور روحانی عادات اس کے کردار کو بناتی ہیں جبکہ فقراء کی غربت کو دیکھ کر اسے اللہ کی نعمتیں یاد آتی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس پر کی ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

حدیث ۱۴

سَائِلُوْا الْعُلَمَاءَ وَ خَاطِبُوْا الْحُکَمَاءَ وَ جَالِسُوْا الْفُقَرَاءَ.

صاحبانِ علم سے سوال کرو اور دانشوروں سے گفتگو کرو اور غریبوں کے ساتھ اٹھو بیٹھو۔

☆......☆......☆

ہمسائے کے حقوق

پڑوسیوں کے حقوق میں سے ایک حق یہ ہے کہ ان کے حالات سے باخبر رہا جائے لیکن اگر کسی بھی وجہ سے ان کے حالات کا علم نہ رکھے یا علم ہو اور استطاعت کے باوجود ان کی ضرورت پوری نہ کرے تو یہ خدا کے غضب اور ناراضگی کا باعث ہے۔ یہ محض انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی ذمہ داری بھی ہے۔ یعنی جس گلی، محلے یا شہر اور ملک میں چند لوگ بھوکے سوتے ہوں، وہاں رحمتِ الٰہی کی توقع عبث ہے۔ رحمۃ للعالمین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بارے میں فرماتے ہیں:

حدیث ۱۵

مَا آمَنَ بِیْ مَنْ بَاتَ شَبْعَانَ وَ جَارُهُ جَائِعٌ، وَ مَا مِنْ اَهْلِ قَرْیَةٍ یَبِیْتُ وَ فِیْهِمْ جَائِعٌ لَا یَنْظُرُ اللّٰهُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ.

وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں لایا جو خود تو سیر ہو کر سوئے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔ جس آبادی کے لوگ سو جائیں اور ان میں کوئی بھوکا ہو تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کو دیکھے گا بھی نہیں۔



کثرت سے سجدے کرو!

سجدہ عبادت کی معراج ہے۔ حالتِ سجدہ میں انسان جہاں اپنی پستی، عاجزی اور کمزوری کا احساس کرتا ہے وہاں خدا کی عظمت، قدرت اور قوت کو بھی تسلیم کرتا ہے۔ سجدہ خدا کی قربت کا بہترین ذریعہ ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسان کے گناہ ختم ہوتے ہیں اور اطاعت میں اضافہ ہوتا ہے۔ زیادہ سجدہ کرنے کی تاکید کرتے ہوئے عبدِ حقیقی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

حدیث ١٦

اَکْثِرِ السُّجُوْدَ فَاِنَّـهٗ یَحُطُّ الذُّنُوْبَ کَمَا تَحُطُّ الرِّیْحُ وَرَقَ الشَّجَرِ.

سجدے زیادہ کرو۔ کیونکہ سجدہ گناہوں کو اس طرح جھاڑتا ہے جیسے ہوا درخت کے پتوں کو جھاڑتی ہے۔



توکل کا نتیجہ

ایمان کی علامتوں میں سے ایک علامت خدا پر توکل اور اعتماد ہے۔ توکل یعنی اس بات کا یقین کر لینا کہ نفع اور نقصان صرف اور صرف خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اس

بنیاد پر صرف خدا سے امید رکھنا اور لوگوں سے اپنی تمام تر توقعات ختم کر لینا۔ اگر انسان خدا پر صحیح معنی میں توکل کرے تو خدا بھی اس کی سختیوں کو آسان اور اس کے لئے اسباب کو فراہم کر دیتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

حدیث ۱۷

لَوْ اَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُوْ خِمَاصاً وَ تَرُوْحُ بِطَاناً.

اگر تم خدا پر توکل کرنے کا حق ادا کر دو تو وہ تمہیں ان پرندوں کی طرح رزق دے گا جو صبح اپنے گھونسلوں سے بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو شکم سیر ہو کر پلٹتے ہیں۔

☆......☆......☆

ایمان کیا ہے؟

اسلام اور ایمان میں بہت فرق ہے۔ زبانی اقرار سے انسان مسلمان تو کہلا سکتا ہے لیکن مومن بننے کے لئے دل سے معرفت حاصل کرنا اور اپنے اعضاء و جوارح سے عمل بھی کرنا ہوتا ہے۔ یعنی حقیقی مومن وہی ہے جو اپنے عقائد کے مطابق اعمال انجام دیتا ہے۔ اسی لئے فرمایا:

حدیث ۱۸

أَلْاِيْمَانُ اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَ مَعْرِفَةٌ بِالْقَلْبِ وَ عَمَلٌ بِالْاَرْكَانِ.

ایمان زبان سے اقرار کرنے، دل سے معرفت حاصل کرنے اور اعضاء سے عمل کرنے کا نام ہے۔

مومن کی پہچان

مومن گناہوں سے پرہیز کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے لیکن کبھی کوئی غلطی سرزد ہو بھی جائے تو اس پر سخت نادم ہوتا ہے اور اپنی اصلاح کی کوشش کرتا ہے۔ یعنی مومن کا ضمیر زندہ ہوتا ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۹

مَنْ سَائَتْهُ سَيِّئَتُهُ وَ سَرَّتْهُ حَسَنَتُهُ فَهُوَ مُؤْمِنٌ.

جس شخص کو اس کی بدی غمگین کر دے اور اس کا نیک عمل اس کو خوش کر دے وہ مومن ہے۔

☆......☆......☆

کمال ایمان

ایمان کے کامل ہونے کی ایک اہم علامت نفس پر مکمل کنٹرول ہے۔ چنانچہ آپؐ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۰

ثَلاثُ خِصَالٍ مَنْ كُنَّ فِيهِ اسْتَكْمَلَ خِصَالَ الْإِيْمَانِ:

اِذَا رَضِيَ لَمْ يُدْخِلْهُ رِضَاهُ فِيْ بَاطِلٍ وَ اِذَا غَضِبَ لَمْ يُخْرِجْهُ الْغَضَبُ مِنَ الْحَقِّ وَ اِذَا قَدِرَ لَمْ يَتَعَاطَ مَا لَيْسَ لَهُ.

جس کسی میں تین خصلتیں پائی جائیں تو گویا اس میں ایمان کے خصائل کامل ہیں:

جب خوش ہو تو اس کی خوشی اسے کسی باطل کام میں نہ ڈال دے۔ جب وہ

ناراض ہو تو اس کا غصہ اسے حق سے منحرف نہ کردے۔ جب وہ قدرت حاصل کرے تو ایسا کام نہ کرے جس کا اسے حق نہ ہو۔



توبہ کیا ھے

قرآن مجید کی رو سے توبہ قبول ہونے کی دو شرائط ہیں۔

۱۔ گناہ کا سبب کفر اور طغیان نہ ہو یعنی جہالت اور نادانی کی بنیاد پر سرزد ہوا ہو۔

۲۔ گناہ کے ارتکاب کے بعد فوراً اپنے کئے پر نادم ہو جائے۔

اس لئے توبہ کی تعریف کرتے ہوئے آپؐ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۱

اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ.

پشیمانی توبہ ہے۔



دعا یقین کے ساتھ

دعا دراصل اپنی عاجزی اور معبود کی قدرت کے اقرار کا نام ہے۔ لیکن اکثر لوگ صرف عادت کی بنیاد پر دعا کرتے ہیں اور انھیں اس کے قبول ہونے کا یقین نہیں ہوتا۔ شاید اسی لئے ان کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

حدیث ۲۲

اُدْعُوا اللّٰهَ وَ اَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْاِجَابَةِ، وَ اعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبَلُ دُعَاءً مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ.

خدا کی جانب سے قبول ہونے کا یقین رکھتے ہوئے دعا مانگو اور یہ بھی جان لو کہ خداوند عالم غافل دل کی کوئی دعا قبول نہیں کرتا۔



دعا کیوں قبول نہیں ہوتی؟

اکثر دعا کرنے والے یہ سوال کرتے ہیں کہ ہماری ساری دعائیں کیوں قبول نہیں ہوتیں؟ اس سوال کا تفصیلی جواب دیتے ہوئے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

حدیث ۲۳

سُئِلَ النَّبِیُّ: مَا لَنَا نَدْعُوْ اللّٰهَ فَلا یَسْتَجِیْبُ دُعَاءَ نَا وَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ؟ قَالَ: اِنَّ قُلُوْبَکُمْ مَاتَتْ بِعَشْرَةِ اَشْیَاءَ: اَوَّلُهَا اَنَّکُمْ عَرَفْتُمُ اللّٰهَ فَلَمْ تُؤَدُّوْا طَاعَتَهُ، وَ الثَّانِی اَنَّکُمْ قَرَأْتُمُ الْقُرْآنَ فَلَمْ تَعْمَلُوْا بِهِ، وَ الثَّالِثَةُ اِدَّعَیْتُمْ مَحَبَّةً لِرَسُوْلِهِ وَ اَبْغَضْتُمْ اَوْلَادَهُ، وَ الرَّابِعَةُ اِدَّعَیْتُمْ عَدَاوَةَ الشَّیْطَانِ وَ وَافَقْتُمُوْهُ، وَ الْخَامِسَةُ اِدَّعَیْتُمْ مَحَبَّةَ الْجَنَّةِ فَلَمْ تَعْمَلُوا لَهَا، وَ السَّادِسَةُ اِدَّعَیْتُمْ مَخَافَةَ النَّارِ وَ رَمَیْتُمْ اَبْدَانَکُمْ فِیْهَا، وَ السَّابِعَةُ اِشْتَغَلْتُمْ بِعُیُوْبِ النَّاسِ عَنْ عُیُوْبِ اَنْفُسِکُمْ، وَ الثَّامِنَةُ اِدَّعَیْتُمْ بُغْضَ الدُّنْیَا وَ جَمَعْتُمُوْهَا، وَ التَّاسِعَةُ أَقْرَرْتُمْ بِالْمَوْتِ فَلَا تَسْتَعِدُّوْا لَهُ، وَ الْعَاشِرَةُ دَفَنْتُمْ مَوْتَاکُمْ فَلَمْ تَعْتَبِرُوْا بِهِمْ فَلِهٰذَا لَا یُسْتَجَابُ دُعَاءُ کُمْ.

حضورؐ سے سوال کیا گیا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے ہیں اور وہ انہیں

قبول نہیں کرتا جبکہ ارشاد فرمایا ہے کہ تم مجھ سے دعا مانگو میں تمہارے لئے قبول کروں گا۔ فرمایا: تمہارے دل دس چیزوں کی وجہ سے مردہ ہو چکے ہیں:

۱۔تم اللہ کی معرفت تو رکھتے ہو مگر اس کی اطاعت نہیں کرتے۔

۲۔تم قرآن کی تلاوت تو کرتے ہو مگر اس پر عمل نہیں کرتے۔

۳۔تم رسول سے محبت کا دعویٰ تو کرتے ہو مگر اس کی آل سے دشمنی رکھتے ہو۔

۴۔تم شیطان سے دشمنی کا دعویٰ تو کرتے ہو مگر اس کی موافقت کرتے ہو۔

۵۔تم جنت کو پسند تو کرتے ہو لیکن اس کے لئے عمل بجا نہیں لاتے۔

۶۔تم جہنم سے ڈرنے کا دعویٰ تو کرتے ہو مگر اپنے جسموں کو اس میں پھینک دیتے ہو۔

۷۔تم اپنے عیوب کو بھلا کر دوسروں کے عیب ڈھونڈنے میں مشغول رہتے ہو۔

۸۔تم دنیا کو ناپسند کرنے کا دعویٰ تو کرتے ہو مگر اس کے لئے مال جمع کرتے ہو۔

۹۔تم موت کا اقرار تو کرتے ہو مگر اس کی تیاری نہیں کرتے۔

۱۰۔تم اپنے مردوں کو دفن تو کرتے ہو مگر ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔

اسی بناء پر تمہاری دعائیں قبول نہیں کی جاتیں۔

☆......☆......☆

روزہ

روزہ انسانی تربیت کا بہترین ذریعہ ہے۔ خود انسان روزہ رکھتا ہے تو اپنی خواہشات پر اپنے پروردگار کے حکم کو ترجیح دے کر اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ وہ میری

بہتری کو مجھ سے بہتر سمجھتا ہے۔ لہٰذا اس کے احکامات میری خواہشات پر مقدم ہیں۔ اسی تربیتی اہمیت کے پیش نظر روزے کو صرف کھانے پینے سے پرہیز تک محدود نہیں ہونا چاہیے بلکہ اس کا دائرۂ کار خدا کے ہر حکم کی تعمیل اور اس کی قربت کے ہر وسیلہ کو اختیار کرنے تک پھیلا ہوا ہونا چاہیے۔ اسی لئے فرمایا:

حدیث ۲۴

اِذَا صُمْتَ فَلْيَصُمْ سَمْعُکَ وَ بَصَرُکَ وَ لَايَکُوْنَنَّ يَوْمُ صَوْمِکَ کَيَوْمِ فِطْرِکَ.

جب تم روزہ رکھو تو تمہارے کان اور آنکھ بھی روزہ رکھیں۔ تمہارے روزے کا دن افطار والے (عام) دن جیسا نہیں ہونا چاہئے۔

☆......☆......☆

پوشیدہ صدقہ

ہر عبادت میں خلوص شرط ہے۔ جب انسان صرف اور صرف اپنے پروردگار کی رضا کی خاطر کوئی فعل انجام دیتا ہے تو خدا بھی اس کے عمل کو قبول کر کے اپنا عذاب اس سے دور کر دیتا ہے۔ صدقے کے بارے میں ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتا ہے:

حدیث ۲۵

صَدَقَةُ السِّرِّ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ.

پوشیدہ طور پر دیا جانے والا صدقہ پروردگار کے غضب کی آگ کو بجھا دیتا ہے۔

☆......☆......☆

زبان کو قید میں رکھیں

زبان جہاں دنیا میں انسانی شخصیت کی آئینہ دار ہے وہاں آخرت کی جزا یا سزا میں بھی کلیدی حیثیت رکھتی ہے کیوں کہ بہت سے اعمال کا دارومدار اسی زبان پر ہے۔ اس لئے رسولِ گرامی اسلامؐ زبان کو قابو میں رکھنے کے بارے میں فرماتے ہیں:

حدیث ٢٦

مَنْ اَرَادَ السَّلَامَةَ فِی الدُّنْیَا وَ الْآخِرَةِ قَیَّدَ لِسَانَهُ بِلِجَامِ الشَّرْعِ فَلا یُطْلِقُهُ اِلَّا فِیمَا یَنْفَعُهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْآخِرَةِ.

جو شخص دنیا و آخرت کی سلامتی چاہتا ہو اسے چاہئے کہ اپنی زبان کو شریعت کی لگام پہنا کر قابو میں رکھے اور اسے بالکل آزاد نہ چھوڑے مگر یہ کہ کوئی دنیاوی یا اخروی فائدہ ہو۔

☆......☆......☆

حکمت کا حصول

گناہ انسان کے جسم اور روح کے لئے نقصان دہ ہے۔ گناہ کی سیاہی اس کے اندر موجود خزانوں کو پروان چڑھنے نہیں دیتی اور اسے مقصد سے دور کر دیتی ہے جبکہ نفسانی خواہشات کے خلاف جہاد دل کو حکمت سے بھر دیتا ہے۔ اس لئے ہمارے نبیؐ فرماتے ہیں:

حدیث ٢٧

جَاهِدُوْا اَنْفُسَکُمْ عَلیٰ شَهَوَاتِکُمْ تَحِلُّ قُلُوْبَکُمُ الْحِکْمَةُ.

اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرو تا کہ تمہارے دل حکمت سے لبریز ہو جائیں۔

تین بہترین عمل

دنیا عمل کی جگہ ہے۔ ایک نیک انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اعمال صالح انجام دے۔ وہ ہر وقت اس کھوج میں لگا رہتا ہے کہ بہتر سے بہتر عمل کونسا ہے۔ تین بہترین عمل بیان کرتے ہوئے آنحضرتؐ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۸

ثَلاَثٌ هُنَّ مِنْ اَفْضَلِ الْاَعْمَالِ: مُجَاهَدَةُ النَّفْسِ وَ مُغَالَبَةُ الْهَوٰى وَ الْاِعْرَاضُ عَنِ الدُّنْيَا.

تین چیزیں بہترین اعمال میں سے ہیں: نفس کے خلاف جہاد کرنا، خواہشات پر قابو پانا اور دنیا سے بے اعتنائی برتنا۔

☆......☆......☆

بدترین اعمال

جبکہ بدترین اعمال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حدیث ۲۹

اَلا اُخْبِرُكُمْ بِاَكْبَرِ الْكَبَآئِرِ: اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَ عُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَ قَوْلُ الزُّوْرِ اَىِ الْكِذْبُ.

کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہوں کے بارے میں بتادوں؟ شرک باللہ، والدین سے عاق ہونا اور جھوٹ بولنا۔ (جامع السعادت)

☆......☆......☆

یتیم کی عزت

یتیم نوازی کی قرآن وحدیث میں بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے اور اسے صاحبانِ استطاعت کا ایک اہم وظیفہ قرار دیا گیا ہے۔ یتیم جب روتا ہے تو عرش لرز اٹھتا ہے اور یتیم کی آہ سب کو متاثر کرتی ہے۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یتیم پروری کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حدیث ۳۰

خَیرُ بُیُوتِکُم بَیتٌ فِیهِ یَتِیمٌ مُکرَمٌ.

تمہارے گھروں میں سے بہترین گھر وہ ہے جس میں ایک یتیم باعزت طور پر پرورش پا رہا ہو۔

☆......☆......☆

دل کی موت

انسانی زندگی میں کھانے پینے کا کردار صرف اتنا ہے کہ وہ جسمانی قوت حاصل کر کے زندگی کے امور کو انجام دے سکے لیکن اگر زندگی کا مقصد صرف کھانا پینا بنالیا جائے تو نہ صرف انسانی شخصیت گر جاتی ہے بلکہ اس کے جسم کو بھی متاثر کرتی ہے اور زیادہ کھانا پینا بیماریوں اور موت کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ خوبصورت تشبیہ کے ساتھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس بارے میں فرماتے ہیں:

حدیث ۳۱

لَاتُمِیتُوا الْقَلْبَ بِکَثْرَةِ الطَّعَامِ وَ الشَّرَابِ، فَاِنَّ الْقُلُوبَ کَالزَّرْعِ اِذَا کَثُرَ الْمَاءُ اَفْسَدَ الزَّرْعَ.

زیادہ کھاپی کر دل کو مردہ مت کرو۔ کیونکہ دل کھیتی کی مانند ہوتے ہیں جسے اگر زیادہ پانی دیا جائے وہ فصل کو تباہ کر دیتا ہے۔



کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد

کسی چیز کے بارے میں اس کے خالق سے بہتر کون جان سکتا ہے۔ لہٰذا اس کے لئے کون سی چیز فائدہ مند ہے اور کون سی چیز نقصان دہ' وہی بیان کر سکتا ہے۔ دینِ اسلام کی خوبی یہ ہے کہ قرآنی آیات اور احادیث میں بڑے بڑے احکامات سے لے کر چھوٹی چھوٹی ایسی چیزیں جو انسان کے لئے فائدہ مند ہیں بیان کی گئی ہیں۔ کھانے سے پہلے نمک چکھنے کا فائدہ بیان کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے:

حدیث ۳۲

اِفْتَتِحْ بِالْمِلْحِ وَ اخْتِمْ بِالْمِلْحِ فَاِنَّ فِیْهِ شِفَاءً مِنْ اِثْنَیْنِ وَ سَبْعِیْنَ دَاءً.

کھانے کی ابتداء نمک سے کرو اور ختم بھی نمک پر کرو۔ کیونکہ ایسا کرنا بہتّر (۷۲) بیماریوں کے لئے شفا ہے۔



قرآن سے روگردانی

آج کا انسان بدعتوں اور فتنوں کا شکار ہے جن کی وجہ سے طرح طرح کے مسائل اور پریشانیوں میں گرفتار ہو رہا ہے۔ مختلف قسم کی انفرادی اور اجتماعی، اخلاقی اور نفسیاتی بیماریاں عام ہو رہی ہیں جس کی بنیادی وجہ آخری آسمانی کتاب قرآن سے روگردانی ہے۔ چنانچہ اصولِ کافی میں آپؑ سے منقول ہے:

حدیث ۳۳

اَلْقُرآنُ هُدىً مِنَ الضَّلالَةِ وَتِبْيانٌ مِنَ الْعَمىٰ وَ اسْتِقالَةٌ مِنَ الْعَثْرَةِ وَ نُوْرٌ مِنَ الظُّلْمَةِ وَ ضِياءٌ مِنَ الْاَحْداثِ وَ عِصْمَةٌ مِنَ الْهَلَكَةِ وَ رُشْدٌ مِنَ الْغَوايَةِ وَ بَيانٌ مِنَ الْفِتَنِ وَ بَلاغٌ مِنَ الدُّنْيا اِلَى الْآخِرَةِ وَ فِيْهِ كَمالُ دِيْنِكُمْ وَ ما عَدَلَ اَحَدٌ عَنِ الْقُرْآنِ اِلَّا اِلَى النَّارِ.

قرآن گمراہی سے ہدایت، نابینائی سے روشنائی، گناہوں سے چشم پوشی کا سبب، تاریکی سے نور، بدعتوں کو روشن کرنے والا، ہلاکت سے محفوظ رکھنے والا اور گمراہی میں راستہ دکھانے والا ہے۔ یہ فتنوں کو بیان کرنے والا اور دنیا سے آخرت کی سعادت تک پہنچانے والا ہے۔ تمہارے دین کا کمال اسی میں ہے۔ کوئی شخص بھی قرآن سے روگردان نہیں ہوا مگر یہ کہ وہ جہنم میں گیا۔

☆......☆......☆

گریہ و مناجات

مناجات اور راز و نیاز انسان کی بہت سی بیماریوں کا علاج اور خدا کی نظرِ رحمت کا باعث ہے۔ اگر کوئی خدا کی بارگاہ میں گریہ وزاری کرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے کیے پر پشیمان ہے اور جب ایسا ہو تو خدا بھی اپنے اس بندے کو مایوس نہیں کرتا چاہے کتنا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو۔ جامع الاخبار میں یہ حدیث منقول ہے:

حدیث ۳۴

مَا مِنْ مُؤْمِنٍ يَبْكِىْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ تَعالىٰ اِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ ذُنُوْبَهُ وَ اِنْ كانَ اَكْثَرَ مِنْ نُجُوْمِ السَّماءِ وَ عَدَدِ قَطَراتِ الْبِحارِ. ثُمَّ قَرَأَ

فَلْيَضْحَكُوا قَلِيْلاً وَ لْيَبْكُوا كَثِيْراً جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُوْنَ.

جب کبھی کوئی مومن خوفِ خدا سے گریہ کرتا ہے تو خداوندِ عالم اس کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے چاہے اس کے گناہ آسمان کے ستاروں یا سمندر کے قطروں سے بھی زیادہ ہوں۔ اس کے بعد آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: (ترجمہ:) اپنے کرتوتوں کی جزا میں کم ہنسو اور زیادہ روؤ۔



امید رحمت ہے

امید پہ دنیا قائم ہے۔ امید اور آرزو نہ ہوتی تو زندگی کی خوبصورتی ماند پڑ جاتی۔ اسی لئے ایک امیدوار انسان دنیا میں کامیاب نظر آتا ہے، ہر کام کو کامیابی کی امید پر شروع کرتا ہے اور اگر ناکامی ہو بھی تو امید کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ اسی لئے سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امید کو رحمت قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

حدیث ۳۵

أَلْاَمَلُ رَحْمَةٌ لِأُمَّتِيْ وَ لَوْلَا الْاَمَلُ مَا رَضَعَتْ وَالِدَةٌ وَلَدَهَا وَ لَا غَرَسَ غَارِسٌ شَجَراً.

امید میری امت کے لئے رحمت ہے۔ اگر امید نہ ہوتی تو نہ کوئی ماں اپنے بچے کو دودھ پلاتی اور نہ کوئی باغبان درخت کاشت کرتا۔

خواهشات تابع قرآن و سنت

لیکن یہ امیدیں، آرزوئیں اور خواہشات اگر حدود سے باہر نکل جائیں تو انسان کی تباہی کا باعث بنتی ہیں۔ ہوس اور زیادہ سے زیادہ کی خواہش مال و

آبرو اور اطمینان وسکون کو ختم کر دیتی ہے۔ اسی لئے خواہشات کو حدود میں رکھنا چاہئے اور وہ حدود کیا ہیں؟ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

حدیث ۳۶

لَا یُؤْمِنُ أَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُونَ هَوَاهُ تَبعاً لِمَا جِئتُ بِهِ.

جب تک انسان اپنی خواہشات کو میری تعلیمات (قرآن وسنت) کے تابع نہ کر لے، وہ مومن نہیں ہے۔

☆......☆......☆

جھوٹ اور رزق کی کمی

جھوٹ جہاں بہت سی اجتماعی اور معاشرتی برائیوں کو جنم دیتا ہے، تفرقہ، کینہ، فساد وغیرہ جیسی بیماریاں پیدا کرتا ہے، وہاں انفرادی طور پر انسانی شخصیت کو پامال کرنے کے علاوہ اس کے رزق میں کمی کا باعث بھی بنتا ہے۔ اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

حدیث ۳۷

اَلْکِذْبُ یَنْقُصُ الرِّزْقَ.

جھوٹ رزق کو کم کر دیتا ہے۔

☆......☆......☆

منافق کون؟

عبادات کے باطنی اثرات کو قبول کئے بغیر صرف ظواہر پر عمل کر کے کوئی انسان ایمان کے دائرے میں داخل نہیں ہوسکتا۔ انسان نماز پڑھتا رہے اور برائیاں کرتا رہے، روزے رکھے لیکن خوفِ خدا پیدا نہ ہو تو ایسے نماز و روزے سے کیا حاصل؟

حدیث ۳۸

ثَلاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ فَهُوَ مُنَافِقٌ وَ اِنْ صَامَ وَ صَلّٰى وَ زَعَمَ اَنَّهُ مُسْلِمٌ: اِذَا حَدَّثَ كَذِبَ وَ اِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَ اِذَا ائْتُمِنَ خَانَ.

تین صفات جس میں پائی جائیں وہ منافق ہے اگرچہ وہ روزے رکھے اور نماز پڑھے اور یہ سمجھتا ہے کہ وہ مسلمان ہے:

۱۔ جب باتیں کرے تو جھوٹ بولے،

۲۔ جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور

۳۔ جب امانت سونپی جائے تو خیانت کرے۔

☆......☆......☆

وفائے عہد

موجودہ معاشرے میں عہد شکنی ایک عام اور معمولی سی بات ہے جبکہ دینی احکامات میں وفائے عہد ان اہم اور چیدہ مسائل میں شامل ہے جس کی پابندی کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ رسول صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

حدیث ۳۹

لَا دِيْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ.

جس کے عہد و پیمان کا بھروسہ نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔

لباس شہرت

آج کی روزمرہ زندگی میں مادی مسابقت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ہر ایک خاص طور پر ہماری خواتین یہ چاہتی ہیں کہ رہن سہن، رکھ رکھاؤ، لباس، گھریلو اشیاء میں وہ دوسروں سے آگے ہوں۔ وہ دکھا سکیں کہ ان کا معیارِ زندگی بلند ہے۔ قیمتی

لباس پہن کر محافل میں شرکت کی جاتی ہے اور اس پر فخر کیا جاتا ہے۔ کوئی لباس شہرت پہنے اور اس پر فخر کرے تو اس کا انجام کیا ہوگا؟ اس بارے میں آپؐ فرماتے ہیں:

حدیث ۴۰

مَنْ لَبِسَ ثَوْباً فَاخْتَالَ فِيْهِ خَسِفَ اللّٰهُ بِهِ مِنْ شَفِيْرِ جَهَنَّمَ يَتَخَلْخَلُ فِيْهَا مَادَامَتِ السَّمٰوٰاتُ وَ الْاَرْضُ.

جو انسان خاص لباس پہن کر فخر کرے تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم کے شعلوں میں گرفتار کرے گا جو اسے اس وقت تک جلائیں گے جب تک زمین و آسمان باقی ہیں۔

امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام

امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی ولادت ۱۳ رجب ۳۰ عام الفیل (۶۰۰ء) بروز جمعہ خانہ کعبہ میں ہوئی۔ خانہ کعبہ میں ولادت کا شرف آپ کا خصوصی امتیاز ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کے والد کا نام عمران اور کنیت ابوطالبؑ ہے۔ آپؑ کی والدہ فاطمہ بنتِ اسد بن ہاشم بنِ عبد مناف تھیں۔ اس لحاظ سے آپ ماں اور باپ دونوں طرف سے ہاشمی ہیں۔

امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے ۳۰ سال بعد ہوئی۔ ابتداء ہی سے آپؑ کی پرورش و تربیت آنحضرتؐ کے سایۂ عاطفت میں ہوئی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث بہ رسالت ہوئے، اس وقت حضرت علیؑ کا سن مبارک نو سال تھا۔ خانۂ کعبہ کے قریب سب سے پہلے نماز قائم کرنے والوں کی جو صف بنی اس میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ حضرت علیؑ اور جنابِ خدیجہ شریک تھے۔ دعوت ذوالعشیرہ کے موقع پر حضرت علیؑ نے کمسنی کے باوجود رسولؐ کی دعوتِ نصرت پر لبیک کہا، جس کے عوض رسالت مآبؐ نے آپ کو اپنا بھائی، وصی اور خلیفہ قرار دیا۔

حضرت علیؑ کی پوری زندگی انصارِ رسالت اور تبلیغ و قیامِ عدالت کی جدو جہد

سے عبارت ہے۔ وہ ہجرت کا پرخطر موقع ہو یا بدر و احد و خندق و حنین کا میدانِ کارزار، آپؑ نے ہر جگہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے لئے اپنی جان کی بازی لگا دی۔ حضرت علی علیہ السلام کی شجاعت، آپؑ کی وفاداری، آپؑ کا جذبۂ ایثار اور حق کے لئے ہجرت اور جہاد، یہ وہ صفات تھیں جنہوں نے آپؑ کو اللہ اور اس کے رسولؐ کا محبوب بنا دیا تھا۔

حضرت علیؑ جس طرح عدل و شجاعت میں بے مثال تھے اسی طرح علم و حکمت میں بھی اپنی نظیر آپ تھے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔" حضرت علی علیہ السلام کی علمی فضیلت، آپ کی فیصلہ کرنے کی صلاحیت اور آپؑ کے تقویٰ اور تفقہ کو تمام صحابہ نے تسلیم کیا ہے۔ حضرت عمر کا یہ قول بہت معروف ہے کہ "اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو گیا ہوتا۔"

حضرت علیؑ کا پہلا عقد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اکلوتی بیٹی سیدۃ النساء العالمین جناب فاطمۃ الزہراؑ سے سن ۲ ہجری میں ہوا۔ جناب سیدہؑ کی زندگی میں آپؑ نے کوئی دوسرا عقد نہیں کیا۔ امام حسنؑ، امام حسینؑ، جنابِ زینبؑ اور جنابِ امِ کلثومؑ حضرت علیؑ اور جناب سیدہؑ کی اولاد ہیں۔ جناب سیدہؑ کی وفات کے بعد حضرت علیؑ نے دیگر ازواج سے عقد کئے جن سے متعدد اولادیں ہوئیں۔ جن میں حضرت عباسؑ، حضرت جعفر، حضرت عبداللہ اور حضرت محمد بن حنفیہ کے اسماء قابلِ ذکر ہیں۔

حضرت علی ابن ابی طالبؑ نے حیات دنیاوی کے ۶۳ سال گزار کر ۲۱ رمضان ۴۰ ہجری کو شہادت پائی۔ آپؑ کی شہادت ابن ملجم کی ضربت سے ہوئی جس نے حالتِ نماز میں آپ کو زخمی کیا۔

امیر المومنین حضرت علی ابن طالبؑ پیغمبر خدا کے جانشین، وصی اور خلیفہ تھے۔

آپؑ کی علمی فضیلت، اخلاقی عظمت اور فضیلت ومنقبت میں متعدد حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ اسی طرح آپ کی ولایت کی سند میں قرآن کی متعدد آیات نازل ہوئیں۔ حالت رکوع میں زکوٰۃ کی ادائیگی، حکم نجویٰ پر عمل، سورۂ برأت کی تبلیغ آپؑ کا امتیازِ خصوصی ہیں۔ آپؑ نفسِ رسولؐ ہیں اس لئے آپؑ رسولؐ کے تمام کمالات (بہ استثنائے نبوت) کا آئینہ ہیں اور چونکہ جناب ختمی مرتبتؐ کے کمالات میں تمام انبیاء کے کمالات شامل ہیں اس لئے حضرت علیؑ بھی تمام انبیاءؑ کے کمالات کا مظہر ہیں۔ آپ وجہ اللہ ہیں۔ آپؑ کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ آپؑ کا ذکر عبادت ہے اور آپ کی محبت کے بغیر عبادت، عبادت نہیں ہے۔

موقع سے فائدہ اٹھانا

جوانی اور صحت خداوند عالم کی عظیم نعمتیں ہیں۔ ان دونوں حالتوں میں انسان اپنے کام بہتر طور پر انجام دے سکتا ہے۔ بڑھاپے اور بیماری میں جسم کمزور پڑ جاتا ہے اور جسمانی قوتیں جواب دے جاتی ہیں۔ لہذا زندگی کا کوئی بھی کام ہو، عبادت ہو یا ریاضت، حصول علم یا حصول معاش، اس کا بہترین وقت جوانی اور بہترین موقع صحت وسلامتی ہے۔ اسی لئے امیر المومنین علیؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱

بَادِرْ شَبَابَکَ قَبْلَ هَرَمِکَ، وَ صِحَّتَکَ قَبْلَ سُقْمِکَ.

بڑھاپے سے قبل جوانی اور بیماری سے پہلے صحت سے فائدہ اٹھاؤ۔

☆......☆......☆

فرصت کے اوقات

اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگ اپنے کاموں کو انجام دینے میں ٹال مٹول سے کام لیتے ہیں اور پھر فرصت کا موقع ہاتھ سے نکل جانے پر کفِ افسوس ملتے رہتے ہیں۔ اسی لئے بزرگوں نے کہا ہے کہ آج کا کام کل پر مت ٹالو۔ خاص طور پر نیکی اور

خیر کو فوراً انجام دینا چاہئے کیونکہ ممکن ہے بعد میں مصروفیت یا بیماری یا موت انسان سے نیکی کرنے کا یہ موقع چھین لے۔ چنانچہ امام علیؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲

اَلْفُرْصَةُ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ، فَانْتَهِزُوْا فُرَصَ الْخَیْرِ.

فرصت کے لمحات بادلوں کی طرح تیزی سے گزر جاتے ہیں۔ پس جب بھی خیر کا موقع ملے اسے غنیمت شمار کرو۔

☆......☆......☆

نامعلوم مستقبل

بعض لوگوں کی ناکامی کی وجہ ان کی صلاحیتوں میں کمی نہیں ہوتی بلکہ اس کی وجہ صرف یہ ہوتی ہے کہ وہ ہر وقت آنے والے کل کی فکر اور اندیشے میں ڈوبے رہتے ہیں اور کوئی کام بھی کھل کر نہیں کر سکتے۔ جس کے نتیجے میں وہ مسلسل ناکامی کا شکار رہتے ہیں۔ اس بارے میں مولا علیؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳

لَاتَحْمِلْ هَمَّ یَوْمِکَ الَّذِیْ لَمْ یَأْتِکَ عَلٰی یَوْمِکَ الَّذِیْ قَدْ أَتَاکَ.

جو دن ابھی آیا نہیں ہے (یعنی کل) اس کی پریشانیاں اس دن پر نہ لادو جو تیرے پاس آچکا ہے (یعنی آج)۔

☆......☆......☆

عقل کی کمزوری کی علامت

بہت سے لوگ اپنے معمولی یا بڑی کامیابی پر آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اور پھر

کسی کو خاطر میں نہیں لاتے۔ یہ لوگ دراصل خود پسندی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اپنی خامیاں نظر نہیں آتیں۔ جس کے نتیجے میں وہ انہیں دور کرنے کی کوشش بھی نہیں کرتے اور رفتہ رفتہ ان کی کامیابی ناکامی میں تبدیل ہو جاتی ہے اور لوگوں کے دل سے ان کی محبت دور ہو جاتی ہے۔ اسی لئے عقل مند انسان ہمیشہ اپنی خامیوں کو تلاش کرنے اور انہیں دور کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ چنانچہ امام علیؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۴

اِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ دَلَّ عَلٰی ضَعْفِ عَقْلِهِ.

اپنے آپ پر فخر کرنا اور خود پسندی کا شکار ہو جانا کمزوریٔ عقل کی علامت ہے۔

☆......☆......☆

علم و ادب کی اہمیت

اکثر اوقات یہ شکایت سننے میں آتی ہے کہ بزرگ حضرات بچوں کی سنتے نہیں ہیں۔ لیکن اچھے آداب کسی کا بھی دل جیتنے کے لئے نسخۂ کیمیا ہے۔ اس سے انسان کو عزت ملتی ہے اور اسی سے انسان کی عزت قائم رہتی ہے۔

اسی طرح سے ایک دین دار انسان علم کی کمی کی وجہ سے بے دینی کی جانب مائل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ممکن ہے ایک عابد و زاہد انسان کو یہ تک معلوم نہ ہو سکے کہ خدا کا قرب حاصل کرنے کے لئے کیا کرنا چاہئے؟ اسی لئے امیر المومنین علیؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۵

یَا مَعْشَرَ الْفِتْیَانِ حَصِّنُوْا اَعْرَاضَکُمْ بِالْاَدَبِ وَ دِیْنَکُمْ بِالْعِلْمِ.

اے جوانو! ادب کے ذریعہ اپنی عزتوں کو اور علم کے ذریعہ اپنے دین کا تحفظ کرو۔

سستی

کوشش اور محنت سے انسان کی زندگی خوشگوار ہو جاتی ہے۔ مسلسل محنت سے جہاں جسم حرکت میں رہتا ہے اور جسمانی اعضاء صحیح وسالم رہتے ہیں وہاں رزقِ حلال بھی حاصل ہوتا ہے۔ جب کہ سستی اور کاہلی سے انسان کی زندگی عذاب بن جاتی ہے، جسم بیماریوں کا شکار اور معاشی مسائل اس کو گھیر لیتے ہیں۔ اسی لئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ٦

هَيْهَاتَ مِنْ نَيْلِ السَّعَادَةِ السُّكُوْنُ اِلَى الْهُوَانِى وَ الْبَطَالَةِ.

سستی اور کاہلی میں ستانا سعادت وخوش بختی سے دوری اختیار کرنا ہے۔

☆......☆......☆

خود پرستی اور ہویٰ و ہوس کی پیروی

انسان کی زندگی محدود ہے۔ اگر وہ اپنی زندگی میں کرنے کے اہم کاموں کی ایک فہرست بنائے تو اسے محسوس ہوگا کہ زندگی کم ہے اور کام زیادہ۔ اس لئے ضروری ہے کہ انسان ایک منظّم زندگی گزارے اور فضول اور لاحاصل کاموں سے پرہیز کرے۔ بصورت دیگر وہ اسی میں مشغول رہے گا اور اہم کام رہ جائیں گے۔ امیر المومنین علیؑ اس بارے میں فرماتے ہیں:

حدیث ۷

مَنِ اشْتَغَلَ بِالْفُضُوْلِ فَاتَهُ مِنْ مُهِمِّهِ الْمَأْمُوْلِ.

جو شخص فضول کاموں میں مشغول ہو جائے وہ زندگی کے حقیقی مہم امور کہ جن کی آرزو دل میں رکھتا ہے، دور رہ جاتا ہے۔

عقل کی کمزوری

غصے میں آپے سے باہر ہو جانا، انسانی عقل کو بیکار کر دیتا ہے اور ایسی صورت میں انسان کے فیصلے بھی غلط ہوتے ہیں۔ عاقل اور سمجھ دار انسان وہ ہے جو غصے میں اپنے آپ پر قابو رکھے اور اپنی عقل پر غضب کو حاوی نہ ہونے دے۔ چنانچہ حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۸

اَلْغَضَبُ یُفْسِدُ الْاَلْبَابَ وَ یُبْعِدُ عَنِ الصَّوَابِ.

غصہ انسان کی عقل کو فاسد اور راہ صواب سے دور کر دیتا ہے۔

☆......☆......☆

عزت و شرف

دنیا میں عزت و شرافت کے کئی معیار ہیں۔ حسب نسب، مال و دولت، مقام و منصب وغیرہ لیکن اگر انسان کا اخلاق و کردار صحیح نہ ہو تو یہ سب چیزیں اپنی حیثیت کھو بیٹھتی ہیں۔ اسی لئے اصل شرافت انسان کا اچھا اخلاق ہے۔ حضرتؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۹

اَکْرَمُ الْحَسَبِ حُسْنُ الْخُلُقِ.

انسان کے لئے عظیم ترین شرف حسن اخلاق ہے۔

☆......☆......☆

سبب عزت و ذلت

اور یہی اخلاق بے عزت کو عزت دار بنا سکتا ہے۔ اور صاحب عزت کی عزت کو لوگوں کے دلوں سے کم بھی کر سکتا ہے۔ اخلاق کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر فرماتے ہیں:

حدیث ۱۰

رُبَّ عَزِیزٍ اَذَلَّهُ خُلقُهُ وَ ذَلِیلٍ اَعَزَّهُ خُلقُهُ.

متعدد صاحبانِ عزت ایسے ہیں جن کا اخلاق انہیں ذلیل کر دیتا ہے۔ اور بہت سے ایسے ذلت والے لوگ بھی ہیں جنہیں ان کا اخلاق صاحبِ عزت بنا دیتا ہے۔



جاھلانہ ضد اور سختی

جس چیز کی جتنی اہمیت ہو اتنا ہی اس کا خیال رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ انسان کسی اہم منصب پر فائز ہو تو اس منصب کی قدر و قیمت کو سامنے رکھتے ہوئے وہ احتیاط اور ذمہ داری سے کام لیتا ہے۔

انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اس سرزمین پر اللہ کا نمائندہ ہے۔ اس اہم مقام و منصب کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنی قدر و قیمت کو سمجھے اور زمین پر اللہ کی نمائندگی کا حق ادا کرے۔ لیکن اگر کوئی اپنے اس مقام و منصب سے آگاہ نہ ہو تو اس کا سارا علم ظاہری شان و شوکت تو شاید عطا کر دے لیکن اسے خدا کے پاس نہیں پہنچا سکتا۔ چنانچہ اس کا سارا علم جہل کے برابر ہے۔ امام علیؑ نے فرمایا:

حدیث ۱۱

کَفٰی بِالْمَرْءِ جَھلاً اَنْ لَایَعْرِفَ قَدْرَہُ.

مرد کی جہالت کے لئے یہی کافی ہے وہ اپنی قدر اور اہمیت سے واقف نہ ہو۔

عزت نفس اور گناہوں سے پرہیز

اور انسان اگر اپنے نفس کی کرامت اور اہمیت کو سمجھ لے تو کبھی بھی صراط مستقیم سے جدا نہیں ہوگا اور نہ گناہوں کا مرتکب ہوگا کیونکہ یہ اسے صراط مستقیم سے جدا کر دیتے ہیں اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسے خود اس کی اپنی نظر میں بھی ذلیل کر دیتے ہیں۔ امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۱۲

مَنْ کَرُمَتْ عَلَیْهِ نَفْسُهُ لَمْ یُهِنْهَا بِالْمَعْصِیَةِ.

جس نے اپنے نفس کی کرامت اور اہمیت کو سمجھ لیا وہ اسے معصیت سے ذلیل نہیں کرتا۔

☆......☆......☆

والدین اور اولاد کے زمانے کا فرق

زمانہ تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے اور کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ شریعت کی پابندیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے زمانے کا ساتھ دیا جائے۔ یہ بات اس لئے ممکن بھی ہے کہ اسلامی احکام میں ہر دور کا ساتھ دینے کی صلاحیت موجود ہے۔ لہذا اپنے بچوں کی تربیت اس طرح کی جانی چاہئے جس سے وہ اسلامی قوانین کو سمجھتے ہوئے زمانے کے ساتھ چل سکیں اور کامیابی ان کے قدم چومے۔ اس بارے میں حضرت علیؑ کا فرمان ہے:

حدیث ۱۳

لَاتَقْسِرُوْا اَوْلَادَکُمْ عَلٰی آدَابِکُمْ فَاِنَّهُمْ مَخْلُوْقُوْنَ لِزَمَانٍ غَیْرِ زَمَانِکُمْ.

اپنے زمانے کے آداب زبردستی اپنے بچوں کو نہ سکھاؤ کہ وہ تمہارے زمانے کے بجائے کسی اور زمانے کے لئے خلق کیئے گئے ہیں۔



برائیوں کا رواج

انسانی تربیت میں ماحول کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ جب کسی گھر یا معاشرے میں برائیاں جڑ پکڑ لیں تو وہاں نیکیاں اور فضائل برائیاں اور نقصان دہ شمار ہونے لگتی ہیں جبکہ رذائل اور اخلاقی برائیاں پھیلتی بھی ہیں اور منافع بخش بھی ثابت ہوتی ہیں۔ چنانچہ امام علیؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۴

اِذَا خَبُثَ الزَّمَانُ کَسَدَتِ الْفَضَائِلُ وَ ضَرَّتْ وَ نَفَقَتِ الرَّذَائِلُ وَ نَفَعَتْ.

جب اجتماعی ماحول میں خباثت آجائے اخلاقی فضائل بے اہمیت اور نقصان دہ ہوجاتے ہیں اور اخلاقی برائیاں رواج پاتی اور منافع بخش ہوجاتی ہیں۔



سزا دینے سے ہر ممکن حد تک پرہیز

دوسروں میں عیب نکالنا بذاتِ خود ایک گناہ ہے۔ جس سے نہ صرف دوسرے کی عزت خاک میں مل جاتی ہے بلکہ اس سے خود عیب نکالنے والے کی اہمیت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ عام طور پر صاحبِ اختیار انسان کسی میں عیب دیکھتا ہے تو اسے بات بات پر ٹوکنے لگتا ہے اور زیادہ بااختیار ہو تو سزا بھی دینے لگتا ہے لیکن امام علیؑ نے فرمایا:

حدیث ۱۵

لاتکُونَنَّ عَیَّاباً وَ لَاتَطلُبَنَّ لِکُلِّ زَلَّۃٍ عِتَاباً وَ لِکُلِّ ذَنبٍ عِقَاباً.

لوگوں کی عیب جوئی نہ کرو اور ہر غلطی پر سرزنش نہ کرو اور نہ ہر گناہ پر سزا دو۔

☆......☆......☆

حد سے زیادہ روک ٹوک

تنقید اور سزا کا اصل مقصد یہ ہے کہ انسان غلط کام نہ کرے لیکن بات بات پر ٹوکنے اور ہر چھوٹی بڑی غلطی پر سزا دینے سے نہ صرف وہ اس غلطی سے رکتا نہیں ہے بلکہ وہ ڈھیٹ بھی بنتا جاتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ اس پر بڑی سے بڑی سزا بھی اثر انداز نہیں ہوتی ہے۔ اس بارے میں مولا علیؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۶

اَلاِفرَاطُ فِی المَلَامَۃِ یَشُبُّ نَارَ اللَّجَاجَۃِ.

حد سے زیادہ ملامت کرنے سے ضد کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔

☆......☆......☆

کھلے عام نصیحت

جب انسان کو اس کی کسی غلطی کے سبب سب کے سامنے ذلیل کر دیا جائے تو وہ اور بگڑ جاتا ہے۔ اسی لئے نصیحت بھی تنہائی میں ہی کرنی چاہئے۔ بصورت دیگر کیا ہوگا؟ امام علیؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۷

اَلنُّصحُ بَینَ المَلَاِ تَقرِیعٌ.

لوگوں کے سامنے کسی کو نصیحت کرنا اس کی شخصیت کو توڑنا ہے۔

مانگنے کی مذمت

کہتے ہیں کہ دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ کے اوپر ہوتا ہے۔قناعت ایک ایسا زیور ہے جو انسان کی عزت و وقار کو بڑھاتا ہے۔ اس لئے جتنا ممکن ہو سکے انسان قناعت کرے اور دوسروں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے کیونکہ دوسروں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنا انسان کی عزت و ہیبت کو ختم کر دیتا ہے۔ حضرت علیؑ کا ارشاد گرامی ہے:

حدیث ۱۸

اَلْمَسْئَلَةُ طَوْقُ الْمَذَلَّةِ تَسْلُبُ الْعَزِيْزَ عِزَّهُ وَ الْحَسِيْبَ حَسَبَهُ.

(بھیک) مانگنا ایسا ذلت کا طوق ہے جو صاحبِ عزت سے اس کی عزت اور صاحب حسب سے اس کا حسب چھین لیتا ہے۔

☆......☆......☆

احمق کی صحبت سے پرہیز

احمق انسان جہاں اپنی حماقتوں سے خود ذلیل و رسوا ہوتا ہے وہاں اپنے ساتھ رہنے والوں کے لئے بھی رسوائی کا سبب بنتا ہے۔ اس لئے احمق اور بیوقوف کی دوستی سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۹

صَدِيْقُ الْاَحْمَقِ فِيْ تَعَبٍ.

احمق انسان کا دوست تکلیف میں رہتا ہے۔

☆......☆......☆

عالم بے عمل

حصول علم کا اصل مقصد یہ ہے کہ انسان قربِ خدا حاصل کرے کیونکہ جتنا علم بڑھتا ہے انسان اپنی ناتوانی اور کمی کا احساس کرتا ہے اور یہی احساس اس کے غرور اور تکبر کو ختم کر دیتا ہے اور اسے ایک ایسی ذات کی جانب بڑھاتا ہے جو کہ توانا اور کامل ہے۔ لیکن اگر یہی علم غرور و تکبر پیدا کر دے اور وہ یہ سمجھنے لگے کہ وہ طاقتور اور کامل ہو گیا ہے تو یہی احساس اسے خدا سے دور کر دے گا اور یہی انسان کی ہلاکت ہے۔ اس بارے میں آپؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۰

رُبَّ عَالِمٍ قَتَلَهُ عِلْمُهُ.

بہت سے عالم ایسے ہیں جن کو ان کا علم ہلاک کر دیتا ہے۔

☆......☆......☆

گناھوں کے اثرات

عام طور پر ہر گناہ باعثِ لذت ہوتا ہے لیکن اس کے برے اثرات بھی انسان پر مرتب ہوتے ہیں۔ گناہ سے بچنے کا بھی یہی فلسفہ ہے کہ انسان اس کے دوررس مضر اثرات سے محفوظ رہ سکے۔ کیونکہ لذت تو جلدی ختم ہو جاتی ہے لیکن اس کے اثرات باقی رہتے ہیں۔ اسی لئے مولاؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۱

اُذْكُرُوا عِنْدَ الْمَعَاصِي ذَهَابَ اللَّذَّاتِ وَ بَقَاءَ التَّبِعَاتِ.

جب گناہ کرنے لگو تو یاد کرو کہ گناہ کی لذت بہت جلد ختم ہو جائے گی اور اس کے برے اثرات باقی رہیں گے۔

لذت باعث ندامت

جس طرح ذرا سی بد پرہیزی سے حاصل ہونے والی لذت انسان کو کئی دنوں اور مہینوں کے لئے بیمار ڈال دیتی ہے۔ اسی طرح مختصر سی شہوت انسان کیلئے مستقل تکلیف کا باعث بن جاتی ہے اور ساتھ ہی اسے دوسروں کے سامنے ذلیل و رسوا بھی کر دیتی ہے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۲

لَا خَیْرَ فِیْ لَذَّةٍ تُوْجِبُ نَدَماً وَ شَهْوَةٍ تُعْقِبُ أَلَماً.

اس لذت میں کوئی خوبی نہیں جو ندامت کا سبب ہو اور نہ اس شہوت میں کوئی خوبی ہے جس کے بعد تکلیف ہو۔

☆......☆......☆

بے غرض انسان دوستی

انسان چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر ہمیشہ اپنی رحمتیں برساتا رہے۔ اس کے لئے حضرت علیؑ نے کامیاب ترین طریقہ بتایا ہے۔

حدیث ۲۳

اَبْلَغُ مَا تَسْتَدِرُّ بِهِ الرَّحْمَةُ اَنْ تُضْمِرَ لِجَمِیْعِ النَّاسِ الرَّحْمَةَ.

کامیاب ترین چیز کہ جس سے تم رحمت الٰہی کو اپنی جانب کھینچ سکتے ہو یہ ہے کہ تم اپنے دل میں تمام انسانوں کے لئے رحمت کے جذبات رکھو۔

☆......☆......☆

تکلیف اپنے لئے آرام دوسروں کے لئے

عام لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ان کو کوئی تکلیف نہ ہو اگر چہ دوسرے ان کی وجہ سے مشکل میں پڑ جائیں۔ لیکن مومن کے بارے میں علی فرماتے ہیں:

حدیث ۲۴

اَلْمُؤْمِنُ مِنْ نَفْسِهِ فِیْ تَعَبٍ وَ النَّاسُ مِنْهُ فِیْ رَاحَةٍ.

مومن انسان اپنے نفس کو تو سختی میں ڈالتا ہے اور لوگ اس سے آرام و سکون میں رہتے ہیں۔

☆......☆......☆

بہترین شفیع

گناہ گار انسان گناہ کرنے کے بعد شفیع کی تلاش میں رہتا ہے۔ امیر المومنین علی ایسے شخص کی رہنمائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حدیث ۲۵

لَاشَفِیْعَ اَنْجَحُ مِنَ التَّوْبَةِ.

توبہ سے زیادہ کامیاب کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہے۔

لوگوں کی محبت حاصل کرنے کا طریقہ

ہر انسان یہ چاہتا ہے کہ لوگ اس سے محبت کریں، اس کی عزت و احترام کریں۔ خوفِ خدا اس بات کا سبب بنتا ہے کہ انسان اس کے احکامات کی پابندی کرے۔ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کی بھی پابندی کرے۔ یہ خوفِ خدا اور دین پر عمل انسان کو محبوب بنا دیتا ہے۔ حضرت علی فرماتے ہیں:

حدیث ۲۶

مَنِ اتَّقَی اللّٰہَ اَحَبَّہُ النَّاسُ.

جو اللہ سے ڈرے لوگ اس سے محبت کرتے ہیں۔

☆......☆......☆

مودت اور محبت

کسی سے انسیت، مودت اور محبت دل میں رکھنا کافی نہیں ہے بلکہ مودت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان زبان سے اس کا اظہار کرے اور محبت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان جس سے محبت کر رہا ہے اس کے کردار و عمل کو اپنے لئے نمونۂ عمل قرار دے۔ اگر اس کے اور اس کے محبوب کے عمل میں ہم آہنگی پائی جائے تو اسی محبت کو حقیقی محبت کہا جائے گا۔ چنانچہ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۲۷

اِنَّ الْمَوَدَّۃَ یُعَبِّرُ عَنْھَا اللِّسَانُ وَ عَنِ الْمَحَبَّۃِ الْعَیَانُ.

بلاشبہ مودت کا پتہ زبان دیتی ہے اور محبت کا اظہار مشاہدے سے ہوتا ہے۔

☆......☆......☆

برے ساتھی سے پرہیز

ہم سفر اور پڑوسی انسان کے اخلاق و کردار پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اگر ہم سفر اور پڑوسی اچھے ہوں تو اچھی تربیت میں معاون و مددگار ہوتے ہیں۔ اس کے برخلاف برے کردار اور اخلاق کے مالک ہوں تو ان کی برائی دوسروں میں رسوخ کرتی ہے۔ اسی لئے مولا علی فرماتے ہیں:

حدیث ۲۸

سَلُ عَنِ الرَّفِیُقِ قَبُلَ الطَّرِیُقِ وَ عَنِ الُجَارِ قَبُلَ الدَّارِ.

سفر سے پہلے ہم سفر اور گھر سے پہلے پڑوسی کے بارے میں چھان بین کرلو۔

☆......☆......☆

حقیقی محرومی

فقر و غربت کے بہت سے اسباب ہو سکتے ہیں لیکن بنیادی سبب انسان کی سستی اور کاہلی ہے۔ اگر انسان صحیح سمت میں کوشش اور جدوجہد کرے تو خدا اپنے رزق کے دروازے اس پر کھول دے گا۔ چنانچہ علیؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۹

مِنُ سَبَبِ الُحِرُمَانِ اَلتَّوَانِی.

محرومیت کا ایک سبب سستی ہے۔

☆......☆......☆

نصیحت

آج کے دور میں اگر کسی کو نصیحت کی جائے تو اُسے بری لگتی ہے چاہے وہ اس کے فائدے ہی کی بات کیوں نہ ہو۔ حضرت علیؑ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حدیث ۳۰

کَیُفَ یَنُتَفِعُ بِالنَّصِیُحَةِ مَنُ یَلُتَذُّ بِالُفَضِیُحَةِ.

جو رسوائی اور بدنامی سے لذت حاصل کرے وہ کیسے نصیحت سے ہدایت پا سکتا ہے۔

ایمان کی حقیقت

مومن کی اصطلاح ہمارے معاشرے میں عام ہے۔ ہر کس و ناکس کو مومن کہہ دیا جاتا ہے۔ کوئی معرفت رکھے نہ رکھے، عمل کرے نہ کرے، مومن ہے۔ لیکن مومنین کے مولا جن کی ہر بات ہمارے لئے حرفِ آخر ہے، جب آپؑ سے ایمان کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا:

حدیث ۳۱

سُئِلَ عَنِ الْاِیْمَانِ: فَقَالَ: اَلْاِیْمَانُ مَعْرِفَةٌ بِالْقَلْبِ وَ اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَ عَمَلٌ بِالْاَرْكَانِ.

آپؑ سے ایمان کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا:

ایمان دل سے معرفت، زبان سے اقرار اور اعضاء و جوارح سے عمل کا نام ہے۔

☆......☆......☆

تعجب کی بات

انسان ذرا سی قوت اور تھوڑی سی قدرت حاصل کرتا ہے تو یہ سمجھنے لگتا ہے کہ وہ صاحبِ اختیار ہو گیا ہے لیکن درحقیقت اس انسان کو نہ تو اپنے دل کی دھڑکن پر اختیار ہے اور نہ ہی اپنی سانسوں پر۔ یعنی انسان اپنی زندگی پر کوئی قدرت نہیں رکھتا اس کے باوجود بڑی بڑی آرزوئیں رکھتا ہے۔ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۳۲

عَجِبْتُ لِمَنْ لَا یَمْلِکُ اَجَلَهُ کَیْفَ یُطِیْلُ اَمَلَهُ.

تعجب ہے اس انسان پر جو اپنی موت پر تو قادر ہے نہیں پھر بھی لمبی آرزوئیں کرتا ہے۔



☆......☆......☆

عمل میں اخلاص .... کیسے ؟

عمل کی اہمیت اخلاص سے ہے۔ جتنا اخلاص زیادہ ہوگا اتنی ہی عمل کی قدر و قیمت زیادہ ہوگی۔ لیکن اصل سوال یہ ہے کہ عمل میں اخلاص کیسے پیدا کیا جائے؟

عمل میں خلوص اس وقت پیدا ہوتا ہے جب انسان شک و تردید سے نکل کر صحیح معرفت حاصل کر لے۔ اللہ تعالی کی الوہیت، خالقیت اور ربوبیت پر یقین حاصل کرے اور اس کے بعد صحیح نیت کے ساتھ عمل انجام دے۔

حدیث ۳۳

اِخلاصُ العَمَلِ مِنْ قُوَّةِ الیَقِینِ وَ صَلاحِ النِّیَّةِ.

عمل میں اخلاص یقین کی قوت اور نیت کی درستگی سے پیدا ہوتا ہے۔

احسان

نیکی اور احسان سے جہاں دوسروں کو فائدہ پہنچتا ہے، وہاں خود احسان کرنے والا بھی فائدہ اٹھاتا ہے اور وہ یہ کہ اس کی عزت و تکریم معاشرے میں بڑھ جاتی ہے۔ اسی لئے امیر المومنین علیؑ کا ارشاد ہے:

حدیث ۳۴

انک ان احسنت فنفسک تکرم و الیھا تحسن.

بے شک اگر تم نے نیکی کی تو خود کو ہی عزت دار بنایا اور اپنے ساتھ ہی نیکی کی۔

بھترین زھد

انسان کا خلوص اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب وہ اپنے عمل اور زہد کو لوگوں سے پوشیدہ رکھے۔ کیونکہ یہ اس بات کی علامت ہوگی کہ اس نے یہ عمل صرف اور صرف اپنے پروردگار کے لئے انجام دیا ہے۔ اسی لئے مولا علیؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۵

اَفۡضَلُ الزُّهۡدِ اِخۡفَآءُ الزُّهۡدِ.

بہترین زہد، زہد کو خفیہ رکھنا اور اس کا اظہار نہ کرنا ہے۔

☆......☆......☆

گناھوں کا کفارہ

گناہ گار انسان کبھی اپنے گناہوں پر نادم نظر آتا ہے۔ پروردگار کے حضور صدق دل سے توبہ کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اپنے گزشتہ گناہوں کا کفارہ ادا کرے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۶

مِنۡ كَفَّارَاتِ الذُّنُوۡبِ الۡعِظَامِ اِغَاثَةُ الۡمَلۡهُوۡفِ وَ التَّنۡفِيۡسُ عَنِ الۡمَكۡرُوۡبِ.

بڑے بڑے گناہوں کا کفارہ یہ ہے کہ کسی ستم رسیدہ انسان کی فریادرسی کرے اور رنج دیدہ انسان کے غم کو دور کرے۔

☆......☆......☆

نعمتوں پر ناشکری

پروردگارِ عالم نے یہ اخلاقی نظام بنا دیا ہے کہ نعمتوں میں اضافہ شکر ہی کے ذریعہ ممکن ہے۔ اسی لئے قرآن میں فرمایا ہے کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں (نعمتوں میں) اضافہ کروں گا۔

آج کے دور کا مصروف انسان بڑی بڑی نعمتوں پر خدا کا شکر ادا نہیں کرتا اور جب نعمتیں اس سے چھن جاتی ہیں تو پھر پریشان ہوتا ہے کہ کیا کروں؟

حدیث ۳۷

اِذا وَصَلَتْ اِلَیْکُمْ اَطْرَافُ النِعَمِ فَلاَ تُنَفِّرُوْا اَقْصَاھَا بِقِلَّةِ الشُّکْرِ.

جب نعمتوں کا رخ تمہاری طرف ہو تو ناشکری کے ذریعہ انہیں اپنے تک پہنچنے سے دور نہ کرو۔

☆......☆......☆

اخلاق اور رزق

انسان کا اچھا اخلاق صرف ظاہری طور پر ہی اسے اچھا نہیں بناتا بلکہ اسے مادی فوائد بھی اس حسنِ اخلاق سے حاصل ہوتے ہیں۔ چنانچہ مولاؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۸

فِیْ سَعَةِ الْاَخْلَاقِ کُنُوْزُ الْاَرْزَاقِ.

اخلاق کی وسعت میں رزق کے خزانے پوشیدہ ہیں۔

☆......☆......☆

بلاؤں کو دور کرنا

ہر انسان پریشانیوں اور مشکلات سے رہائی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اسے ان مشکلات سے رہائی حاصل کرنے کے لئے جہاں دوسرے اسباب فراہم کرنے چاہئیں وہاں ان کو دور کرنے کا ایک سبب دعا بھی ہے۔ چنانچہ مولا امیر المومنین علیؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۹

اِدْفَعُوْا اَمْوَاجَ الْبَلاءِ بِالدُّعَاءِ.

دعا کے ذریعہ بلاؤں کو دور کرو۔

☆......☆......☆

دعا

حدیث ۴۰

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ رَمَزَاتِ الْاَلْحَاظِ، وَ سَقَطَاتِ الْاَلْفَاظِ، وَ شَهَوَاتِ الْجَنَانِ وَ هَفَوَاتِ اللِّسَانِ.

خدایا آنکھوں کے طنزیہ اشارات، دہن کے ناشائستہ کلمات، دل کی بیجا خواہشات اور زبان کی ہرزہ سرائیوں کو معاف کردے۔

جناب فاطمه زهرا سلام الله علیها

پروردگارِ عالم نے اپنے حبیب کو عالمین کے لئے رحمت بنایا، عالمین کی تخلیق اور اس کی بقا کا وسیلہ حضور ہی ہیں لیکن خود جناب رحمت للعالمینؐ پر اللہ کی سب سے بڑی رحمت آپ کی عصمت مآب دختر ہیں جن کے ذریعے نسلِ رسالت کا تسلسل اور کارِ رسالتؐ کا تواتر قائم ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ اکلوتی صاحبزادی جن کا نام نامی فاطمہؑ، لقب زہرا، بتول، سیدہ، طاہرہ، معصومہ اور کنیت ام الحسنینؑ اور امِ ابیہا ہے، بعثت کے پانچویں سال ۲۰ جمادی الثانی کو اس دنیا میں تشریف لائیں۔ آپ کی والدۂ گرامی جنابِ خدیجہؑ تھیں جو اپنی دولت کے لحاظ سے ملیکۃ العرب اور کردار کی پاکیزگی کے لحاظ سے طاہرہ کہلاتی تھیں۔ اسلام کا تبلیغی مشن جناب خدیجہؑ کی دولت کا مرہونِ منت ہے۔ تبلیغِ اسلام کے ابتدائی عہد میں جنابِ خدیجہ نے جس طرح پیغمبرؐ کی حمایت فرمائی اس کے متعلق خود حضورؐ کا یہ قول ہے کہ جب لوگوں نے میری تکذیب کی تو انھوں نے تصدیق کی، جب لوگ کافر تھے تو وہ اسلام لائیں اور جب میرا کوئی مددگار نہ تھا تو انھوں نے میری مدد کی۔ جنابِ سیدہؑ نے وراثت میں ماں کی دولت تو نہ پائی کہ وہ پہلے ہی راہِ خدا میں خرچ ہو چکی تھی البتہ خدیجہؑ کا جذبۂ ایثار و وفا آپؑ کی وراثت ٹھہرا۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت للعالمین اور خاتم النبیینؐ ہیں۔ انسانیت کی بقا و فلاح کا راز آپؐ ہی کے اسوۂ حسنہ کی پیروی میں مضمر ہے، لیکن صنف نسواں کے مخصوص حقوق و فرائض جیسے بیٹی، زوجہ اور ماں کے کردار کا عملی نمونہ پیش کرنے کے لئے اسی صنف میں سے کسی ایسی پاکیزہ ہستی کی ضرورت تھی جس کا عمل بمنزلۂ عملِ رسولؐ ہو۔ چنانچہ مشیت الٰہی نے آنحضرتؐ کی پارۂ جگر جنابِ فاطمہؑ کو اس مقصد کے لئے چنا اور ان کا عمل عورتوں کے لئے نمونہ اور معیار قرار پایا۔

جنابِ سیدہؑ بچپن ہی سے اپنے والد کی غمگساری اور حمایت میں مصروف رہیں۔ جب مکہ کے شر پسند حضورؐ کو ایذاء پہنچاتے تو چاہنے والی بیٹی اپنے باپ کی مصیبت پر دل گرفتہ ہو جاتی۔ ایسے عالم میں حضورؐ اپنی پارۂ جگر کو تسلی دیتے کہ بیٹی پریشان نہ ہو۔ ایک دن میرے دشمن مغلوب ہوں گے اور خدا میرے دین کو سربلند کرے گا۔

ہجرت کے دوسرے سال آنحضرتؐ نے اللہ کے حکم سے آپ کا عقد حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کے ساتھ فرمایا۔ حضرت علیؑ اور جناب سیدہ دونوں تربیتِ رسولؐ کا شاہکار تھے۔ حضورؐ مردوں میں سب سے زیادہ حضرت علیؑ اور عورتوں میں سب سے زیادہ جنابِ فاطمہؑ سے محبت فرماتے تھے۔ عقد کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی، خدایا ان دونوں کو برکت دے، ان دونوں کی نسل کو پاکیزہ رکھ، ان کو رحمت کی کنجیاں اور حکمت کی کانیں عطا فرما اور امت کے لئے ان دونوں کو باعث امن و امان بنا۔ تاریخ سے آگاہی رکھنے والے جانتے ہیں کہ

اللہ کے رسولؐ کی یہ دعا کس جامعیت وکمال کے ساتھ مقبول ہوئی۔

جنابِ فاطمہؑ کی زندگی طبقۂ نسواں کے لئے ایک مثالی نمونہ ہے۔عورت کی شخصیت کی تین بنیادی جہتیں ہیں یعنی بیٹی، زوجہ اور ماں۔ جنابِ سیدۃ خاتم الانبیاءؐ کی بیٹی، امیر المومنینؑ کی زوجہ اور سیدا شباب اہل الجنہ کی والدہ ہیں۔ان تینوں نسبتوں سے اور کوئی عورت آپؑ کی ہمسر وشریک نہیں۔اس کے ساتھ ساتھ بیٹی، زوجہ اور ماں کی حیثیت سے اللہ اور رسولؐ کے احکامات کے مطابق اپنے والد کی خدمت واطاعت اپنے شوہر کی غمگساری اور رفاقت اور اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت فرما کر عالمین کی عورتوں کے لئے ایک قابلِ رشک معیار قائم فرمایا۔

اسلام نے انسانوں کو آزادی اور مساوات کا جو درس دیا ہے، اس میں عورتوں کے حقوق واحترام کی بڑی اہمیت ہے۔اسلام نے معاشرے کی اکائی بیت یعنی گھر کو قرار دیا اور بیت کی تنظیم کا مرکز عورت کو بنایا۔جناب سیدہؑ نے اپنے کردار وعمل سے جس گھر کو آراستہ فرمایا اس سے اللہ نے ہر برائی کو دور کر کے اس طرح مطہر کیا جو حق ہے طہارت کا۔ جنابِ سیدہؑ کی مرکزی حیثیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلبیتؑ نبوت کا تعارف آپؑ ہی کے حوالے سے کرایا اور آپؑ کو معدنِ رسالتؐ قرار دیا۔

اسلام نے جس غیر طبقاتی معاشرے کی تعلیم فرمائی ہے، جنابِ سیدہ کی زندگی اس کا نمونہ تھی۔ ۷ ھ میں فتحِ خیبر کے بعد جنابِ فضہ آپ کی کنیزی میں آئیں لیکن آپؑ نے فضہ کے ساتھ ایک رفیق کار کا سا عمل رکھا۔گھر کا کام ایک دن فضہ کرتیں تو دوسرے دن سارے امور آپؑ خود ہی بجا لاتیں۔آپؑ کو چکی

پینے، پانی بھرنے یا جھاڑو دینے میں کوئی عار نہ تھا۔ ایک دن پیغمبر اسلامؐ نے دیکھا کہ آپؑ بچے کو گود میں لئے چکی پیس رہی ہیں تو فرمایا: ''بیٹی ایک کام فضہ کے حوالے کردو۔'' جناب فاطمہ نے عرض کیا: ''بابا آج فضہ کے کام کی باری نہیں ہے۔''

ایک موقعہ پر آپؑ نے حضورؐ سے ایک خادمہ طلب فرمائی، حضورؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک ایسی چیز عطا کرتا ہوں جو خادمہ سے بدرجہا بہتر ہے۔ پھر حضورؐ نے آپؑ کو اس تسبیح کی تعلیم فرمائی جو تسبیحِ فاطمہ کے نام سے موسوم ہے۔

آپؑ کی فضیلت میں متعدد آیات و احادیث نقل کی جاتی ہیں۔ آیۂ تطہیر، مباہلہ اور آیۂ مودت، آپؑ کی طہارت و عطرت، آپؑ کی صداقت اور رسولؐ کے ساتھ آپ کی قرابت پر سَنَد ہیں۔ حضورؐ نے آپؑ کو اپنا جزو، آپؑ کی خوشی کو اپنی خوشی اور آپؑ کی ناراضگی کو اپنی ناراضگی قرار دیا ہے۔ آپؑ کو سیدہ نساء العالمین کی سند بھی زبانِ رسالتؐ ہی سے ملی ہے۔ جب آپؑ اپنے والد سے ملنے تشریف لے جاتیں تو جنابِ ختمی کھڑے ہو کر استقبال فرماتے۔ جنابِ سیدہؑ کو بھی اپنے والد سے بے انتہا محبت تھی۔ جنابِ رسالت مآب کے بعد آپؑ کی زندگی درد و غم کا مرقع بن گئی۔ بالآخر ۱۳ جمادی الاول (اور بعض روایات کے مطابق ۳ جمادی الثانی) ۱۱ھ کو آپؑ نے سفرِ آخرت اختیار فرمایا۔

شریکِ حیات کا اخلاق

گھریلو زندگی کی حیات اور تازگی کا سہرا ہماری جفاکش اور وفاشعار مشرقی عورت کے سر ہے۔ وہی اس گھریلو زندگی کو بہترین نظم وضبط کے ساتھ چلاتی ہے۔ اسی کی مہربانی، ایثار، قربانی اور خدمت گھر کو جنت بنادیتی ہے۔ عورت گلشن حیات کا وہ تر و تازہ اور مہکتا پھول ہے کہ جس کا نظارہ اور خوشبو تھکاوٹ کو دور، خستہ حالی کو شادابی اور شوہر کے پریشان حال دل کو مطمئن کردیتی ہے۔

ایک دن حضرت علیؑ نے فرمایا: ''اے فاطمہؑ کیا گھر میں کچھ کھانے کو ہے؟''

گھر میں جو کھانا تھا وہ ایک دن پہلے کھایا جاچکا تھا اس لئے بی بی نے انکار کیا تو امامؑ نے فرمایا: ''فاطمہؑ! مجھے کیوں نہیں بتایا تا کہ میں کھانے کا انتظام کرتا؟'' جناب فاطمہؑ نے فرمایا:

حدیث ۱

یَا اَبَا الْحَسَنِ اِنِّی لَأَسْتَحْیِیْ مِنْ اِلٰھِی اَنْ اُکَلِّفَ نَفْسَکَ مَا لَاتَقْدِرُ عَلَیْهِ.

اے ابوالحسن! مجھے اپنے پروردگار سے حیا آتی ہے کہ میں آپ سے اس چیز کی درخواست کروں کہ جسے پورا کرنے کی آپ میں (مالی) استطاعت نہ ہو۔

خالص عبادت

ہر چیز کی ایک زینت ہوتی ہے۔عبادت اور تمام انسانی افعال کی زینت 'خلوص' ہے۔خلوص ہی سے عبادت کو اوج اور عظمت حاصل ہوتی ہے۔ جو شخص اپنی عبادات کو (حرص، طمع، شرک و ریا اور تمام روحانی کثافتوں سے) خالص کر کے خدا کے لیے بجا لائے گا اللہ عزوجل اس کی (تمام مادی و معنوی) مصلحت کو بہترین طریقے سے اس کی جانب نازل فرمائے گا۔ چنانچہ جناب فاطمہؑ فرماتی ہیں:

حدیث ۲

مَنْ اَصْعَدَ اِلَی اللّٰہِ خَالِصَ عِبَادَتِہِ اَھْبَطَ اللّٰہُ عَزَّ وَ جَلَّ اِلَیْہِ اَفْضَلَ مَصْلَحَتِہِ.

جو شخص اپنی خالص عبادت اللہ کی جانب بھیجے گا، تو پروردگار اس کی بہترین مصلحت اس کی طرف بھیجے گا۔

☆......☆......☆

حسن سلوک کا اجر

خندہ پیشانی اور شادابی و مسکراہٹ کے ساتھ ملاقات کرنا ہمیشہ مفید ہے۔ حضرت فاطمہؑ فرماتی ہیں:

حدیث ۳

بِشْرٌ فِیْ وَجْہِ الْمُؤْمِنِ یُوْجِبُ لِصَاحِبِہِ الْجَنَّۃَ وَ بِشْرٌ فِیْ وَجْہِ الْمُعَانِدِ الْمُعَادِیْ یَقِیْ صَاحِبَہُ عَذَابَ النَّارِ.

مؤمن کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنے کی جزا جنت ہے اور دشمن اور

جھگڑالو قسم کے افراد کے ساتھ خوش اخلاقی انسان کو آگ کے عذاب سے نجات دلاتی ہے۔



حضرت فاطمہؑ کی نظر میں شادی

اسلام نے دور جہالت کے افکار و عقائد پر خط بطلان کھینچتے ہوئے شوہر کے انتخاب میں باپ اور بیٹی کے درمیان تبادلۂ خیالات اور مشورے کا حکم دیا ہے، تا کہ ایک عورت علم وشعور کے ساتھ اپنے لیے شریک حیات کا انتخاب کرے۔ اسی تربیتی اور نفسیاتی نکتے کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے پیغمبر اسلامؐ نے جب حضرت فاطمہؑ سے شادی کے متعلق مشورہ طلب کیا تو آپؑ زیرِ لب مسکراہٹ کے ساتھ گویا ہوئیں۔ ''میں اس بات سے راضی ہوں کہ اللہ میرا پروردگار ہے اور اے پدر گرامی آپ میرے پیغمبر اور میرے چچازاد علیؑ میرے شوہر اور امام ہوں۔

شادی کے بعد جب رسول اکرمؐ نے حضرت فاطمہؑ سے سوال کیا: بیٹی تم نے اپنے شوہر کو کیسا پایا؟ تو آپؑ نے فرمایا:

حدیث ۴

یَا اَبَۃَ خَیْرَ زَوْجٍ

بابا جان میں نے (علیؑ کو) بہترین شوہر پایا۔

(جو ہر کام خصوصاً خدا کی عبادت میں میرے مددگار و معاون ہیں)



علیؑ کی پہچان

ابوالدرداء نے بی بی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ میں نے علیؑ کو سجدے کی حالت میں دیکھا ہے وہ کوئی جواب نہیں دیتے، خدانخواستہ شاید اس دنیا سے گزر چکے ہیں۔ جناب فاطمہ زہراؑ نے اطمینان سے فرمایا:

حدیث ۵

هِيَ وَ اللّٰهِ الْغَشْيَةُ الَّتِيْ تَأْخُذُهُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ.

خدا کی قسم علیؑ کی یہ حالت ایک قسم کی بے ہوشی ہے جو خوفِ خدا کی وجہ سے ان پر طاری ہو جاتی ہے۔

☆......☆......☆

ازدواجی زندگی کا آغاز

شادی ایک نئی زندگی کا آغاز ہے۔ اس مشترکہ زندگی کی خوشی میں لوگ انواع و اقسام کے گناہوں میں مبتلا ہو کر اس زندگی کی ابتداء میں جو معنویت خدا نے رکھی ہے اسے ضائع کر دیتے ہیں اور زندگی میں ایک بار آنے والی اس خوشی میں ہر قسم کے گناہوں کو اپنے لیے جائز سمجھ لیتے ہیں۔

ہمیں دیکھنا چاہئے کہ دنیا کی تمام خواتین اور خصوصاً مسلمان عورتوں کے لئے نمونۂ عمل جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا اس اہم موقع پر کیا انداز ہے؟ ہمیں توجہ دینی چاہئے کہ آپ اپنی مشترکہ زندگی کا آغاز کس طرح کر رہی ہیں؟

حضرت علیؑ نے دیکھا کہ شب ازدواج حضرت فاطمہؑ بہت پریشان اور مضطرب ہیں۔ حضرت علیؑ نے پوچھا: ''اے فاطمہؑ آپ پریشان کیوں ہیں؟'' فرمایا:

حدیث۶

تَفَکَّرْتُ فِیْ حَالِیْ وَ اَمْرِیْ عِنْدَ ذِهَابِ عُمْرِیْ وَ نُزُوْلِیْ فِیْ قَبْرِیْ فَشَبَّهْتُ دُخُوْلِیْ فِیْ فِرَاشِیْ بِمَنْزِلِیْ کَدُخُوْلِیْ اِلیٰ لَحْدِیْ وَ قَبْرِی فَاُنْشِدُکَ اللّٰهَ اِنْ قُمْتَ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَنَعْبُدُ اللّٰهَ تَعَالیٰ هٰذِهِ اللَّیْلَةَ ....

میں نے اپنی زندگی اور اپنے رفتار و کردار میں غور و فکر کیا، اپنی عمر کے ختم ہونے اور اپنی دوسری منزل قبر کے بارے میں سوچا کہ آج میں اپنے بابا کے گھر سے آپ کے گھر منتقل ہوئی ہوں اور ایک دن یہاں سے اپنی لحد اور قبر کی طرف کوچ کروں گی۔ زندگی کے ان ابتدائی لمحات میں، میں آپ کو خدا کی قسم دیتی ہوں کہ آپئے نماز پڑھیں اور مل کر اس رات خدا کی عبادت کریں۔



حفظان صحت اور ہاتھوں کی صفائی

بعض اوقات بچے رات کا کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھوئے بغیر سو جاتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں موجود کھانے کی چکناہٹ اور دوسری چیزیں بچے کے لئے بیماری کا سبب بن سکتی ہیں۔ حفظان صحت کے اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت فاطمہؑ فرماتی ہیں:

حدیث ۷

اَلَا لَایَلُوْمَنَّ اِمْرَءٌ اِلَّا نَفْسَهُ یَبِیْتُ وَ فِیْ یَدِهِ رِیْحُ غَمَرٍ.

جو شخص غذا تناول کرنے کے بعد اپنے چکنے اور غذا میں ڈوبے ہوئے ہاتھوں کو دھوئے بغیر سو جائے تو اپنے سواء کسی اور کو ملامت نہ کرے۔

کھانے کے آداب

حدیث ۸

قَالَتْ: فِی الْمَائِدَةِ اِثْنَتَا عَشْرَةَ خَصْلَةً یَجِبُ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ اَنْ یَعْرِفَهَا. اَرْبَعٌ فِیْهَا فَرْضٌ وَ اَرْبَعٌ فِیهَا سُنَّةٌ وَ اَرْبَعٌ فِیْهَا تَأْدِیْبٌ،

☆ فَاَمَّا الْفَرْضُ فَالْمَعْرِفَةُ، وَ الرِّضَا ، وَ التَّسْمِیَةُ، وَالشُّکْرُ.

☆ فَاَمَّا السُّنَّةُ فَالْوُضُوءُ قَبْلَ الطَّعَامِ، وَالْجُلُوْسُ عَلَی الْجَانِبِ الْاَیْسَرِ، وَالاَکْلُ بِثَلاثِ اَصَابِعَ.

☆ فَاَمَّا التَّاْدِیْبُ فَالْاَکْلُ بِمَا یَلِیکَ وَ تَصْغِیرُ اللُّقْمَةِ وَ الْمَضْغُ الشَّدِیدُ وَ قِلَّةُ النَّظَرَ فِی وُجُوهِ النَّاسِ.

دسترخوان کے ۱۲ اہم اصول ہیں۔ ان اصولوں کو جاننا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ ان میں سے چار واجب، چار مستحب اور چار کا تعلق ادب سے ہے۔

☆ چار واجب اصول یہ ہیں:

۱) اللہ کی معرفت رکھنا (یعنی یہ نعمتیں اللہ کی جانب سے ہیں)

۲) اللہ کی نعمتوں پر راضی ہونا۔

۳) کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا۔

۴) اللہ کا شکر ادا کرنا۔

☆ چار مستحب اصول یہ ہیں:

۱) ہر کھانے سے پہلے وضو کرنا۔

۲) بائیں جانب بیٹھنا۔

۳) بیٹھ کر کھانا' کھانا۔

۴) تین انگلیوں سے کھانا۔

☆ وہ چار اصول جن کا تعلق ادب سے ہے۔

۱) جو کچھ سامنے ہو، اس میں سے کھانا۔

۲) چھوٹے نوالے لینا۔

۳) کھانے کو اچھی طرح چبانا اور اچھی طرح نرم کر کے کھانا۔

۴) کھانے کے دوران کم سے کم دوسروں کے چہرے کی جانب دیکھنا۔

☆......☆......☆

صحت و تندرستی

حدیث ۹

قَالَتْ فَاطِمَةُ: نِعْمَ تُحْفَةُ الْمُؤْمِنِ التَّمْرُ.

مؤمن کے لیئے بہترین تحفہ کھجور ہے۔

☆......☆......☆

آخرت کے طویل سفر کا خوف

قیامت کا خوف اور توشہ آخرت کی تیاری ہمیشہ سے خاصان خدا کا وطیرہ رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اکرمؐ کے استفسار پر حضرت زہراؑ نے جواب دیا:

حدیث ۱۰

وَ اللّٰهِ لَقَدِ اشْتَدَّ حُزْنِيْ وَ اشْتَدَّ فَاقَتِيْ وَ طَالَ أَسَفِيْ.

خدا کی قسم! میرا حزن و افسوس زیادہ، میری تہی دستی فراوان اور میرا تاسف بڑھ گیا ہے (کہ سفر آخرت کے لیے کیا تیاری کی ہے)۔

زندگی کی سختیوں کو برداشت کرنا

ایک دن سید الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب زہرا سلام اللہ علیہا سے دریافت فرمایا: ''پیاری بیٹی تم پریشان کیوں ہو؟'' فرمایا:

حدیث ۱۱

حَالُنَا كَمَا تَرىٰ. فِيْ كِسَاءٍ نِصْفُهُ تَحْتَنَا وَ نِصْفُهُ فَوْقَنَا.

ہمارا حال یہی ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ ہمارے پاس ایک ہی چادر ہے، اسی کو بچھا کر اس پر بیٹھ جاتے ہیں اور اسی کو اوڑھ لیتے ہیں۔

☆......☆......☆

جنگ میں شرکت

جنگ خندق میں مدینہ منورہ دشمنوں کے محاصرے میں تھا، ہر شخص اپنی طاقت کے مطابق لشکرِ اسلام کی مدد کر رہا تھا۔ حضرت زہراء بھی روٹیاں پکا کر محاذ جنگ کے مجاہدین کی ضروریات کو کسی حد تک پورا کر رہی تھیں۔ ایک مرتبہ بچوں کے لیے روٹیاں پکائیں لیکن پدر گرامی کے بغیر کھانا گوارا نہ ہوا تو محاذ جنگ کے اگلے مورچوں پر اپنے والد گرامی کے پاس روٹیاں لے کر پہنچیں اور فرمایا:

حدیث ۱۲

قُرْصاً خَبَزْتُهُ وَ لَمْ تَطِبْ نَفْسِيْ حَتّىٰ اَتَيْتُكَ بِهٰذِهِ الْكِسْرَةِ.

یہ روٹیاں میں نے بنائی تھیں لیکن میرے دل کو گوارا نہ ہوا تو اگلے مورچے پر آپ کی خدمت میں لیکر آئی ہوں۔

☆......☆......☆

حجاب اور حضرت فاطمہؑ

ا: نا محرم سے پردہ:

ایک نابینا شخص اجازت لے کر حضرت علیؑ کے گھر میں داخل ہوا۔ رسولؐ خدا نے دیکھا کہ فاطمہؑ فوراً کھڑی ہوئیں اور جلدی سے چادر سر پر ڈال لی۔ رسولؐ خدا نے فرمایا: بیٹی یہ شخص نابینا ہے: حضرت فاطمہؑ نے جواب دیا:

حدیث ۱۳

اِنْ لَمْ یَکُنْ یَرَانِیْ فَاِنِّیْ اَرَاہُ وَ هُوَ یَشُمُّ الرِّیْحَ.

اگر چہ وہ مجھے نہیں دیکھ سکتا لیکن میں تو اسے دیکھ رہی ہوں اور (اگر چہ دیکھنے سے قاصر ہے لیکن) وہ بو تو سونگھ رہا ہے۔

☆......☆......☆

محرم و نامحرم

دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ ہماری پردہ دار خواتین بھی بعض اوقات حجاب کی پابندی نہیں کرتیں اور خاندان کے نامحرم رشتہ دار بغیر پیشگی اطلاع کے گھر میں داخل ہو جاتے ہیں لیکن سیرت حضرت فاطمہؑ یہ بتاتی ہے کہ نامحرم اپنے خاندان کا ہو یا غیر ہو، بڑا ہو یا چھوٹا، بینا ہو یا نابینا، وہ نامحرم ہے اور اس سے پردہ واجب ہے۔

چنانچہ ایک مرتبہ رسولؐ خدا نے حضرت زہراؑ کے دروازے پر دستک دی اور فرمایا: ''اے اہلبیت! تم پر سلام ہو، کیا میں داخل ہو جاؤں؟''

حضرت فاطمہؑ نے جواب دیا: ''اے رسول خداؐ آپ پر بھی سلام ہو تشریف لے آیئے۔''

رسول خداؐ نے فرمایا: ''کیا اس کے ساتھ آ جاؤں جو میرے ہمراہ ہے؟''

حضرت فاطمہؑ نے فرمایا: لَیْسَ عَلَیَّ قِناعٌ ''میرے سر پر چادر نہیں ہے۔''

کچھ دیر میں ہی آپ نے حجاب کیا اور فرمایا:

حدیث ۱۴

عَلَیْکَ السَّلَامُ یَارَسُوْلَ اللّٰہ! اُدْخُلْ وَ مَنْ مَعَکَ.

''اے خدا کے رسولؐ سلام ہو آپ پر، داخل ہو جایئے اس کے ساتھ جو آپ کے ہمراہ ہے۔''

☆......☆......☆

موت کے بعد بھی حجاب کا خیال

اسماء بنت عمیس نقل کرتی ہیں کہ حضرت زہراؑ کی حیات کے آخری ایام میں، میں ان کے ساتھ تھی۔ ایک دن جنازہ اٹھنے کی کیفیت کے بارے میں گفتگو ہوئی تو پریشانی کے عالم میں فرمایا: ''کسی عورت کے جنازے کو ایک تختے پر لٹا کر مرد اور عورتیں اسے کس طرح اور کیسے اٹھاتے ہیں؟''

بی بی دراصل حجاب اور عورت کی عظمت و عفت کا اظہار کرنا چاہتی ہیں کہ زندگی میں تو بہت سے لوگ پردہ کر لیتے ہیں لیکن میں وہ ہوں کہ جسے اپنی موت کے بعد بھی اپنے پردے اور نامحرم کے کندھوں پر جنازہ جانے کا خیال ہے؟ لہذا فرماتی ہیں:

''میں اس بات کو بہت ہی قبیح سمجھتی ہوں کہ عورتوں کو مرنے کے بعد ایک تختے پر لٹا کر اس پر ایک چادر ڈال دی جائے۔ جس سے عورت کے جسم کا حجم پھر بھی دیکھنے والوں کی نظر میں آتا ہے۔ مجھے (کسی) ایسے تختے پر نہ لٹانا بلکہ میرے بدن کو چھپا دینا کہ خدا تجھے آتشِ جہنم سے چھپا لے۔''

حضرت زہرا نے صرف اسی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ امیر المؤمنین علیہ السلام سے وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

حدیث ۱۵

أُوْصِیْکَ یَابْنَ عَمٍّ اَنْ تَتَّخِذَ لِی نَعْشاً فَقَدْ رَأَیْتُ الْمَلاَئِکَةَ صَوَّرُوْا صُورَتَهُ.

میں آپ کو وصیت کرتی ہوں کہ میرے لئے ایسا تابوت بنایئے گا جس کی شکل ملائکہ نے مجھے دکھائی تھی۔

اسماء بنت عمیس کہتی ہیں کہ میں نے جب حجاب کے بارے میں حضرت فاطمہؑ کی یہ پریشانی دیکھی تو ان کی خدمت میں عرض کیا کہ سرزمین حبشہ میں جنازوں کو اٹھانے کیلئے ایسے تابوت بنائے جاتے ہیں کہ جو میت کے بدن کو اچھی طرح چھپا دیتے ہیں۔ اس کے بعد میں نے درخت کی نرم و نازک شاخوں کے ذریعے سے اس تابوت کی شکل بنائی تو حضرت فاطمہ بہت خوش ہوئیں اور فرمایا۔

''اے اسماء! میرے لیے بھی اسی تابوت جیسا گہوارہ بناؤ تاکہ میرا بدن (نامحرم کی نظروں سے) چھپا رہے۔ خدا تمہیں آتشِ جہنم سے محفوظ رکھے۔''



فاطمہؑ کی خواہش

رسولؐ خدا نے ایک دن اپنی پیاری بیٹی جناب فاطمہؑ سے دریافت کیا: ''خدا سے کچھ مانگنا ہے تو مانگ لو۔ اس وقت میرے پاس فرشتہ موجود ہے جو خدا کی جانب سے پیغام لیکر آیا ہے کہ تم جو چاہو گی خدا اسے پورا کر دے گا۔'' حضرت فاطمہؑ نے فرمایا:

حدیث ۱۶

شَغَلَنِیْ عَنْ مَسْئَلَتِهِ لَذَّةُ خِدْمَتِهِ، لاٰ حَاجَةَ لِیْ غَیْرَ النَّظَرِ اِلیٰ وَجْهِهِ الْکَرِیْمِ.

''خداوند عالم کی بارگاہ میں حاضری کی لذت نے مجھے خدا سے ہر قسم کے سوال اور خواہش سے روک دیا ہے۔ میرے دل میں اس کے سوا کوئی اور حاجت نہیں ہے کہ مجھے خدا کے رخِ زیبا کا دیدار نصیب ہوتا رہے۔''



حضرت فاطمہؑ کی مہمان نوازی

مدینہ کی مسجد میں ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا۔ ''اے مسلمانو! میں بھوک سے پریشان ہوں، کوئی مجھے مہمان بنائے۔'' رسولؐ خدا نے کہا: ''آج کی شب اس شخص کو کون اپنا مہمان بنائے گا؟''

حضرت علیؑ نے فرمایا: ''یا رسولؐ اللہ! میں اسے اپنا مہمان بناؤں گا۔'' حضرت علیؑ نے گھر میں داخل ہونے کے بعد حضرت فاطمہؑ سے سوال کیا کہ گھر میں کھانا ہے؟ حضرت فاطمہؑ نے جواب دیا:

حدیث ۱۷

مَا عِنْدَنَا اِلاَّ قُوْتُ الصَّبِیَّةِ وَ لٰکِنَّا نُؤْثِرُ بِهِ ضَیْفَنَا.

''گھر میں چھوٹی بچی کی غذا کے علاوہ کچھ نہیں ہے لیکن ہم آج کی رات یہی کھانا مہمان کو کھلا کر ایثار کریں گے۔



بی بی فاطمہ زہراؑ کا ایثار

ایک نومسلم عرب نے مدینہ کی مسجد میں لوگوں سے مدد کی درخواست کی۔ رسول اکرمؐ نے اپنے اصحاب کی طرف دیکھا کہ کون اس کی حاجت روائی کے لئے قدم بڑھاتا ہے۔ حضرت سلمان فارسی اٹھے اور اس کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے مسجد سے باہر نکل گئے۔ وہ جہاں بھی گئے، ناکام ہی لوٹے۔ مایوسی کی حالت میں مسجد کی طرف لوٹ رہے تھے کہ اچانک ان کی نظریں منزل فاطمہؑ پر پڑیں تو اپنے دل میں کہنے لگے۔ ''حضرت فاطمہؑ کا گھر نیکیوں کا سرچشمہ ہے۔'' دستک دے کر اس ضرورت مند کی داستان سنائی تو حضرت فاطمہؑ نے کہا:

حدیث ۱۸

يَا سَلْمَانُ! وَ الَّذِی بَعَثَ مُحَمَّداً بِالْحَقِّ نَبِيّاً اَنَّ لَنَا ثَلاثاً مَا طَعِمْنَا وَاَنَّ الحَسَنَ وَ الحُسَيْنَ قَدِ اضْطَرَبَا عَلَيَّ مِنْ شِدَّةِ الجُوْعِ، ثُمَّ رَقَدَا كَاَنَّهُمَا فَرْخَانِ مَنْتُوْفَانِ وَلٰكِنْ لاٰ اَرُدُّ الْخَيْرَ اِذَا نَزَلَ الْخَيْرُ بِبَابِي.

''اے سلمان! اس خدا کی قسم جس نے حضرت محمدؐ کو برحق نبوت کے لیے مبعوث کیا، تین روز گزر گئے ہیں کہ ہم (اہل بیت) نے کچھ نہیں کھایا۔ حسن و حسین بھوک کی شدت سے بے قرار ہو کر کروٹیں بدل رہے تھے اور اب نڈھال ہو کر سو گئے ہیں لیکن میں اس نیکی کو جس نے میرے دروازے پر دستک دی ہے، مسترد نہیں کروں گی۔''



اخلاص فی سبیل اللہ

ایک مرتبہ حضرت سلمان فارسی جناب فاطمہؑ کے پاس کسی مسلمان کی ضرورت کی غرض سے حاضر ہوئے۔آپ کے بچوں کے لئے بھی گھر میں کھانا نہ تھا۔لیکن پھر آپؑ نے اپنا ایک لباس حضرت سلمان فارسی کو دیا تا کہ وہ اسے یہودی دکاندار شمعون کے پاس گروی رکھوا کر جو اور کھجور بطور قرض لے سکیں۔حضرت سلمان فارسی کا کہنا ہے کہ جو اور کھجور لے کر میں حضرت فاطمہؑ کے دروازے پر آیا اور عرض کیا۔"اے دختر رسول اللہ! اس غذا میں سے تھوڑی سی مقدار اپنے بھوک سے نڈھال بچوں کے لیے نکال لیجئے۔" حضرت فاطمہؑ نے جواب دیا:

حدیث ۱۹

یَاسَلْمَانُ! هٰذا شَیْءٌ اَمْضَیْنَاهُ لِلّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ لَسْنَا نَأْخُذُ مِنْهُ شَیْئاً.

"اے سلمان! ہم نے یہ کام صرف اللہ کے لیے انجام دیا ہے اور ہم اس میں سے ہرگز کوئی چیز نہیں لیں گے۔"

☆......☆......☆

ہمسایوں کے لئے دعا

امام حسن مجتبٰی علیہ السلام نے دیکھا کہ مادر گرامی ہمیشہ ہمسایوں، دینی بھائیوں اور مسلمانوں کیلئے دعا کرتی ہیں۔انھوں نے جناب فاطمہؑ سے عرض کیا: "مادر گرامی آپ خود اپنے لیے دعا کیوں نہیں کرتیں؟" بی بی نے فرمایا:

حدیث ۲۰

اَلْجارُ ثُمَّ الدَّارُ.

بیٹا! پہلے ہمسائے اسکے بعد اپنا گھر (اور گھر والے)۔

بابا کے فراق میں دعا

رسولؐ اسلام کی غم انگیز رحلت کے بعد بنی ہاشم کی خواتین نے آپؐ کے گھر میں جمع ہو کر عربوں کے مخصوص انداز میں گریہ وزاری اور نوحہ سرائی شروع کی۔ حضرت فاطمہؑ نے خواتین کو دعا کی تلقین فرمائی:

حدیث ۲۱

اُتْرُکْنَ التَّعْدَادَ وَ عَلَیْکُنَّ بِالدُّعَاءِ.

''اے عزادار عورتو! اپنے افتخارات وخصوصیات گننے کی بجائے دعا اور عبادت کرو۔

☆......☆......☆

دعا کی اہمیت

رسول اکرمؐ نے حضرت فاطمہؑ سے فرمایا: ''بیٹی! کیا تم یہ بات پسند کرتی ہو کہ تمہیں ایسی دعا بتاؤں کہ جو بھی اس کو پڑھے اس کی حاجت پوری ہو جائے؟''

حضرت فاطمہؑ نے جواب دیا:

حدیث ۲۲

یَا اَبَۃَ لَھٰذَا اَحَبُّ اِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَا وَ مَا فِیْھَا.

بابا جان! ایسی دعا میرے نزدیک دنیا ومافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔

☆......☆......☆

حضرت فاطمہؑ کی مشہور دعا

حضرت سلمان فارسی نقل کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہؑ نے جنت کی حوروں سے

ملاقات کے بعد خوشبودار کھجوروں میں سے جو حوروں نے انھیں پیش کی تھیں، کچھ کھجوریں مجھے عطا کیں اور میں شہر مدینہ میں جس صحابی رسول سے ملاقات کرتا، وہ یہی کہتا کہ کیا خوشبودار عطر ہے؟ کیا تمہارے پاس خالص مشک ہے؟

میں نے یہ بات بی بی کو بتائی تو انہوں نے متبسم انداز میں فرمایا: یہ خوشبودار کھجوریں جنت کے اس درخت سے ہیں کہ جو میری ایک دعا کے نتیجے میں خلق ہوا ہے۔ میں نے وہ دعا رسولؐ خدا سے سیکھی تھی۔ وہ دعا یہ ہے۔

حدیث ۲۳

بِسْمِ اللّٰهِ النُّوْرِ، بِسْمِ اللّٰه الَّذِیْ یَقُوْلُ لِلشَّیءِ کُنْ فَیکُوْنُ، بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ یَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْیُنِ وَ مَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ، بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ النُّوْرَ مِنَ النُّوْرِ، بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ هُوَ بِالْمَعْرُوْفِ مَذْکُوْرٌ، بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ النُّوْرَ عَلَی الطُّوْرِ بِقَدَرٍ مَقْدُوْرٍ فِیْ کِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ عَلٰی نَبِیِّ مَحْبُوْرٍ.

''نور والے خدا کے نام سے، اس خدا کے نام سے کہ وہ جس چیز کیلئے کہتا ہے ہو جا، پس وہ ہو جاتی ہے، اس خدا کے نام سے جو آنکھوں کے اشاروں اور سینے میں چھپے بھیدوں سے واقف ہے، اس خدا کے نام سے کہ جس نے نور کو نور سے پیدا کیا، اس خدا کے نام سے کہ جسے اچھی طرح ہی یاد کیا جاتا ہے، وہ ہستی کہ جس نے نور کو کوہ طور پر ایک متعین اندازے کے مطابق ایک لکھی ہوئی چیز میں اپنے پیامبر عظیم پر نازل کیا۔''



قبولیت کی گھڑی

حدیث ۲۴

قَالَتْ: اِنَّ فِی الْجُمْعَةِ لَسَاعَةً لاٰ يُوَافِقُهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ فِيْهَا خَيْراً اِلاَّ أَعْطَاهُ اِيَّاهُ. فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَيَّةَ سَاعَةٍ هِیَ؟ قَالَ اِذَا تَوَلّٰى نِصْفُ عَيْنِ الشَّمْسِ لِلْغُرُوْبِ.

فاطمہ زہرؑا نے فرمایا: جمعہ کے دن ایک ایسا وقت آتا ہے کہ جس میں ہر نیک خواہش پوری ہوتی ہے میں نے پوچھا: ''یا رسول اللہ وہ کونسا وقت ہے؟'' فرمایا: ''جب سورج کا آدھا حصہ افق میں چھپ جائے۔''



ترک دنیا پرستی

خدا کی عبادت اور دعا سے عشق کا وہ عالم اور دنیا سے تعلق۔۔۔؟

حدیث ۲۵

قَالَتْ فاطمة: اِنِّی لاٰ اُحِبُّ الدُّنْيَا.

فرمایا: ''میں دنیا پرستوں کی دنیا کو پسند نہیں کرتی۔''



روزہ کی حقیقت

حدیث ۲۶

قَالَتْ: مَا يَصْنَعُ الصَّائِمُ بِصِيَامٍ اِذَا لَمْ يَصُنْ لِسَانَهُ وَسَمْعَهُ وَ بَصَرَهُ وَ جَوَارِحَهُ.

اگر روزہ، روزہ دار کی زبان، کانوں، آنکھوں اور اس کے ہاتھ اور پیر کو ناپسندیدہ اعمال (گناہوں) سے نہ روکے ایسا روزہ انسان کے کیا کام آسکتا ہے؟

☆......☆......☆

حضرت فاطمہ ؑ کی نذر

بی بی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کائنات کی تمام عورتوں اور خصوصاً اپنے بچوں کی بیماری کی وجہ سے فکر میں مبتلا ماؤں کو نذر کا طریقہ بتاتی ہیں۔

حدیث ۲۷

قَالَتْ: اِنْ بُرِئَ وَلْدایَ مِمَّا بِهِمَا صُمْتُ لِلّٰهِ ثلاثَةَ أَيَّامٍ شُكْراً.

اگر میرے دونوں بچے شفایاب ہو جائیں تو میں خدا کا شکر ادا کرنے کے لئے تین دن روزہ رکھوں گی۔

☆......☆......☆

عورت کیلئے سب سے بھتر چیز

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میں اور فاطمہؑ حضورؐ کی خدمت میں تھے۔ اسی اثنا میں رسول اکرمؐ نے دریافت کیا: ''عورتوں کیلئے سب سے نیک اور بہتر چیز کونسی ہے؟''

حضرت فاطمہؑ نے جواب دیا:

حدیث ۲۸

خَيْرٌ لِلنِّسَاءِ اَنْ لَايَرَيْنَ الرِّجَالَ وَ لَايَرَاهُنَّ الرِّجَالُ.

عورتوں کیلئے بہترین چیز یہ ہے کہ وہ (بلاضرورت نامحرم) مردوں کو نہ دیکھیں اور نہ ہی (نامحرم) مرد انہیں دیکھیں۔

سادہ زندگی اور گھریلو کام کاج

ایک دن پیغمبر اسلامؐ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بی بی فاطمہؑ کے گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ جناب فاطمہؑ زمین پر بیٹھی ہوئی بچے کو دودھ بھی پلا رہی ہیں اور ایک ہاتھ سے چکی بھی پیس رہی ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر رسول اللہؐ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا: ''بیٹی! دنیا کی تلخیوں اور سختیوں کو آخرت کی شیرینی اور جنت کی سعادت سے خوشگوار بناؤ۔''

حضرت فاطمہؑ نے عرض کیا:

حدیث ۲۹

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلىٰ نَعْمَائِهِ وَ الشُّكْرُ لِلّٰهِ عَلىٰ آلائِهِ.

یارسول اللہ! اللہ کی نعمتوں پر اس کی ثناء اور اس کے فضل و کرم پر اس کا شکر ہے۔

☆......☆......☆

سادگی

سلمان فارسی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہؑ کو دیکھا کہ وہ ایک سادہ اور پیوند لگی چادر اوڑھے ہوئے ہیں۔ میں نے سوچا کہ کتنی عجیب بات ہے کہ ایران و روم کے بادشاہوں کی بیٹیاں تو طلائی کرسیوں پر بیٹھیں اور سونے کے تاروں سے بنے لباس زیب تن کریں اور اللہ کے رسولؐ کی بیٹی کے پاس نہ مناسب لباس ہو اور نہ کوئی قیمتی چادر۔'' جناب سلمان نے اس کا اظہار کیا تو بی بی فاطمہؑ نے جواب دیا:

حدیث ۳۰

يَاسَلْمَانُ! اِنَّ اللّٰهَ ذَخَّرَ لَنَا الثِّيَابَ وَ الْكَرَاسِيَّ لِيَوْمٍ آخِرٍ.

''اے سلمان! خداوند عالم نے قیمتی لباسوں اور طلائی تختوں کو ہمارے لئے روز قیامت کے لئے ذخیرہ کرلیا ہے۔''



عورت کا خدا سے قرب

پیغمبر اسلامؐ نے اپنے ساتھیوں سے دریافت کیا: ''وہ کون سا لمحہ ہوتا ہے کہ جب ایک عورت خدا کے سب سے زیادہ نزدیک ہوتی ہے؟'' کسی نے کوئی مناسب جواب نہیں دیا۔ جب حضرت فاطمہؑ نے اپنے بابا کا یہ سوال سنا تو جواب دیا:

حدیث ۳۱

أَدْنیٰ مَا تَکُوْنُ مِنْ رَبِّهَا اَنْ تَلْزَمَ قَعْرَ بَیْتِهَا.

جب ایک عورت اپنے گھر میں ہوتی ہے (اور گھر کا کام اور بچوں کی تربیت میں مصروف ہوتی ہے) تو اس وقت وہ اللہ سے سب سے زیادہ قریب ہوتی ہے۔



مل جل کر گھریلو کام کرنا

حضرت فاطمہؑ بھی مدینے کی دوسری خواتین کی مانند گھر کے کام خود اپنے ہاتھوں سے انجام دیتی تھیں، خود چکی سے آٹا پیستیں، روٹیاں پکاتیں اور اس کے ساتھ ساتھ بچوں کی تربیت ونگہداشت کی طرف بھی بھرپور توجہ دیتیں۔ آپؑ نے اتنی سخت محنت کی کہ آپؑ کے ہاتھ زخمی ہوگئے۔ آخر کار مجبور ہوکر اپنے والد کی خدمت میں عرض کیا:

حدیث ۳۲

قَدْ مَجلَتْ یَدایَ مِنَ الرَّحیٰ، لَیْلَتِیْ جَمِیْعاً اُدِیْرُ الرَّحیٰ اُصْبِحُ، وَ اَبُوْالْحَسَنِ یَحْمِلُ حَسَناً وَ حُسَیْناً.

اے اللہ کے رسولؐ! میرے دونوں ہاتھ چکیاں پیس پیس کر سوج گئے ہیں اور ہاتھوں میں زخم ہو چکے ہیں، کل رات سے صبح تک میں چکی پیستی رہی اور علیؑ، حسنؑ اور حسینؑ کو سنبھالتے رہے۔



کاموں کی تقسیم

حضرت فاطمہؑ نے بڑی سخت زندگی گزاری ہے۔ آپؑ گھریلو ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ بچوں کی تربیت پر بھی پوری توجہ دیتی تھیں۔ آپؑ نے گھر کے کاموں کو تقسیم کر کے اپنے چھوٹے سے گھر میں عدل وانصاف کا بہترین نظام بھی قائم کر رکھا تھا۔ گھریلو کاموں میں امیر المومنینؑ بھی آپؑ کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ جبکہ اپنی کنیز جناب فضہ کے ساتھ آپؑ نے کام کے دنوں کو برابر تقسیم کیا ہوا تھا۔ سلمان فارسی کہتے ہیں:

ایک دن میں نے حضرت فاطمہؑ کو اپنے دست مبارک سے چکی چلاتے دیکھا۔ میں نے سلام عرض کیا اور کہا: ''اے بنتِ رسول اللہ! آپ خود کیوں اتنا پریشان ہوتی ہیں۔ آپ کی خدمت کے لئے فضہ موجود ہے، گھر کے کام اس کے سپرد کر دیجئے۔'' یہ سن کر حضرت فاطمہؑ نے جواب دیا:

حدیث ۳۳

اَوْصَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اَنْ تَکُوْنَ الْخِدْمَۃُ لَھَا یَوْماً وَلِیْ یَوْماً فَکَانَ اَمْسِ یَوْمَ خِدْمَتِھَا وَ الْیَوْمُ یَوْمَ خِدْمَتِیْ.

رسولؐ اللہ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ گھر کے کام کو فضہ کے ساتھ تقسیم کر لوں۔ ایک دن وہ کام کرے اور ایک دن میں کام کروں، کل اُس کی باری تھی اور آج میری باری ہے۔



مومن کی خوشی میں فرشتوں کی شرکت

مدینے کی دو خواتین کے درمیان کسی دینی اور اعتقادی مسئلے میں اختلاف ہوگیا۔ ان میں سے ایک حضرت فاطمہؑ کی ماننے والی تھی۔ دونوں نے اپنے اپنے خیالات کا حضرت فاطمہؑ کے سامنے اظہار کیا۔ بی بی نے دونوں کا مدعا اور دلیلیں سننے کے بعد اپنی واضح اور قاطع دلیل سے مومنہ عورت کے نظریے کی تائید فرمائی اور مقابل عورت کے نظریے کو باطل قرار دیا۔ حضرت فاطمہؑ کی دلیل سن کر دوسری عورت لاجواب ہوگئی اور اس نے بھی بی بی کا فیصلہ قبول کرلیا۔ اس فیصلہ سے مومنہ بہت خوش ہوئی کہ حق کامیاب اور باطل سرنگوں ہوا۔ حضرت فاطمہؑ نے فرمایا:

حدیث ۳۴

اِنَّ فَرَحَ الْمَلائِکَةِ بِاسْتِظْهَارِکِ عَلَیْهَا اَشَدُّ مِنْ فَرَحِکِ. وَ اِنَّ حُزْنَ الشَّیْطَانِ وَ مَرَدَتِهِ بِحُزْنِهَا اَشَدُّ مِنْ حُزْنِهَا.

اس وقت تمہاری اس کامیابی پر فرشتوں کی خوشی تمہاری خوشی کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ ہے اور اس کی شکست پر شیطان اور اس کے ساتھیوں کا غم و اندوہ اس عورت کے غم سے زیادہ ہے۔

تربیت اولاد اور اشعار

حضرت فاطمہؑ اپنے بچوں کی روحانی نشو ونما کے لئے ان کے ساتھ کھیلتیں اور مزاح فرمایا کرتی تھیں۔آپؑ بچوں کی روحانی وجسمانی تربیت کیلئے اشعار کہتیں۔

حدیث ۳۵

اَشْبِہْ اَبَاکَ یَا حَسَن وَ اخْلَعْ عَنِ الْحَقِّ الرَّسَن

وَ اعْبُدْ اِلٰھاً ذَا سالْمِنَن وَلا تَـوَالِ ذَا الْاحَـن

اے حسن! اے میرے بچے! اے میرے نورِ نظر!
تجھ کو تو معلوم ہے تو مرتضٰی کا ہے پسر

میرے بچے یاد رکھنا اپنی ماں کی بات کو
اپنے بابا کا عمل رکھنا سدا پیشِ نظر

یہ نہ ہرگز بھولنا بخشندۂ نعمت ہے رب
شکر سے اس کے کبھی غافل نہ ہونا اے پسر!

دور ہی رہنا فساد و فتنہ سے اے میری جاں!
دوستی رکھنا نہ ہرگز اہلِ شر سے عمر بھر

اس کے بعد امام حسینؑ کے سر پر دست شفقت پھیرتیں اور فرماتیں۔ بیٹا حسینؑ تم میرے والد رسولؐ خدا کی شبیہ ہو،تم اپنے والد علیؑ کی شبیہ نہیں ہو! حضرت علیؑ حضرت فاطمہؑ کی باتیں سن کر مسکرانے لگتے۔

☆......☆......☆

حضرت زہرا کو ماننے والوں کی صفات

اہلبیتؑ کے ماننے والوں میں سے ایک شخص نے اپنی بیوی کو حضرت فاطمہؑ کی خدمت میں بھیجا تا کہ وہ آپؑ سے سوال کرے کہ کیا اس کا شوہر آپ کے ماننے والوں میں سے ہے یا نہیں؟ حضرت فاطمہؑ نے جواب دیا:

حدیث ۳۶

اِنْ كُنْتَ تَعْمَلُ بِمَا اَمَرْنَاكَ وَ تَنْتَهِىْ عَمَّا زَجَرْنَاكَ عَنْهُ فَاَنْتَ مِنْ شِيعَتِنَا وَ اِلاَّ فَلاَ.

ہم جس چیز کا حکم دیتے ہیں اگر اس پر عمل کرتے ہو اور جس چیز سے روکتے ہیں اس سے پرہیز کرتے ہو تو ہمارے ماننے والوں میں سے ہو ورنہ ہرگز نہیں۔

☆......☆......☆

حضرت فاطمہؑ اور تلاوت قرآن

حدیث ۲۵ میں دنیا سے لاتعلقی کا اظہار تھا لیکن اس حدیث میں دنیا کی بعض چیزوں سے محبت کا اعتراف ہے۔ کیا یہ چیزیں دنیا میں آخرت کا مظہر نہیں ہیں؟! فرماتی ہیں:

حدیث ۳۷

قَالَتْ: حُبِّبَ اِلَيَّ مِنْ دُنْيَاكُمْ ثَلاَثٌ: تِلاَوَةُ كِتَابِ اللّٰهِ وَ النَّظَرُ فِى وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ الْاِنْفَاقُ فِى سَبِيْلِ اللّٰهِ.

تمہاری دنیا سے مجھے تین چیزیں محبوب ہیں:

۱: تلاوت قرآن،

۲: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ پرنور کی زیارت اور

۳: خدا کی راہ میں مال خرچ کرنا۔



حضرت فاطمہؑ اور مقامِ مادر

حضرت فاطمہؑ نے ارشاد فرمایا:

حدیث ۳۸

اِلْزَمْ رِجْلَهَا فَاِنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ اَقْدَامِهَا.

ماں کی خدمت کرو کیونکہ جنّت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔



نماز اور زینت و آرائش

اسلام میں خوشبو لگانے اور شوہر کے لئے زینت کرنے کو جائز بلکہ مستحسن شمار کیا گیا ہے بلکہ عبادت کے موقع پر بھی اس کی اہمیت مسلم ہے۔ البتہ نامحرموں اور مخلوط اجتماعات میں ان چیزوں کا استعمال ممنوع ہے۔ اس بارے میں جناب فاطمہؑ اپنی زندگی کی آخری گھڑیوں میں بی بی اسماء بنت عمیس سے فرماتی ہیں:

حدیث ۳۹

هَاتِيْ طِيْبِيَ الَّذِي اَتَطَيَّبُ بِهِ وَ هَاتِيْ ثِيَابِيَ الَّتِيْ اُصَلِّيْ فِيْهَا، اِجْلِسِيْ عِنْدَ رَأْسِيْ فَاِذَا جَاءَ وَقْتُ الصَّلٰوةِ فَاَقِيْمِيْنِيْ فَاِنْ قُمْتُ وَ اِلَّا فَاَرْسِلِيْ اِلٰى عَلِيٍّ.

میرا وہ عطر لے کر آؤ جو میں ہمیشہ لگاتی ہوں اور وہ لباس بھی جس میں میں ہمیشہ نماز پڑھتی ہوں اور میرے سرہانے بیٹھ جاؤ۔ جب نماز کا وقت آئے تو مجھے اٹھانا۔ اگر میں اٹھ جاؤں (تو ٹھیک) ورنہ علی کو بلانے کے لئے کسی کو بھیج دینا۔



حضرت فاطمہؑ کی تحریری وصیت

حضرت فاطمہؑ کی جانگداز رحلت کے بعد حضرت امیر المومنینؑ نے آپؑ کی تحریری وصیت کا مطالعہ شروع کیا، لکھا تھا:

حدیث ۴۰

﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمْ ﴾ هٰذَا مَا اَوْصَتْ بِهِ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ. اَوْصَتْ وَ هِيَ تَشْهَدُ اَنْ لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ وَ اَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَ النَّارَ حَقٌّ وَاَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لاٰ رَيْبَ فِيْهَا وَ اَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ. يَاعَلِيُّ اَنَا فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ زَوَّجَنِيَ اللّٰهُ مِنْکَ لِاَكُوْنَ لَکَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، اَنْتَ اَوْلٰى بِيْ مِنْ غَيْرِيْ، حَنِّطْنِيْ وَ غَسِّلْنِيْ وَ كَفِّنِّيْ بِاللَّيْلِ وَ صَلِّ عَلَيَّ وَ ادْفِنِّيْ بِاللَّيْلِ وَ لاٰتُعْلِمْ اَحَداً وَ اَسْتَوْدِعُکَ اللّٰهَ وَ اقْرَءْ عَلٰى وُلْدِيَ السَّلاَمَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

﴿ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ﴾ یہ فاطمہ بنت رسول اللہ کا وصیت نامہ ہے، وہ اس بات کی شہادت دیتے ہوئے کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے اور محمد ﷺ

اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے اور روز قیامت ضرور آئے گا (کہ جس دن) خداوند عالم مردوں کو قبور سے زندہ کرے گا، وصیت کرتی ہے:

اے علیؑ میں فاطمہؑ بنت محمدؐ ہوں کہ خدا نے دنیا و آخرت میں مجھے آپ کے عقد نکاح میں قرار دیا ہے۔ اے علیؑ آپ دوسروں سے زیادہ مجھ پر حقدار ہیں، میرے غسل و کفن اور حنوط کو رات کے وقت انجام دیجئے گا۔ شب میں ہی نماز ادا کر کے شب کی تاریکی میں ہی دفن کر دیجئے گا اور کسی کو ہرگز اطلاع نہ دیجئے گا۔ میں آپ کو خدا کے سپرد کرتی ہوں اور اپنے بچوں پر روز قیامت تک درود و سلام بھیجتی ہوں۔

حضرت امام حسن علیہ السلام

آپؑ کا اسم مبارک حسن، کنیت ابو محمد اور مشہور لقب مجتبیٰ ہے۔ تاریخ ولادت ۱۵ رمضان ۳ھ اور تاریخ شہادت ۲۸ صفر ۴۹ھ ہے۔ مدت حیات تقریباً ۴۶ سال اور مدت امامت تقریباً دس سال ہے۔

آپ کے والد ماجد حضرت علی بن ابیطالبؑ اور والدۂ گرامی جناب فاطمہؑ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ رسول اللہ کی اولاد نرینہ کے انتقال کی وجہ سے دشمن حضورؐ کو نسل بریدہ ہونے کا طعنہ دیتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو عطائے کوثر کی بشارت دی اور امام حسنؑ اس کی پہلی عملی تعبیر ہیں۔

حضرت امام حسنؑ کی ذات ہمیشہ حضورؐ کی شفقت و محبت کا مرکز رہی۔ حضورؐ آپؑ کے دہن مبارک میں اپنی زبان دیتے، اپنے پہلو میں بٹھاتے، اپنے سینے پر سلاتے اور اپنے کاندھے پر سوار کرتے۔ ایک مرتبہ ایسے ہی کسی موقع پر کسی نے کہا کہ کیسی اچھی سواری ہے! تو آپؐ نے فرمایا: "یہ بھی تو دیکھو کہ کیسا اچھا سوار ہے۔"

مباہلہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو "ابنائنا" کی تفسیر بنا کر اپنے ساتھ لے گئے تھے حالانکہ اس وقت آنحضرتؐ کے حقیقی فرزند حضرت ابراہیمؑ زندہ تھے۔ جناب ختمی مرتبت نے متعدد مواقع پر امام حسنؑ کو بیٹا فرزند کہا اور اپنی ہیبت اور سیادت کا وارث قرار دیا۔ آپؑ کے اور امام حسینؑ کے متعلق فرمایا کہ

میرے یہ دونوں فرزند امام ہیں، خواہ صلح کریں یا جنگ۔

جناب حذیفہ یمانیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حسنؑ اور حسینؑ جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ جناب رسالتمآبؐ کا امام حسنؑ کو جنت کے جوانوں کا سردار قرار دینا بجائے خود آپؑ کی عصمت اور طہارت پر دلیل ہے۔ جو لوگ امام حسنؑ کی سیرت و کردار پر تنقید کرتے ہیں یا آپؑ کے متعلق کثرتِ ازواج کے افسانے تراشتے ہیں وہ دراصل امام حسنؑ پر اعتراض نہیں کرتے بلکہ قولِ پیغمبرؐ کی صداقت میں شک کرتے ہیں۔

امام حسنؑ کی پوری زندگی اللہ کے لئے جان و مال سے جہاد کرتے گذری۔ آپؑ کے چشمۂ فیض سے دوست دشمن سب ہی فیضیاب ہوتے۔ آپؑ کے دسترخوانِ نعمت پر اپنے اور بیگانے کی کوئی تمیز نہ ہوتی یہاں تک کہ وہ لوگ جو آپؑ کے پدر بزرگوار جناب علیؑ اور خود آپؑ کی شان میں گستاخی کرتے تھے وہ بھی آپؑ کی سخاوت اور عطا سے محروم نہ رہتے۔ کسی نے کہا: ''آپ خود تو فاقہ کرتے ہیں مگر کسی سائل کے سوال کو رد نہیں کرتے۔''

آپؑ نے فرمایا: ''میں خدا کی بارگاہ کا سائل ہوں مجھے حیا آتی ہے کہ خود سائل ہو کر کسی کے سوال کو رد کروں۔''

آپؑ نے زندگی میں ۲۵ حج پا پیادہ کیے۔ آپؑ کا فرمانا تھا کہ مجھے حیا آتی ہے کہ اپنے معبود کے گھر سواری پر جاؤں۔

آپؑ کی زندگی کے ابتدائی سات سال رسول اکرمؐ کے سایۂ رحمت میں گزرے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب حضورؐ کی ذات عقیدت و احترام کا ایسا مرکز تھی جس کے

گرد اقتدار و حکومت کے دائرے پھیلتے جا رہے تھے۔ ۱۱ھ میں رسالتمآبؐ کے انتقال کے بعد اہلبیت رسالت کے لئے ابتلاء و آزمائش کا ایک طویل و اندوہناک دور شروع ہوا۔ امام حسنؑ نے اس دور میں صبر و تحمل اور اعتماد و توکل کے ساتھ اپنے والد حضرت علی علیہ السلام کی سرپرستی میں خدمتِ دین و حفاظتِ شریعت کا فریضہ انجام دیا۔ ۳۶ھ میں حضرت علیؑ خلافتِ ظاہری پر فائز ہوئے تو امام حسنؑ نے امورِ حکومت میں اپنے والد کا ہاتھ بٹایا۔ جمل اور صفین کے خوں ریز معرکوں میں بھی آپؑ سرگرمِ عمل رہے۔

۴۱ھ میں حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد کارِ ہدایت و حکومت براہِ راست آپؑ سے متعلق ہوا۔ یہ وہ دور تھا جب ایک زیرِ تشکیل معاشرہ داخلی تضاد اور قتل و غارتگری کے گرداب میں پھنس چکا تھا۔ اسلام دشمن قوتیں خود اسلام کا لبادہ اوڑھ کر دین کی بیخ کنی میں مصروف تھیں۔ ملت کے داخلی انتشار کا سدباب کرنے کے لئے اتمامِ حجت کے طور پر آپؑ نے امیر شام سے صلح فرمالی۔ اس سے قبل آپؑ کے نانا حضرت رسولؐ خدا نے بھی حدیبیہ میں صلح فرما کر اسلام کے لئے فتح مبین کی راہ ہموار کی تھی۔ امامؑ حسنؑ کی صلح نے اس حقیقت کو پوری طرح اجاگر کر دیا کہ آلِ محمد کے نزدیک دین کا مفاد دنیاوی حکومت سے زیادہ اہم ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے صلح نامے کی شرائط کے ذریعہ آپؑ نے مسلم حکومت کے لئے قرآن و سنت کو بنیادی شرط کے طور پر تسلیم کروا کے قیامت تک کے لئے ایک اصول تحریر فرما دیا۔

صلح کے باوجود مدینہ منورہ میں آپؑ کا وجود مبارک امیر شام کے لئے ایک مستقل خطرہ تھا لہٰذا اس نے کئی بار آپؑ کو قتل کرنے کی سازش کی اور بالآخر جعدہ بنت اشعث کے ذریعہ وہ اپنے مذموم مقصد میں کامیاب ہو گیا اور ۲۸ صفر ۴۹ھ کو آپؑ

زہر سے شہید ہو گئے۔

شہادت کے بعد جب روضۂ رسولؐ میں آپؑ کے جنازے کو تدفین کے لئے لے جایا جانے لگا تو امیر شام کے آدمیوں نے مخالفت کی اور جنازے پر تیر برسا دیئے۔ یہ دیکھ کر امام حسینؑ نے حکم دیا کہ امام حسنؑ کو جنت البقیع میں دفن کیا جائے۔

قوموں کی ترقی کا راز

اختلاف اور انتشار قوموں کو تباہ کر دیتا ہے اور صرف وہی قومیں ترقی حاصل کر پاتی ہیں جو نہ صرف یہ کہ متحد ہوں بلکہ ایک دوسرے پر اعتماد بھی کریں اور اس اعتماد کا تقاضا یہ ہے کہ ایک دوسرے سے مشورہ کریں۔ یہی قوموں کی ترقی کا راز ہے۔ چنانچہ امام حسنؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱

مَا تَشَاوَرَ قَوْمٌ اِلَّا هُدُوا اِلٰی رُشْدِهِمْ.

جو قوم آپس میں مشورہ کرے گی وہ کمال کی طرف ہدایت پائے گی۔

☆......☆......☆

شکر

اگر کوئی شخص کسی کے ساتھ ایک نیکی کرے لیکن وہ اس کا شکریہ ادا نہ کرے تو دنیا اسے احسان فراموش کہتی ہے اور اس کو ملامت کرتی ہے۔ ایسے انسان کو پست فطرت کہا جاتا ہے۔

اب ذرا سوچئے! کتنا پست فطرت ہوگا وہ انسان جو اس ذات کا شکریہ ادا نہ کرے جس نے اسے ہمیشہ اپنی نعمتوں سے نوازا ہے۔ چنانچہ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲

اَللُّؤْمُ اَنْ لَاتَشْکُرَ النِّعْمَۃَ.

نعمت کا شکر ادا نہ کرنا پستی ہے۔



دوستی

دوست کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ دوستوں کی عادتیں اور خصلتیں بہت تیزی سے ایک دوسرے میں منتقل ہوتی ہیں۔ اسی لئے یہ کہا گیا کہ اگر کسی کو پہچاننا ہے تو دیکھو کہ اس کے دوست کیسے ہیں۔ یعنی اگر دوست اچھے ہوں گے تو وہ خود بھی اچھا ہوگا اور اگر دوست برے ہوں گے تو ان کی برائی اس میں بھی پیدا ہو جائے گی۔ اسی لئے انسان کو سوچ سمجھ کر کسی کو دوست بنانا چاہئے۔ امامؑ اپنے فرزند سے فرماتے ہیں:

حدیث ۳

یَابُنَیَّ! لَاتَوَاخِ اَحَداً حَتّٰی تَعْرِفَ مَوَارِدَہٗ وَ مَصَادِرَہٗ فَاِذَا اسْتَنْبَطْتَ الْخُبْرَۃَ وَ رَضِیْتَ الْعِشْرَۃَ فَآخِہِ عَلٰی اِقَالَۃِ الْعَثْرَۃِ وَ الْمُوَاسَاۃِ فِی الْعُسْرَۃِ.

اے بیٹا! کسی سے برادری کا رشتہ اس وقت تک استوار نہ کرو جب تک یہ نہ جان لو کہ وہ کہاں جاتا ہے؟ کہاں سے آتا ہے؟ پس جب تم اس کے حال سے اچھی طرح باخبر ہو جاؤ اور اس کی معاشرت سے راضی ہو جاؤ تو اس کے ساتھ برادری کا رشتہ استوار کرو بشرطیکہ اس کی بنیاد غلطیوں کو نظر انداز کرنے اور سختی کے موقع پر ساتھ نبھانے پر ہو۔

محنت میں عظمت

ہر انسان اپنا رزق یا دیگر ضروریاتِ زندگی تین طرح سے حاصل کر سکتا ہے:

۱۔ کسی پر دھونس جما کر۔

۲۔ بھیک مانگ کر۔

۳۔ اپنی محنت اور کوشش کے ذریعے۔

دھونس جمانے یا بھیک مانگنے سے انسان کی شخصیت خاک میں مل جاتی ہے اور لوگوں کی نظروں میں اس کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ صرف اور صرف محنت ہی وہ گوہرِ نایاب ہے جو انسان کو عظمت عطا کرتی ہے۔ اس لئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۴

لَاتُجَاهِدِ الطَّلَبَ جِهَادَ الْغَالِبِ وَ لَاتَتَّكِلْ عَلَى الْقَدَرِ اِتِّكَالَ الْمُسْتَسْلِمِ.

کسی فاتح کی طرح (ہر چیز کی) طلب نہ کرو اور نہ تسلیم شدہ (شکست خوردہ) انسان کی طرح صرف تقدیر پر اعتماد کرو (بلکہ جہد مسلسل اور اللہ پر اعتماد کرتے ہوئے کام کرتے رہو)۔

☆......☆......☆

محبت

انسانی زندگی میں محبت بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔ اگر خونی رشتوں کے درمیان سے یہ ختم ہو جائے تو اپنے، پرائے بن جاتے ہیں۔ اور اگر غیروں کے درمیان قائم ہو جائے تو وہ اپنے بن جاتے ہیں۔ لہذا انسانوں کے درمیان حقیقی رشتہ، محبت کا رشتہ ہے۔ چنانچہ اس بارے میں امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۵

اَلْقَرِیْبُ مَنْ قَرَّبَتْهُ الْمَوَدَّةُ وَ اِنْ بَعُدَ نَسَبُهُ.

وَ الْبَعِیْدُمَنْ بَاعَدَتْهُ الْمَوَدَّةُ وَ اِنْ قَرُبَ نَسَبُهُ.

قرابتدار وہ ہے جسے محبت نزدیک کردے اگرچہ رشتہ داری دور کی ہو۔ اور اجنبی وہ ہے جو دوستی کے لحاظ سے دور ہو اگرچہ نزدیکی رشتہ دار ہو۔



مسجد میں جانے کے فوائد

قیامت کے دن خدا سے شکایت کرنے والوں میں سے ایک مسجد بھی ہوگی کہ لوگ نزدیک رہنے کے باوجود اس میں نماز پڑھنے نہیں جاتے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم مسجد سے حاصل ہونے والے انفرادی اور اجتماعی فوائد سے آگاہ نہیں۔ امام مسجد میں جانے کے فوائد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حدیث ٦

مَنْ أَدَامَ الْاِخْتِلَافَ اِلَی الْمَسْجِدِ أَصَابَ اِحْدیٰ ثَمَانٍ:

اٰیَةً مُحْکَمَةً وَ اَخاً مُسْتَفَاداً وَ عِلْماً مُسْتَطْرِفاً وَ رَحْمَةً مُنْتَظِرَةً وَ کَلِمَةً تَدُلُّهُ عَلَی الْهُدیٰ اَوْ تَرُدُّهُ عَنْ رَدیً وَ تَرْکَ الذُّنُوْبِ حَیَاءً اَوْ خَشْیَةً.

جو شخص مسجد میں آتا جاتا رہے اسے آٹھ میں سے ایک فائدہ ضرور ملتا ہے:

ا۔ مضبوط نشانی (آیاتِ الٰہی کو سمجھنا)

۲۔ مفید دوستی ۳۔ نیا علم

۴۔آتی ہوئی رحمت

۵۔ہدایت دینے والی کوئی بات

۶۔ایسی بات جو اسے پستی سے نجات دلائے

۷۔خدا سے شرم کی وجہ سے گناہوں سے پرہیز

۸۔خوفِ خدا کی وجہ سے گناہوں سے دوری۔



آنکھ، کان اور دل

خداوندمتعال نے انسان کو جسم اور اس کے اعضاء اس لئے عطا کئے کہ وہ حقیقت کا ادراک کر سکے۔ آنکھ دنیا میں خدا کی نشانیاں دیکھ کر نیک راہ پر چلے۔ کان وہ سنے جو اسے اس راستے پر چلنے میں مدد دے اور اس کا دل شکوک وشبہات سے پاک اور یقین واطمینان سے مزین ہو۔ اسی وجہ سے امامؑ آنکھ، کان اور دل کے بارے میں فرماتے ہیں:

حدیث ۷

اِنَّ أَبْصَرَ الْأَبْصَارِ مَا نَفَذَ فِی الْخَیرِ مَذْهَبُهُ، وَ اَسْمَعُ الْاِسْتِمَاعِ مَا وَعَی التَّذْكِیرَ وَ انْتَفَعَ بِهِ، اَسْلَمُ الْقُلُوْبِ مَا طَهُرَ مِنَ الشُّبُهَاتِ.

سب سے اچھی بینائی اس آنکھ کی ہے جو نیکی کی راہ پر لگی رہے اور بہترین سماعت اس کان کی ہے جو نصیحت کو سنے اور اس سے فائدہ اٹھائے اور پاک ترین دل وہ ہے جو شبہات سے بھی پاک رہے۔

لفظوں سے محبت کا اظہار

اخوت اور برادری صرف دل میں ہونا کافی نہیں بلکہ اس کا اظہار بھی ضروری ہے۔میل ملاپ رکھنا، تحفے تحائف دینا، صمیم قلب سے مصافحہ کرنا اور بوسہ لینا وغیرہ اس اظہار کے مختلف طریقے ہیں۔امامؑ اس کی اہمیت کے پیش نظر فرماتے ہیں:

حدیث ۸

اِذا لَقِیَ اَحَدُکُمْ اَخاہُ فَلْیُقَبِّلْ مَوْضِعَ النُّوْرَ مِنْ جَبْهَتِهِ.

تم میں سے جو شخص اپنے دینی بھائی سے ملاقات کرے تو اس کی پیشانی کے نورانی مقام (یعنی جائے سجدہ) پر بوسہ دے۔

☆......☆......☆

ہلاکت

ہر انسان چاہتا ہے کہ لوگ اس کی عزت کریں، اس کے ساتھ اچھی طرح پیش آئیں، اس کو اچھے الفاظ سے یاد کیا جائے اور برائی سے دور رکھا جائے۔امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۹

هَلاکُ النَّاسِ فِیْ ثَلاثٍ: اَلْکِبْرُ، اَلْحِرْصُ، اَلْحَسَدُ.

اَلْکِبْرُ بِهِ هَلاکُ الدِّیْنِ وَ بِهِ لُعِنَ اِبْلِیْسُ.

اَلْحِرْصُ عَدُوُّ النَّفْسِ وَ بِهِ اُخْرِجَ آدَمُ مِنَ الْجَنَّةِ.

اَلْحَسَدُ رائِدُ السُّوْءِ وَ بِهِ قَتَلَ قَابِیْلُ هَابِیْلَ.

لوگوں کی ہلاکت تین چیزوں میں ہے: تکبر لالچ اور حسد۔

تکبر کے ذریعہ دین تباہ ہو جاتا ہے اور ابلیس اسی کے سبب ملعون قرار پایا۔

لالچ انسان کی جانی دشمن ہے اور اسی کی وجہ سے جناب آدم کو جنت سے نکالا گیا۔

حسد برائی کی بنیاد ہے اور یہی وہ سبب تھا جس کی وجہ سے قابیل نے ہابیل کو قتل کیا۔



نیکی کی بنیاد

خدا کی عبادت اور تقویٰ کی بنیاد غور و فکر ہے کہ انسان اس نتیجے پر پہنچے کہ خدا واقعاً عبادت کے لائق ہے اور وہی ہمارا پروردگار ہے۔ ایسی عبادت اور تقویٰ دائمی ہے لیکن اگر صرف اور صرف خوف کی وجہ سے تقویٰ اختیار کیا جائے تو اس کا اثر زیادہ عرصہ نہیں رہتا۔ اس بارے میں امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۰

اُوصِیکُمْ بِتقْوَی اللّٰهِ وَ اِدَامَةُ التَّفَکُّرِ فَاِنَّ التَّفَکُّرَ اَبُوْ کُلِّ خَیْرٍ وَ اُمُّهُ.

میں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے اور تفکر جاری رکھنے کی سفارش کرتا ہوں۔ کیونکہ تفکر ہر نیکی کی ماں اور باپ ہے۔



احتیاط

دین اسلام صرف ایک روحانی دین نہیں ہے بلکہ اس میں ایسے تمام احکام شامل

ہیں جن کا تعلق انسان کی جسمانی و روحانی اور دینی و دنیوی سعادت سے ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جو اسلامی احکام ظاہری طور پر صرف جسمانی اثر رکھتے ہیں وہ روحانی اثرات بھی مرتب کرتے ہیں۔ چنانچہ امام حسنؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۱

غَسْلُ الْيَدَيْنِ قَبْلَ الطَّعَامِ يُنْفِي الْفَقْرَ وبَعْدَهُ يُنْفِي الْهَمَّ.

کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا فقر کو اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا غم واندوہ کو دور کرتا ہے۔

☆......☆......☆

یقین اور عمل

غفلت مصیبت عظمیٰ ہے کہ کچھ لوگ اپنے اچھے برے کو نہیں سمجھتے اس لئے صحیح راستے پر چل نہیں پاتے۔ یقین کی منزل پر نہیں پہنچ پاتے کہ حقیقت کا ادراک کر سکیں۔ اس دار عمل (دنیا) میں یقین حاصل نہیں ہوتا اور جب وہاں یقین حاصل ہوگا تو عمل کا وقت گزر چکا ہوگا۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ اس دنیا کو حقیقت کی آنکھ سے دیکھے تاکہ اسے اسی دنیا میں یقین بھی حاصل ہو سکے۔

حدیث ۱۲

النَّاسُ فِيْ دَارِ سَهْوٍ وَ غَفْلَةٍ يَعْمَلُوْنَ وَ لَايَعْلَمُوْنَ فَإِذَا صَارُوْا إِلىٰ دَارِ يَقِيْنٍ يَعْلَمُوْنَ وَ لَايَعْمَلُوْنَ.

اس دنیا میں لوگ بے خبری اور غفلت میں پڑے ہوئے ہوتے ہیں کہ عمل

کرتے ہیں لیکن جانتے نہیں۔ جب آخرت میں پہنچیں گے تو اس وقت یقین کی منزل پر ہوں گے لیکن اس وقت وہ جانتے ہوں گے لیکن عمل نہیں کرسکیں گے۔



اخلاق سے پیش آئیں

اکثر لوگ چاہتے ہیں کہ ان کے ساتھ لوگ بہت اچھی طرح پیش آئیں، لیکن ان کا رویہ دوسروں کے ساتھ اچھا نہیں ہوتا۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ دوسرے آپ کے ساتھ اچھی طرح پیش آئیں تو آپ کو کیا کرنا چاہئے؟ امام حسنؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۳

صَاحِبِ النَّاسَ بِمِثْلِ مَاتُحِبُّ اَنْ یُصَاحِبُوْکَ.

لوگوں کے ساتھ اس طرح پیش آؤ جس طرح چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ پیش آئیں۔



ادب، جواں مردی، حیاء

ادب سے انسان کا احترام بڑھتا ہے۔ جوانمردی باعزت اور آزاد زندگی گزارنے کے لیے ضروری ہے اور حیاء عفت کو محفوظ رکھتی ہے۔ لہذا یہ تینوں چیزیں انسانی زندگی کے لیے ضروری ہیں لیکن ان تین چیزوں کی تین بنیادیں ہیں۔ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۴

لَا اَدَبَ لِمَنْ لَا عَقْلَ لَهُ، وَ لَا مُرُوَّةَ لِمَنْ لَا هِمَّةَ لَهُ، وَ لَا حَيَاءَ لِمَنْ لَا دِيْنَ لَهُ.

جس میں عقل نہیں اس میں ادب نہیں، جس میں ہمت نہیں اس میں جوان مردی نہیں اور جس میں حیا نہیں اس میں دین نہیں۔



حصول علم اور تعلیم

انسان چاہے عمر کے کسی بھی حصہ میں پہنچ جائے لیکن علم کی ترویج میں کوتاہی نہیں ہونی چاہئے۔ ایک چراغ سے دوسرا چراغ روشن ہوتا رہے اور علم و شعور کی روشنی پھیلتی رہے۔ اس مقصد کے لئے امام حسنؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۵

عَلِّمِ النَّاسَ عِلْمَکَ وَ تَعَلَّمْ عِلْمَ غَیْرِکَ.

اپنا علم دوسروں کو سکھاؤ اور دوسروں کا علم حاصل کرو۔



نسخۂ کیمیا

انسان چاہتا ہے کہ وہ دنیا میں کسی کا محتاج نہ ہو۔ غربت اور تنہائی سے محفوظ رہے اور دنیا کی لذتیں حاصل کرتا رہے۔ ان تمام خواہشات کے حصول کے لئے وہ دن رات ایک کر دیتا ہے اور حلال و حرام کا خیال رکھے بغیر مال و دولت کے حصول میں مشغول ہو جاتا ہے۔ لیکن وہ نہیں جانتا کہ بے نیازی کی حقیقت کیا ہے؟ حقیقی غربت کسے کہتے ہیں؟ تنہائی کیا ہوتی ہے؟ اور زندگی کی بہترین لذتیں کس طرح حاصل ہو سکتی ہیں؟ ان کے بارے میں امام حسنؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۶

لَا غِنیٰ اَکبَرُ مِنَ العَقلِ وَ لَا فَقرَ مِثلُ الجَھلِ وَ لَا وَحشَۃَ اَشَدُّ مِنَ العُجبِ، وَ لَا عَیشَ اَلَذُّ مِنْ حُسنِ الخُلُقِ.

عقل سے بڑھ کر کوئی بے نیازی نہیں۔ جہالت جیسی کوئی غربت نہیں۔ خود پسندی سے زیادہ کوئی تنہائی نہیں اور خوش اخلاقی سے بالاتر کوئی لذت نہیں۔

☆......☆......☆

سلام

اسلام میں سلام کرنا صرف ایک رسم نہیں ہے بلکہ پیغامِ محبت اور اظہارِ خلوص ہے۔ سلام دوسروں کے لئے سلامتی کی دُعا ہے۔ اسی اہمیت کے پیشِ نظر فرماتے ہیں:

حدیث ۱۷

مَنْ بَدَاَ بِالْکَلَامِ قَبلَ السَّلَامِ فَلَا تُجِیبُوہ.

جو سلام کرنے سے پہلے کلام شروع کردے اس کی بات کا جواب نہ دو۔

☆......☆......☆

عظیم ترین بزرگی

انسان نیکی کے جواب میں نیکی کرے اور مانگنے کے بعد عطا کرے یہ کوئی کمال نہیں۔ کمال یہ ہے کہ بدی کے جواب میں نیکی کرے اور سوال سے پہلے ہی عطا کردے۔ امام حسنؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۸

اَلشُّرُوعُ بِالْمَعرُوفِ وَ الاِعطَاءُ قَبلَ السُّؤَالِ مِنْ اَکبَرِ السُّؤدَدِ.

نیکی کی ابتداء کرنا اور مانگنے سے پہلے عطا کرنا عظیم ترین بزرگی ہے۔

علم کو محفوظ کرلو

انسان علم حاصل کرتا ہے۔ بہت سی باتیں سیکھتا ہے لیکن جلد ہی بھول جاتا ہے یا مرنے کے بعد اپنے ساتھ قبر میں لے جاتا ہے۔ علم کو محفوظ کرنے اور دوسروں کو اس سے فیض یاب کرنے کے بارے میں امام فرماتے ہیں:

حدیث ۱۹

تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ وَ اِنْ لَمْ تَسْتَطِيْعُوا حِفْظَهُ فَاكْتُبُوْهُ وَ ضَعُوْهُ فِیْ بُيُوْتِكُمْ.

علم حاصل کرو اور اگر تم اس کو حفظ نہیں کر سکتے تو اسے لکھ کر اپنے گھروں میں رکھ لو۔

☆......☆......☆

قربِ خدا

جو جتنا خدا سے قریب ہوتا ہے خدا بھی اتنا ہی اس سے نزدیک ہوتا ہے۔ جو جس قدر خدا کی خوشنودی کا خیال رکھتا ہے خدا بھی اسی طرح اس کے سوال کو سنتا ہے۔ اس بارے میں امام فرماتے ہیں:

حدیث ۲۰

اَنَا الضَّامِنُ لِمَنْ لَمْ يَهْجِسْ فِیْ قَلْبِهِ اِلَّا الرِّضَا اَنْ يَدْعُوَ اللّٰهَ فَيُسْتَجَابُ لَهُ.

جس کے دل میں خوشنودی خدا کے علاوہ کوئی چیز خطور نہ کرے، چنانچہ جب وہ اللہ کو پکارے گا تو میں اس کی دعا کی قبولیت کا ضامن ہوں۔

☆......☆......☆

مطیع اور فرمانبردار

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ہر چیز کو انسان کے لئے خلق کیا۔ ہر چیز اپنی جگہ بنی نوع انسان کی خدمت میں مصروف ہے۔ اگر یہ انسان اپنے خدا کا مطیع اور فرمانبردار ہو جائے اور اس مقام پر پہنچے کہ اسے ''فنافی اللہ'' کہا جائے تو خدا ہر چیز کا اختیار بھی اس انسان کو دے دیتا ہے۔ چنانچہ امام حسن مجتبیٰؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۱

مَنْ عَبَدَ اللّٰہَ عَبَّدَ اللّٰہُ لَہٗ کُلَّ شَیْءٍ.

جس نے اللہ کی بندگی کی، اللہ ہر چیز کو اس کا مطیع و فرمانبردار بنا دیتا ہے۔

☆......☆......☆

خدا کی عظمت اور جلالت

انسان اس دنیا کے معمولی سے حاکم اور فرماں روا کی عظمت کے سامنے لرزہ براندام ہو جاتا ہے اور اس پر خوف طاری ہو جاتا ہے۔ اگر یہی انسان خدا کی عظمت اور جلالت کا صحیح تصور کر سکے تو یقیناً یہ تصور اس کے جسم و روح پر اثر انداز ہوگا۔ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۲

اِنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ علیہ السلام اِذَا تَوَضَّأَ ارْتَعَدَتْ مَفَاصِلُہٗ وَ اصْفَرَّ لَوْنُہٗ. فَقِیْلَ لَہٗ فِیْ ذٰلِکَ، فَقَالَ:

حَقٌّ عَلٰی کُلِّ مَنْ وَقَفَ بَیْنَ یَدَیْ رَبِّ الْعَرْشِ اَنْ یَصْفَرَّ لَوْنُہٗ وَ تَرْتَعِدَ مَفَاصِلُہٗ.

امام حسن علیہ السلام جب وضو کرنے لگتے تو آپؑ کے پیر لرزنے لگتے اور رنگ زرد پڑ جایا کرتا تھا۔ جب اس کے بارے میں آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا:
جو شخص (معرفت کے ساتھ) مالکِ عرش کے سامنے جا رہا ہو اس کے پیر لرزنے اور رنگ زرد ہونا ہی چاہیئے۔



محبوب سے ملاقات

ہر انسان چاہتا ہے کہ اپنے محبوب کے سامنے اچھی حالت میں جائے۔ ظاہری وضع قطع صحیح ہو اور اچھا لباس زیب تن کیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ محبوب حقیقی کے سامنے پیش ہونے کے لئے ان ہی باتوں کی تاکید کی گئی ہے۔ ابن خیثمہ نقل کرتے ہیں:

حدیث ۲۳

كَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ علیہ السلام اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلَاةِ لَبِسَ اَجْوَدَ ثِيَابِهِ..

امام حسن علیہ السلام جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنا بہترین لباس زیب تن کیا کرتے تھے۔



حج بیت اللہ

حج اور زیارتِ خانۂ خدا در اصل اپنے محبوبِ حقیقی سے ملاقات ہے۔ محبوبِ حقیقی سے عشق جتنا زیادہ ہوگا اتنا ہی اس سفر میں آنے والی مشکلات اس کے لئے خوشگوار اور پر لطف ہوں گی۔ چنانچہ امام باقرؑ کہتے ہیں کہ امام حسنؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۴

اِنِّیْ لَاَسْتَحْیِیْ مِنْ رَبِّی اَنْ اَلْقَاہُ وَ لَمْ اَمْشِ اِلٰی بَیْتِہٖ.

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اپنے پروردگار سے شرم آتی ہے کہ میں اس کی بارگاہ میں اس حالت میں پہنچوں کہ میں نے اس کے گھر کی زیارت کے لئے پیدل سفر نہ کیا ہو۔



دروازۂ مسجد پر دُعا

مسجد کی جانب قدم بڑھاتے ہی انسان کی عبادت کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ خدا کی نظر رحمت اس کے شاملِ حال ہونے لگتی ہے۔ جب ایسا ہوتو یہ بہترین وقت ہے کہ اپنے پروردگار سے کچھ مانگا جائے۔ ابن شہرآشوب نقل کرتے ہیں:

حدیث ۲۵

کَانَ الْحَسَنُ علیہ السلام اِذَا بَلَغَ بَابَ الْمَسْجِدِ رَفَعَ رَأْسَہُ وَ یَقُوْلُ: اِلٰھِیْ! ضَیْفُکَ بِبَابِکَ، یَا مُحْسِنُ قَدْ اَتَاکَ الْمُسِیُٔ، فَتَجَاوَزْ عَنْ قَبِیْحِ مَا عِنْدِیْ بِجَمِیْلِ مَا عِنْدَکَ یَا کَرِیْمُ.

امام حسنؑ جب مسجد کے دروازے پر پہنچتے تو سر بلند کر کے یہ دعا کیا کرتے تھے:

اے خدا! تیرا مہمان تیرے دروازے پر ہے، اے احسان کرنے والے! ایک گناہ گار تیری بارگاہ میں آیا ہے، اپنی خوبیوں کے سبب میری برائیوں سے درگذر فرما۔ اے صاحبِ کرم!

لوگوں کا خیال رکھنا

ہر انسان زندگی کے کسی موڑ پر ایسے حالات میں گھر سکتا ہے کہ اسے کسی کے سامنے دستِ سوال دراز کرنا پڑے۔ ایسے موقع پر اگر سائل کی ضرورت تو پوری کرنے کے ساتھ اسے ذلیل بھی کیا جائے تو نہ صرف یہ کہ اس کی خوشی کافور ہو جاتی ہے بلکہ ممکن ہے کہ ذلت کی تلخی حاجت کی تلخی سے کہیں زیادہ اذیت ناک ثابت ہو۔ امام حسنؑ کے پاس بھی لوگ اپنی ضروریات لے کر آتے تھے۔ ایسے موقع پر امام کیا کرتے تھے؟

حدیث ۲۶

مَا رُوِیَ اَنَّ رَجُلاً دَفَعَ اِلَیْهِ رُقْعَةً فِیْ حَاجَةٍ (اِلَّا) فَقَالَ لَهٗ: حَاجَتُکَ مَقْضِیَّةٌ، فَقِیْلَ لَهٗ: یَابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ! لَوْ نَظَرْتَ فِیْ رُقْعَتِهٖ ثُمَّ رَدَدْتَ الْجَوَابَ عَلٰی قَدْرِ ذٰلِکَ. فَقَالَ: اَخْشٰی اَنْ یَسْأَلَنِیَ اللّٰهُ عَنْ ذُلِّ مُقَامِهٖ بَیْنَ یَدَیَّ حَتّٰی اَقْرَءَ رُقْعَتَهٗ.

آپؑ کے بارے میں کبھی روایت نہیں کی گئی کہ کسی نے آپؑ کو اپنی کسی ضرورت کے بارے میں کوئی رقعہ دیا ہو اور آپؑ نے سوائے اس کے کچھ کہا ہو کہ تمہاری ضرورت پوری ہوئی۔ کسی نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! پہلے رقعہ دیکھ لیتے اور پھر اس کے لحاظ سے جواب دیتے تو بہتر تھا۔

آپؑ نے فرمایا: میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ رقعہ دیکھنے میں جو وقت لگے گا اور اس دوران اسے میرے سامنے جو خفت ہوگی، اللہ تعالیٰ مجھ سے اس کے بارے میں سوال نہ کر لے۔

☆......☆......☆

ہر جاندار کا خیال

اس کسمپسری اور نفسا نفسی کے دور میں انسان اپنی چیزوں یہاں تک کہ اپنے رزق میں بھی اپنے ہم نوع انسانوں کو شریک نہیں کرتا لیکن سیرتِ امامؑ یہ ہے کہ:

حدیث ۲۷

عن نجیح قال: رَاَیْتُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِیٍّ علیہ السلام یَأْکُلُ وَ بَیْنَ یَدَیْهِ کَلْبٌ، کُلَّمَا اَکَلَ لُقْمَةً طَرَحَ لِلْکَلْبِ مِثْلَهَا، فَقُلْتُ لَهُ: یَابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلَا اَرْجُمُ هٰذَا الْکَلْبَ عَنْ طَعَامِکَ؟

قَالَ: دَعْهُ. اِنِّیْ لَاَسْتَحْیِیْ مِنَ اللّٰهِ اَنْ یَکُوْنَ ذُوْ رُوْحٍ یَنْظُرُ فِیْ وَجْهِیْ وَ اَنَا آکُلُ ثُمَّ لَا اُطْعِمُهُ.

نجیح کہتا ہے: میں نے امام حسن علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ کھانا تناول فرما رہے تھے اور وہیں پر ایک کتا بیٹھا ہوا تھا۔ جب بھی آپ لقمہ لیتے تو ایک لقمہ کتے کے آگے بھی ڈال دیتے۔ میں نے یہ دیکھا تو عرض کیا:

اے فرزندِ رسول! کیا میں اس کتے کو دور کر دوں (تا کہ آپ اطمینان سے کھانا تناول فرما لیں)؟

امامؑ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو! مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ ایک جاندار میری جانب دیکھ رہا ہو اور میں تنہا کھانا کھاتا رہوں اور اسے نہ دوں۔

☆......☆......☆

مسجد کی اہمیت

مسجد اللہ کا گھر ہے اور مسجد جانے والا دراصل اللہ کا مہمان اور اس کا زائر ہوتا ہے۔ زائر کے حق میں امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۸

كَانَ الْحَسَنُ عليه السلام يَقُوْلُ: اَهْلُ الْمَسْجِدِ زُوَّارُ اللّٰهِ وَ حَقٌّ عَلَى الْمَزُوْرِ التُّحْفَةُ لِزَائِرِهِ.

امام حسن علیہ السلام فرمایا کرتے تھے: اہل مسجد اللہ تعالیٰ کے زائر ہوتے ہیں۔ اس لئے اللہ پر حق ہے کہ وہ اپنی زیارت کرنے والوں کو تحفہ عطا کرے۔

☆......☆......☆

نیکی کیا ہے؟

کسی دوسرے کے ساتھ نیکی کرنا اچھی بات ہے لیکن اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ نیکی کرنے والا اپنی نیکی کو ضائع کر دیتا ہے۔ مال خرچ کرتا ہے، زحمت برداشت کرتا ہے لیکن نیکی کے عنوان سے نہیں بلکہ مجبور ہو کر انجام دے رہا ہوتا ہے یا کسی مقصد کے حصول کی خاطر نیکی کرتا ہے اور بعد میں احسان جتا کر اس مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس طرح شاید اسے اپنا مقصد تو حاصل ہو جائے لیکن نیکی کا عظیم اجر وثواب ضائع اور یہ کام بھی نیکی کے دائرے سے خارج ہو جاتا ہے۔ اس لئے حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

حدیث ۲۹

اَلْمَعْرُوْفُ مَا لَمْ يَتَقَدَّمْهُ مَطْلٌ وَ لَايَتْبَعُهُ مَنٌّ.

نیکی یہ ہے کہ اس سے پہلے ٹال مٹول نہ ہو اور اس کے بعد احسان نہ جتایا جائے۔

☆......☆......☆

غربت کیا ہے؟

انسان اگر مالی طور پر فقر اور غربت کا شکار ہو تو اسے کافی مشکلات درپیش ہوتی ہیں اور بعض اوقات تو اس کی زندگی بھی اجیرن ہو جاتی ہے۔ لیکن امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام ہر فقر سے بڑھ کر ایک اور غربت کی جانب اشارہ کر رہے ہیں۔

حدیث ۳۰

لَا فَقْرَ مِثْلُ جَهْلٍ.

جہالت جیسی کوئی غربت نہیں۔

☆......☆......☆

نادانی کیا ہے؟

عام طور پر ہمارے معاشرے میں چالاکی کا معیار یہ ہے کہ اپنے چھوٹے دنیاوی کاموں کا کوئی نہ کوئی راستہ تلاش کر لیا جائے اگر چہ وہ غلط ہی کیوں نہ ہو اور نادانی (بیوقوفی) کی کسوٹی یہ ہے کہ دوسرے اس سے فائدہ اٹھالیں۔ لیکن حقیقت میں نادانی کیا ہے؟ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۱

اَلسَّفَهُ اِتِّبَاعُ الدُّنَاةِ وَ مُصَاحَبَةُ الْغُوَاةِ.

نادانی یہ ہے کہ پست لوگوں کی پیروی اور گمراہ لوگوں کی ہم نشینی اختیار کی جائے۔

☆......☆......☆

عقل مندی کیا ہے؟

جب کہ عقل مندی اور چالاکی کے بارے میں آپؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۲

رَأْسُ الْعَقْلِ مُعَاشَرَۃُ النَّاسِ بِالْجَمِیْلِ.

لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا ہی عقل کی بنیاد ہے۔

☆......☆......☆

قناعت

ہر انسان یہ چاہتا ہے کہ وہ خود کفیل ہو اور خود انحصاری پیدا کرے لیکن یہ اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک وہ قناعت جیسی عظیم دولت حاصل نہ کرلے اور اسے لالچ اور ہوس جیسی ذلت سے چھٹکارا نہ مل جائے۔

حدیث ۳۳

خَیْرُ الْغِنٰی اَلْقُنُوْعُ وَ شَرُّ الْفَقْرِ اَلْخُضُوْعُ.

قناعت بہترین بے نیازی اور انکساری بدترین غربت ہے۔

☆......☆......☆

سزا میں جلدی نہ کرو

سزا دینے کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنی غلطی پر نادم ہوجائے اور وہی غلطی دہرانے سے پرہیز کرے۔ اگر سزا دینے سے پہلے ہی یہ مقصد حاصل ہوجائے تو کیا کہنے۔ اسی طرح واپسی کا کوئی نہ کوئی راستہ کھلا رکھنا چاہئے تاکہ صبح کا بھولا اگر شام کو واپس آنا چاہے تو وہ واپس آسکے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دروازہ بند دیکھ کر اس کی گمراہی کا سلسلہ جاری رہے۔ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۴

لَا تُعَاجِلِ الذَّنْبَ بِالْعُقُوْبَةِ وَ اجْعَلْ بَیْنَهُمَا لِلْاِعْتِذَارِ طَرِیْقاً.

کسی غلطی پر سزا دینے میں جلدی نہ کرو بلکہ ان دو کے درمیان معذرت کا راستہ باقی رکھو۔

☆......☆......☆

حسد

حسد اگر چہ ایک بہت بڑا جرم ہے لیکن حاسد، محسود (جس سے حسد کیا جائے) سے زیادہ خود اپنے آپ کو نقصان پہنچا تا ہے۔ یہ حسد اسے اندرونی طور پر کھوکھلا، اس کی صلاحیتوں کو ختم، اس کی خوبیوں کو زائل اور اس کی نیکیوں کو ضائع کر دیتا ہے۔ اس لئے امامؑ نے حاسد کو ظالم کے ساتھ ساتھ مظلوم بھی قرار دیتے ہوئے فرمایا:

حدیث ۳۵

مَا رَأَیْتُ ظَالِماً اَشْبَهُ بِمَظْلُوْمٍ مِنْ حَاسِدٍ.

میں نے کوئی ظالم ایسا نہیں دیکھا جو مظلومیت میں حاسد جیسا ہو۔

☆......☆......☆

رزق

آج کے دور میں بہت تیزی سے معاشرتی اقدار اور معیار تبدیل ہو رہے ہیں۔ چنانچہ یہ سمجھا جانے لگا ہے کہ اگر انسان شرافت اور پاک دامنی کا مظاہرہ کرے گا تو اسے کچھ حاصل ہونے والا نہیں اس لئے ضروری ہے کہ مال کے حصول کی کوشش کی جائے چاہے جس طرح سے بھی ممکن ہو۔ اس بارے میں امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۶

لَیْسَتِ الْعِفَّةُ بِدَافِعَةٍ رِزْقاً وَ لَا الْحِرْصُ بِجَالِبٍ فَضْلاً.

پاکدامنی سے رزق دور نہیں ہوتا اور نہ ہی حرص سے مال میں اضافہ ہوتا ہے۔

☆......☆......☆

عقل کی پہچان

انسان بظاہر بہت اچھا، نیک اور عاقل نظر آتا ہے لیکن جب انسان غصے میں آتا ہے تو اس کی اصل حقیقت اور شخصیت سامنے آتی ہے۔ اگر وہ غصے میں حد سے تجاوز کر جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی قوتِ غضب قوتِ عقل پر حاکم ہے۔ یہ شخصیت کی ایک بہت بڑی خامی ہے۔ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۷

لَا یُعْرَفُ الرَّأْیُ اِلَّا عِنْدَ الْغَضَبِ.

عقل کی پہچان غصہ کے وقت ہی ہوتی ہے۔

☆......☆......☆

مستحبات یا واجبات؟

ہر کام کا ایک خاص وقت اور موقع ہوتا ہے۔ اسی لئے ہم اپنی روزمرہ کی زندگی میں مختلف کاموں کو ان کی اہمیت کے لحاظ سے درجہ بندی کرتے ہیں اور زیادہ ضروری کاموں کو پہلے انجام دیتے ہیں۔ دینی معاملات میں بھی یہی ہونا چاہئے کہ مستحب کام پر واجب امور کو ترجیح دینی چاہئے۔ اور اگر ضروری ہو تو مستحب کو ترک کر دینا چاہئے۔

بعض اوقات لوگ اتنے مستحبات انجام دیتے ہیں کہ یا تو واجبات بالکل ہی چھوٹ جاتے ہیں یا ان کی ادائیگی کا لطف ختم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۳۸

اِذَا اَضَرَّتِ النَّوَافِلُ بِالْفَرِیْضَۃِ فَارْفُضُوْھَا.

جب مستحبات فرائض میں خلل ڈالیں تو انہیں چھوڑ دو۔

☆......☆......☆

بیوقوف کون؟

انسان بہت محنت اور مشقت سے رزق کماتا ہے۔ اس محنت کا تقاضا یہ ہے کہ اسے صحیح طرح سے خرچ کیا جائے۔ لیکن اگر کوئی انتہائی مشقت کے بعد مال حاصل کرے اور اپنی فضول خرچی میں اسے اڑا دے تو اسے کسی طور پر بھی عقلمند نہیں کہا جا سکتا۔ اسی طرح انسان کی عزت اس کے مال سے بھی زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ عزت اور مقام سالوں کی کردار سازی کے بعد حاصل ہوتا ہے لیکن اگر کسی کی عزت پر بے جا حرف آئے اور وہ اپنا دفاع بھی نہ کرے تو اس سے زیادہ بیوقوف کون ہو سکتا ہے۔ چنانچہ امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۳۹

اَلسَّفِیْہُ اَلْاَحْمَقُ فِیْ مَالِہٖ، اَلْمُتَھَاوِنُ فِیْ عِرْضِہٖ، یُشْتَمُ فَلَا یُجِیْبُ.

بیوقوف وہ ہے جو اپنے مال میں حماقت کا ثبوت دے، اپنی عزت بچانے میں سستی کرے، جب اسے برا بھلا کہا جائے تو جواب نہ دے۔

دنیا اور مومن

دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ جس طرح ایک کسان اپنی کھیتی میں محنت اور مشقت کرتا ہے، یہ محنت اور مشقت بعد میں آنے والے فائدے کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔

مومن بھی اس دنیا سے فائدے اٹھاتا ہے اور ناپائدار لذت کو کبھی دنیا اور آخرت میں حاصل ہونے والے فائدے پر ترجیح نہیں دیتا۔ لیکن کفرانِ نعمت کرنے والا کافر اپنی ظاہری لذت کو حاصل کر لیتا ہے لیکن حقیقی فائدہ اسے نظر نہیں آتا۔ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۴۰

اِنَّ الْمُؤْمِنَ یَتَزَوَّدُ وَ الْکَافِرَ یَتَمَتَّعُ.

مومن دنیا سے فائدہ اٹھاتا ہے (یعنی آخرت کے لئے زادِ راہ حاصل کرتا ہے) اور کافر اس سے صرف لذت اٹھاتا ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام

امام حسین علیہ السلام جن کا نام عظمت دین کا استعارہ اور جن کی سیرت شرافت و تہذیب کا ادارہ ہے، پیغمبر اسلامؐ کے نواسے اور حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام اور جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے فرزند ہیں۔ آپؑ کی تاریخِ ولادت ۳ شعبان سن ۴ ہجری اور تاریخ شہادت ۱۰ محرم الحرام سن ۶۱ ہجری ہے۔

امام حسینؑ اور ان کے بڑے بھائی امام حسنؑ فرزندِ رسولؐ بھی ہیں اور فرزندِ رسالت بھی۔ آنحضرتؐ کی کوئی اولادِ نرینہ زندہ نہیں رہی اس لئے اللہ نے آپؐ کی ذریت کو آپؐ کی دخترِ عصمت جنابِ فاطمہ زہراؑ کی نسل میں قرار دیا۔ حضورؐ کے دونوں نواسے سورۂ کوثر کی بشارت کی عملی تفسیر، نسلِ رسالت کی بقا اور کارِ رسالت کے فروغ کا ذریعہ ہیں۔ رسولؐ کا نام اور رسالت کا کام انہیں کے ذریعے باقی ہے۔

حضرت امام حسینؑ اس سلسلہ امامت کے تیسرے رکن ہیں جو آنحضرتؐ کے بعد انسانوں کی ہدایت کا ذمہ دار ہے۔ اہلبیت رسولؐ کے ذریعے ہدایت کا تسلسل خود حضورؐ کے منصب رسالت کی ضرورت اور ختم نبوت پر دلیل ہے۔ حضورؐ کے اہلبیتؑ کو آپؐ سے الگ نہیں سمجھنا چاہیے۔ یہ آپؐ کے نور کا جزو اور آپؐ کے کارِ ہدایت میں شریک ہیں۔

امامت نبوت نہیں ہے مگر نبوت کی فرع (شاخ) ضرور ہے۔ نبوت الٰہی عہدہ

ہے اور امامت قیامِ عدل کی ضرورت اور استیصالِ باطل کی ضمانت ہے۔ آنحضرتؐ کے بعد امامت کا سلسلہ حضرت علیؑ سے شروع ہو کر امام حسنؑ سے ہوتا ہوا امام حسینؑ تک پہنچا۔ امام حسینؑ نے ظلم کے خلاف جہاد کا وہ اعلیٰ معیار قائم کیا اور قیامِ عدل کے لئے وہ بے مثال قربانی پیش کی کہ امامت کا عہدہ قیامت تک آپؑ کی نسل کے ساتھ مخصوص ہو گیا۔ جناب رسالتمآبؐ کا ارشاد ہے: (اے حسین!) تم خود سردار ہو، سردار کے فرزند، سردار کے بھائی اور خود امام، امام کے فرزند امام کے بھائی، خود حجتِ خدا، حجتِ خدا کے فرزند، حجتِ خدا کے بھائی اور حجتِ خدا کے باپ ہو جن میں کا نواں قائم آلِ محمد ہو گا۔

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دین کا مکمل غلبہ اور ظلم کا کامل استیصال قائم آلِ محمد عجل اللہ فرجہ کے ذریعے ہو گا جن کا تعلق امام حسین علیہ السلام کی نسل سے ہے۔

امام حسینؑ کی زندگی کا کوئی لمحہ اطاعتِ خدا اور اتباعِ رسولؐ سے خالی نہ تھا۔ آپؑ نے نماز قائم کی، زکوٰۃ ادا فرمائی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیا اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کی یہاں تک کہ آپؑ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ آپؑ کی شہادت آپؑ کے اجداد و اولاد کے لئے اللہ کی رحمت کا وسیلہ اور آپؑ کے قاتلوں اور دشمنوں کے لئے رحمت سے دور ہونے کا سبب ہے۔ رحمت سے دوری، اللہ کے غضب کو دعوت دیتی ہے اور جو مغضوب ہیں ان کے لئے لعنت ہے۔ یہی دعوتِ مباہلہ کا اصول ہے۔

رجب ۶۰ھ میں معاویہ کے بعد یزید تخت نشین ہوا۔ جس نے مدینہ کے گورنر ولید کے ذریعے امام حسینؑ سے بیعت طلب کی اور بصورتِ انکار آپؑ کو قتل

کرنے کا حکم دیا۔ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر امام حسینؑ نے ۲۸ رجب ۶۰ھ ہجری کو مدینہ سے ہجرت فرمائی۔ ۳ شعبان کو آپؑ مکہ پہنچے۔ مکہ میں قیام کے دوران کوفہ والوں کی طرف سے خطوط اور وفود آئے جن کے ذریعے آپؑ کو کوفہ آنے کی دعوت دی گئی۔ کوفے والوں کی دعوت اور تعاون و نصرت کی پیشکش امام حسینؑ کی پیش قدمی کے لئے حجت قائم کرنے کے مترادف تھی۔ امامؑ نے اپنے برادرِ عم جناب مسلم بن عقیل کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ مسلم کو کوفہ میں ابتدائی کامیابی ہوئی لیکن بعد میں ابن زیاد نے ان کو شہید کر دیا۔ امام حسین علیہ السلام جناب مسلم کی شہادت سے قبل ۸ ذی الحجہ کو مکے سے کوفہ کی جانب روانہ ہو چکے تھے۔ کوفے کے راستے میں دشمن کے لشکر نے آپؑ کا راستہ روکا۔ نتیجتاً ۲ محرم کو امام حسینؑ کربلا پہنچے۔ رفتہ رفتہ یزیدی فوجوں نے آپؑ کے گرد حصار بنا لیا۔ ۷ محرم سے آپؑ پر پانی بند کر دیا گیا۔ ۱۰ محرم ۶۱ھ ہجری کو صبح سے جنگ شروع ہوئی۔ پہلے اصحاب و انصار نے اپنی جانیں قربان کیں۔ پھر عزیزوں نے شہادت پائی۔ سب سے آخر میں امام حسینؑ میدانِ کربلا میں تشریف لے گئے اور دادِ شجاعت دے کر سجدۂ معبود میں شہادت پائی۔ خیام کی تاراجی، اہلبیتؑ کی اسیری اور کوفہ و شام کے واقعات بھی کربلا کے مصائب کا حصہ ہیں۔

ان حالات کے پس منظر میں جو اسباب کارفرما تھے ان کو یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ اسلام دینِ حق ہے۔ حق اپنے اثبات کے لئے باطل کی نفی چاہتا ہے۔ اس لئے کلمۂ اسلام نفی سے شروع ہو کر اثبات پر ختم ہوتا ہے۔ حق کا اظہار باطل کی مزاحمت کو دعوت دیتا ہے۔ باطل کی مزاحمت کے مقابلے میں استقامت صبر ہے۔ صبر کا سرچشمہ علم ہے اور صبر کا نتیجہ شجاعت۔ جنابِ ختمی مرتبتؐ نے جب جاہلیت عرب کے معاشرے میں

دعوتِ حق کا آغاز کیا تو باطل نے ہر طرح حضورؐ کی مخالفت کی۔ مشرکین مکہ کی ظالمانہ روش کے نتیجے میں اللہ کے رسولؐ نے ہجرت فرمائی۔ مدینہ میں اسلام کا فروغ مشرکین مکہ کے لئے نہایت تکلیف دہ تھا۔ مشرکوں کے مکر، سازش اور مسلح تصادم کے باوجود حق اس طرح غالب آتا رہا کہ مکہ سے ہجرت پر مجبور ہونے والا رسولؐ بالآخر مکہ میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوا۔ وہ لوگ جن کے دل اسلام کی صداقت کو قبول کرنے پر آمادہ نہ تھے اور جن میں بنی امیہ کا سردار ابوسفیان سرفہرست تھا' اسلام کی طاقت کے آگے سر جھکانے پر مجبور ہو گئے۔ حضورؐ کی موجودگی میں اس گروہ کو سر اٹھانے کا موقع نہ ملا۔ حضورؐ کے بعد حالات نے ایسا رخ اختیار کیا کہ شام میں آلِ سفیان کا اقتدار قائم ہو گیا۔ پھر جب دنیاوی خلافت بنی تیم اور بنی عدی سے ہوتی ہوئی بنو امیہ تک پہنچی تو شام کے گورنر معاویہ نے اپنے اقتدار کو مستحکم بنانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

۳۵ ہجری میں حضرت علیؑ نے خلافت دنیا کو قبول کیا تو معاویہ نے ان کے خلاف مسلح بغاوت کر دی۔ یہ اسلامی انقلاب کے خلاف باطل کے ردِ عمل کا کھلا ہوا مظاہرہ تھا۔ یہ کفر و اسلام کی جنگ نہ تھی بلکہ یہ اسلام کے خلاف نام نہاد مسلمانوں کی بغاوت تھی۔ سنہ ۴۰ ہجری میں حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسنؑ خلیفہ بنے تو معاویہ کی ریشہ دوانیوں میں مزید شدت پیدا ہو گئی۔ امام حسنؑ نے اپنے نانا کے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے معاویہ سے صلح کر لی۔ صلحِ حدیبیہ باطل سے مصالحت نہ تھی بلکہ باطل کے لئے وقفۂ مہلت اور اتمامِ حجت تھی۔ اسی طرح امام حسنؑ کی شرائط صلح شام کے حاکم اور شام کی حکومت کے لئے وقفۂ مہلت اور اتمامِ حجت ہیں۔ معاویہ نے ان شرائطِ صلح کی کبھی پابندی نہ کی اور اپنے بعد یزید کو جانشین بنانے کی سازش کر

کے اسلام کے نام پر قائم ہونے والی حکومت کو اموی عرب سامراجیت میں تبدیل کر دیا اور اس طرح بنو امیہ کا حقیقی چہرہ کھل کر مسلمانوں کے سامنے آ گیا اور حق اور باطل ظاہر ہو گیا۔

یزید جس کی سیرت و کردار کا کوئی رخ کسی معیار سے اسلامی تعلیمات کے مطابق نہ تھا، حسینؑ ابن علیؑ کو اپنے اقتدار کے لئے سب سے بڑا خطرہ سمجھتا تھا۔ ہر چند عوام نے دولت کی طمع یا طاقت سے مجبور ہو کر یزید کی بیعت کر لی تھی لیکن تنہا امام حسینؑ کا انکارِ بیعت دیگر تمام لوگوں کے اقرارِ بیعت سے زیادہ اہم تھا۔ حق کو پہچاننا اور حق کو اپنی شخصیت میں اس طرح جذب کرنا کہ انسان خود حق کی پہچان بن جائے، اس میں بہت فرق ہے اور یہ وہ منزل ہے جو رسولؐ اور آلِ رسولؐ کے لئے مخصوص ہے۔ امام حسینؑ کی ذات حق کی پہچان ہے۔ یزید حق کی پہچان کو ختم کر کے باطل کے اقتدار کی راہ کو ہموار کرنا چاہتا تھا۔

امام حسینؑ جو صورتِ حال کو اس طرح دیکھ رہے تھے، اس کا اظہار آپؑ کے سفرِ عراق کے خطبوں میں ہوتا ہے۔ ایک خطبے کا اقتباس ہے:

''اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ایسے سلطان کو دیکھا جو جابر ہو، حرام خدا کو حلال کر رہا ہو، اللہ کے عہد کو توڑ رہا ہو اور رسولؐ کی سنت کی مخالفت کر رہا ہو اور وہ شخص اپنے فعل یا قول سے اسے بدلنے کی کوشش نہ کرے تو خدا کو حق ہے کہ اس بندے کو اس ظالم و جابر سلطان کے ساتھ اس کے افعال کا شریک قرار دے۔ آگاہ رہو کہ ان لوگوں نے اطاعتِ شیطان اختیار کی ہے اور خدائے رحمان کی اطاعت ترک کر دی ہے۔ علی الاعلان فساد پھیلا رہے

ہیں۔ شرع کو معطل کر دیا ہے۔ کوفے پر قابض ہو گئے ہیں۔ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دیا اور تم جانتے ہو کہ میں اس کے خلاف آواز بلند کرنے کا سب سے زیادہ حقدار ہوں۔''

بے شک امام حسینؑ اسلام کو بچانے، اسلام کے خلاف مسلمانوں کی بغاوت کو روکنے اور ظلم کے خلاف جہاد کرنے کے سب سے زیادہ حقدار تھے۔ آپؑ کے بارے میں پیغمبرؐ نے فرمایا کہ ''حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔'' یہ حدیث اس بات کی سند ہے کہ امام حسینؑ کی سیرت حضورؐ کی سیرت کا آئینہ اور آپؑ کے کمالات حضورؐ کے کمالات کا عکس ہیں اور چونکہ جناب ختمی مرتبتؐ کے کمالات میں تمام انبیاء کے کمالات شامل ہیں، اس لئے امام حسینؑ تمام انبیاء کے کمالات کے وارث ہیں۔ امام حسین علیہ السلام کی زیارت (زیارتِ وارثہ) اسی حقیقت کی نشاندہی کرتی ہے۔ حدیث کا دوسرا حصہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ آنحضرتؐ کا نام اور آپؐ کا پیغام امام حسینؑ ہی کے ذریعے زندہ و پائندہ ہے۔ اور شہادت کا کمال جو تمام فضیلتوں کی معراج ہے امام حسینؑ کی شہادت کے ذریعے آنحضرتؐ کے کمالات میں ملحق ہوا۔

کربلا ذبحِ عظیم کی تفسیر اور امام حسین علیہ السلام نفسِ مطمئنہ کی تعبیر ہیں۔ آپؑ کی مرضی اور آپ کا عمل رضاً بقضائه و تسليماً لامره کا نمونہ ہے۔ آپؑ کا مقصد دولت یا حکومت کا حصول نہ تھا بلکہ آپؑ کے نزدیک راہِ خدا میں شہادت عزت کی موت اور ظلم کے ساتھ زندہ رہنا ذلت کی زندگی تھی۔

دوراھا

انسان دنیا میں ایک دوراہے پر کھڑا ہے جہاں اسے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ اسے خدا کو اختیار کرنا ہے یا شیطان کو۔ خدا مالکِ دو جہاں، انسان کی پرورش کرنے والا اور اسے توفیقات عطا کرنے والا ہے، ہر لمحہ اور ہر لحظہ اس کے ہمراہ موجود اور اس کی مشکلات میں اس کی مدد کرنے والا ہے۔ اس کے احکامات کی پیروی دلوں کو سکون عطا کرتی ہے۔ دوسری طرف شیطان خدا کا دشمن، اس کا مغضوب اور انسان کو نعمتوں اور توفیقات سے محروم کرنے والا ہے اور اس کی پیروی عارضی لذّت اور مختصر دنیاوی فائدہ تو پہنچا سکتی ہے لیکن دلوں کو مضطرب اور پریشان کر دیتی ہے۔ اس موقع پر انسان کس کا انتخاب کرے؟ امام حسینؑ دعائے عرفہ میں فرماتے ہیں:

حدیث ۱

مَا ذَا وَجَدَ مَنْ فَقَدَکَ؟ وَ مَا ذَا الَّذِی فَقَدَ مَنْ وَجَدَکَ؟ لَقَدْ خَابَ مَنْ رَضِیَ دُونَکَ بَدَلاً.

جس نے تجھے کھو دیا اس نے کیا پایا؟ اور جس نے تجھ کو پالیا اس نے کیا کھویا؟ جو تیرے بدلے میں کسی چیز پر راضی ہوا وہ تمام چیزوں سے محروم ہو گیا۔

رضائے خدا

کامیابی یہ ہے کہ دنیا میں خدا کی رضا کو ملحوظِ خاطر رکھا جائے جو اسے دنیا میں عزت اور وقار عطا کرتی ہے۔ اسی لئے امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۲

لاٗ اَفْلَحَ قَوْمٌ اشْتَرَوْا مَرْضَاتِ الْمَخْلُوْقِ بِسَخَطِ الْخَالِقِ.

وہ قوم کبھی فلاح نہیں پا سکتی جو خدا کو ناراض کر کے مخلوق کی رضا حاصل کرنا چاہے۔

☆......☆......☆

پُر امن زندگی

اور یہی رضائے الٰہی دنیاوی کامیابی کے ساتھ آخرت میں پُرسکون اور پُرامن زندگی عطا کرتی ہے۔ چنانچہ امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۳

لاٗ یَأْمَنُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِلاَّ مَنْ خَافَ اللّٰہَ فِیْ الدُّنْیَا.

قیامت کے دن اسی کو امن و امان حاصل ہوگا جو دنیا میں خدا سے ڈرتا رہا ہو۔

☆......☆......☆

دین اور ذاتی مفادات

بہت سے دیندار لوگ در حقیقت دنیا پرست ہوتے ہیں۔ دین کے ذریعہ دنیا حاصل کرنا چاہتے ہیں اور دین پر صرف اس وقت تک عمل کرتے ہیں جب تک ان

کے مفادات خطرے میں نہ پڑیں۔ جہاں دین ان سے قربانی مانگے وہیں دین سے دستبردار ہوجاتے ہیں۔ بس حسینیت کا تقاضا یہ ہے کہ وقت پڑنے پر اپنی ذات اور ذاتیات کو حسین علیہ السلام کی طرح دین پر قربان کردیا جائے۔ امامؑ اس بارے میں فرماتے ہیں:

حدیث ۴

اِنَّ النَّاسَ عَبِیْدُ الدُّنْیا، وَالدِّیْنُ لَعِقٌ علیٰ اَلْسِنَتِهِمْ، یَحُوْطُوْنَهُ مَادَرَّتْ مَعائِشُهُمْ. فَاِذا مُحِصُوا بِالْبَلاءِ قَلَّ الدَّیَّانُونَ.

لوگ دنیا کے غلام ہیں، اور دین ان کی زبانوں کا چٹخارہ ہے، جب تک (دین کے نام پر) معاش کا دارومدار ہے دین کا نام لیتے رہتے ہیں اور جب مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں تو اس وقت دینداروں کی تعداد کم ہوجاتی ہے۔



خدا کی نافرمانی اور خواهشات کی تکمیل

انسان اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے خدا کی نافرمانی اور اپنے جیسے انسانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑتا ہے لیکن تاریخ گواہ ہے کہ اس طرح سے انسان اپنی مادی اور دنیاوی خواہشات تک پہنچ بھی جائے تو جلد یا بدیر پچھتاوے کا شکار ہوجاتا ہے۔ تاریخِ کربلا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ جنھوں نے کسی لالچ یا خواہش میں سیدالشھداؑ پر ظلم وستم کیا، ان کی آرزو پوری نہ ہوسکی۔ یعنی دین تو گیا ہی تھا دنیا بھی گئی۔ اس لئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۵

مَنْ حَاوَلَ اَمْراً بِمَعْصِيَةِ اللّٰهِ كَانَ اَفُوتَ لِمَا يَرْجُوْ وَاَسْرَعَ لِمَا يَحْذَرُ.

جو شخص خدا کی نافرمانی کر کے اپنا مقصد حاصل کرنا چاہے، اس کے حصولِ مقصد کا راستہ بند ہو جاتا ہے اور بہت جلد خطرات میں گھر سکتا ہے۔



عزت کی موت

زندگی وہی اچھی جو دنیا و آخرت میں عزت و وقار کا باعث بنے۔ ظلم کے سائے میں ظالموں کے ساتھ جینا انسان کو مجبور کرتا ہے کہ ان کے ظالمانہ احکامات کی پیروی کی جائے جس سے نہ صرف وہ دوسروں پر ظلم و ستم کا باعث بنتا ہے بلکہ اس کی ذاتی عزت بھی خاک میں مل جاتی ہے جو کہ کسی بھی باضمیر انسان کے لئے ممکن نہیں ہے۔ اسی لئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ٦

فَإِنِّیْ لاٰ أَرَی الْمَوْتَ إِلاَّ سَعَادَةً وَ لاَ الْحَيَاةَ مَعَ الظَّالِمِيْنَ إِلاَّ بَرَماً.

میں موت کو سعادت اور ظالموں کے ساتھ زندگی کو ننگ و عار سمجھتا ہوں۔



عبادت

ہر کام کی قیمت اس میں موجود خلوص کی بنیاد پر ہے۔ جو چیز اور جو کام جس قدر

خالص ہوگا اس کی اسی قدر اہمیت ہوگی۔ عبادت تو بہت سے لوگ کرتے ہیں لیکن اصل عبادت وہ ہے جو کسی لالچ یا خوف کے بغیر صرف خدا کی خاطر کی جائے۔ انسان ہر لمحہ خدا کی نعمتوں سے بہرہ مند ہو رہا ہے اور وہ کریم و رحیم اپنی رحمتوں سے اسے نواز رہا ہے۔ اس کے رحم و کرم اور نعمتوں کی بارش اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ صرف اس کا شکر ادا کرنے کے لئے اس کی عبادت کی جائے۔

حدیث ۷

إِنَّ قَوْماً عَبَدُوا اللّٰهَ رَغْبَةً فَتِلْكَ عِبادَةُ التُّجَّارِ، وَ إِنَّ قَوْماً عَبَدُوا اللّٰهَ رَهْبَةً فَتِلْكَ عِبادَةُ الْعَبِيدِ وَ إِنَّ قَوْماً عَبَدُوا اللّٰهَ شُكْراً فَتِلْكَ عِبادَةُ الْأَحْرَارِ، وَ هِيَ أَفْضَلُ الْعِبادَةِ.

جو لوگ خدا کی عبادت (جنت کی) خواہش کے لئے کرتے ہیں ان کی عبادت تاجروں کی عبادت ہے اور جو لوگ خدا کی عبادت (دوزخ کے) خوف سے کرتے ہیں ان کی عبادت غلاموں کی عبادت ہے اور جو لوگ خدا کی عبادت شکر ادا کرنے کے لئے کرتے ہیں وہ آزاد لوگوں کی عبادت ہے اور یہی سب سے افضل عبادت ہے۔

☆......☆......☆

سائل، خدا کی نعمت

عام طور پر اگر انسان کسی اعلیٰ منصب یا مقام پر فائز ہو تو لوگ اس کے پاس اپنے مسائل کے حل کے لئے آتے ہیں، پریشان حال لوگ اپنی مشکلات بیان کرتے ہیں۔ لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ اس طرح سے لوگوں کو کوفت ہونے لگتی ہے اور وہ ضرورت مند کو ایک مصیبت سمجھنے لگتے ہیں۔ جبکہ امام حسینؑ اس بات کو ایک نعمت قرار دیتے ہیں:

حدیث ۸

وَاعْلَمُوا أَنَّ حَوَائِجَ النَّاسِ اِلَيْكُمْ مِنْ نِعَمِ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ. فَلاَ تَمِلُّوا النِّعَمَ فَتَحُوزَ نِقَماً.

لوگوں کی حاجتوں کا تم سے متعلق ہونا تمہارے اوپر خدا کی بڑی نعمت ہے لہذا نعمتوں کو (یعنی صاحبان حاجت کو) رنج نہ پہنچاؤ کہیں وہ نعمت عذاب میں نہ بدل جائے۔



لوگوں کی خوشنودی

خدا کو بندے کا مفاد عزیز ہے جبکہ لوگ اپنی ذاتیات کو اہمیت دیتے ہیں۔ بندہ اگر خدا کی خوشنودی کے خاطر اعمال انجام دیتا ہے تو خدا اس کی مدد و نصرت کرتا ہے۔ لیکن اگر خدا کی ناراضگی مول لے کر صرف بندوں کی خوشنودی چاہے تو خدا بھی اسے لوگوں کے حوالے کر دیتا ہے جو کہ اپنا مفاد پورا ہوتے ہی اس کو تنہا چھوڑ دیتے ہیں۔ چنانچہ امام حسینؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۹

مَنْ طَلَبَ رِضَا النَّاسِ بِسَخَطِ اللّٰهِ وَكَلَهُ اللّٰهُ إِلَى النَّاسِ.

جو خدا کو ناراض کر کے لوگوں کی خوشنودی حاصل کرنا چاہے تو خدا اس کو لوگوں پر ہی چھوڑ دیتا ہے۔



کمزور پر ظلم

دنیا کا یہ دستور بن گیا ہے کہ چونکہ کمزور کا کوئی مددگار نہیں ہوتا اس لئے اس پر ظلم وستم کرنے میں کوئی تامّل نہیں کیا جاتا کیونکہ بے چارہ مظلوم مزاحمت کرنے کی جرأت نہیں رکھتا۔ لیکن جس کا کوئی نہیں ہوتا وہ صرف خدا کو پکارتا ہے اور خدا کا غیض وغضب ہر مزاحمت سے بڑھ کر ہے۔ اسی لئے امام حسینؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۰

اِیَّاکَ وَ ظُلْمَ مَنْ لاٰ یَجِدُ عَلَیْکَ نَاصِراً اِلَّا اللّٰہَ جَلَّ وَ عَزَّ.

جس کا مددگار خدا کے علاوہ کوئی نہ ہو، خبردار، اس پر ظلم نہ کرنا۔

☆......☆......☆

دوست کون ھے ؟

جو ہر اچھی بری بات میں ہمارا ساتھ دے ہم اسے اپنا بہترین دوست سمجھتے ہیں اور جو روک ٹوک کرے اس سے کنارہ گیری کرنے لگتے ہیں۔ جبکہ سچا دوست کون ہے؟ اور اس کا معیار کیا ہے؟ اس کے بارے میں امامؑ کا فرمان ہے:

حدیث ۱۱

مَنْ أَحَبَّکَ نَھَاکَ وَ مَنْ أَبْغَضَکَ أَغْرَاکَ.

جو تمہارا دوست ہوگا وہ تمہیں (برائیوں سے) روکے گا اور جو تمہارا دشمن ہوگا وہ تمہیں (برائیوں پر) ابھارے گا۔

☆......☆......☆

تکمیل عقل

عقل اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ہمیشہ دیرپا چیز کو حاصل کیا جائے اور وقتی اور عارضی چیزوں سے پرہیز کیا جائے۔حق اگرچہ تلخ ہولیکن دیرپا جبکہ باطل شیریں لیکن عارضی ہوتا ہے۔انسان اگرحق کی پیروی کرتا ہے تو یہ اس بات کی نشانی ہے کہ اس کی عقل تکامل کے راستے پر گامزن ہے۔امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۲

لَایَکْمُلُ الْعَقْلُ اِلَّا بِاتِّبَاعِ الْحَقِّ.

عقل صرف حق کی پیروی سے کامل ہوتی ہے۔

☆......☆......☆

نیک نامی یا بد نامی

اگرانسان کسی عطرفروش کے پاس سے گزرے تو اسے خوشبواور فرحت کا احساس ہوگا اور اگراس کے پاس بیٹھ جائے تو اس کے بدن میں کچھ نہ کچھ خوشبو سرایت کر ہی جائے گی۔اسی طرح کوڑے کرکٹ کے ڈھیر کے پاس بیٹھنے کی صورت میں بدن میں کراہت کے آثار ضرور پیدا ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ سید الشہداء علیہ السلام کے نزدیک برے لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا کیسا ہے؟ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۳

مُجَالَسَةُ اَهْلِ الْفِسْقِ رِیْبَةٌ.

اہل فسق وفجور کی صحبت بدنامی کی بات ہے۔

☆......☆......☆

خوف خدا کا اثر

نفس امارہ کے خلاف جہاد کرنے کے لئے تیر وکمان کی نہیں بلکہ خوفِ خدا کی ضرورت ہے۔ نفسانی خواہشات کی پیروی سے بھڑ کنے والی آگ کو بجھانے کے لئے اللہ کے عذاب کے خوف سے بہنے والے آنسو کام آتے ہیں۔ جتنا انسان میں خوفِ خدا ہوگا اور وہ خدا سے شرم وحیا رکھے گا اتنا ہی گناہوں سے بچے گا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

حدیث ۱۴

اَلْبُكَاءُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ نَجاةٌ مِّنَ النَّارِ.

خوف خدا میں گریہ وزاری کرنا دوزخ سے نجات کا ذریعہ ہے۔

☆......☆......☆

گناہ گار کو نصیحت

سید الشہداء علیہ السلام کی شخصیت اس قسم کی تھی کہ گناہ گار انسان اپنی اصلاح کے لئے بلا تکلف آپ کی خدمت میں آجاتے تھے اور کلام امام کی خوبیوں سے متاثر ہو کر برائیوں سے دوری اختیار کرلیا کرتے تھے۔ امام حسینؑ بھی ہر شخص سے اس کی عقل اور ذوق کے مطابق کلام کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک شخص سے فرماتے ہیں:

حدیث ۱۵

جاءَ رَجُلٌ إِلىٰ سَيِّدِ الشُّهَدَاءِ وَ قَالَ: أَنَا رَجُلٌ عَاصٍ، وَ لَاأَصْبِرُ عَنِ الْمَعْصِيَةِ. فَعِظْنِي بِمَوْعِظَةٍ. فَقَالَ عليه السلام: إِفْعَلْ خَمْسَةَ أَشْيَاءٍ وَ أَذْنِبْ مَاشِئْتَ:

فَأَوَّلُ ذٰلِكَ لَاتَأْكُلْ رِزْقَ اللّٰهِ وَ أَذْنِبْ مَا شِئْتَ،

وَ الثانِی أُخرُجْ مِنْ وِلَایَةِ اللّٰهِ وَ أَذْنِبْ مَا شِئْتَ،

وَ الثَّالِثُ اُطْلُبْ مَوْضِعاً لَایَرَاکَ اللّٰهُ وَ أَذْنِبْ مَا شِئْتَ،

وَالرَّابِعُ إِذَا جَائَکَ مَلَکُ الْمَوْتِ لِیَقْبِضَ رُوحَکَ فَادْفَعْهُ عَنْ نَفْسِکَ وَ أَذْنِبْ مَا شِئْتَ،

وَ الْخَامِسُ إِذَا أَدْخَلَکَ مَالِکٌ فِی النَّارِ فَلَا تَدْخُلْ فِی النَّارِ وَ أَذْنِبْ مَا شِئْتَ.

۱۵۔ایک شخص سید الشہداء علیہ السلام کے پاس آیا اور بولا: میں گنہگار انسان ہوں اور خود کو گناہوں سے روک نہیں سکتا۔لہٰذا مجھے کچھ نصیحت فرمایئے۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: پانچ کام کرلو اس کے بعد جو گناہ چاہو کرو:

۱۔خدا کا رزق نہ کھاؤ پھر جو جی چاہے کرو۔

۲۔خدا کی حکومت سے نکل جاؤ پھر جو جی میں آئے کرو۔

۳۔ایسی جگہ تلاش کرلو جہاں تم کو خدا نہ دیکھ سکے وہاں جیسا گناہ چاہو کرو۔

۴۔جب ملک الموت روح قبض کرنے آئے تو اس کو اپنے پاس سے دور کردو اس کے بعد جو گناہ چاہو کرلو۔

۵۔جب (داروغۂ جہنم) مالک تم کو جہنم میں ڈالے تو اس میں نہ جاؤ اور جو گناہ چاہو کرو۔



معذرت خواہی سے بہتر

اپنی غلطی کا اعتراف اور اس پر معذرت چاہنا اگرچہ ایک مستحسن قدم ہے لیکن

عقلمندی یہ ہے کہ ایسا کام ہی نہ کیا جائے کہ جس پر معذرت کرنا پڑے کیوں کہ برائی کا مستقل ارتکاب انسان کی ذلت کا باعث بنتا ہے اور رفتہ رفتہ معذرت خواہی کا اثر بھی ختم ہو جاتا ہے۔ مومن وہی ہے جو غلطی سے پہلے ہی اس کی برائی تک پہنچ جائے اور اس کا ارتکاب نہ کرے اور اگر ایک بار معذرت کر لی تو دوبارہ اس کام کو نہ کرے۔

حدیث ۱۶

اِیَّاکَ وَ مَا تَعْتَذِرُ مِنْهُ، فَاِنَّ الْمُؤْمِنَ لاَ یَعْتَذِرُ، وَالْمُنَافِقُ کُلَّ یَوْمٍ یُسِیئُ وَ یَعْتَذِرُ.

جس فعل پر معذرت کرنا پڑے وہ کام ہی نہ کرو۔ اس لئے کہ مومن نہ برا کام کرتا ہے نہ معذرت کرتا ہے اور منافق روز برائی کرتا ہے اور روز عذر خواہی کرتا ہے۔

☆......☆......☆

جلد بازی

ہر کوئی یہ چاہتا ہے کہ وہ جو کام بھی انجام دے وہ صحیح طور پر پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے۔ لیکن جلد بازی میں نہ کام صحیح طور پر انجام ہوتا ہے اور نہ ہی پایۂ تکمیل تک پہنچ پاتا ہے۔ اسی طرح بعض کاموں کے نتیجے کا ایک وقت ہوتا ہے کہ اس سے پہلے نتیجہ کی خواہش کرنا نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔ اسی لئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۷

اَلْعُجلَةُ سَفَهٌ.

جلد بازی (ایک قسم کی) بیوقوفی ہے۔

جہالت کی علامت

صحیح علم انسان کے اندر بردباری پیدا کرتا ہے۔ جس کا تقاضا یہ ہے کہ بے جا جدل اور بحث سے پرہیز کیا جائے۔ لہذا علم اور منطق سے عاری افراد کے ساتھ بحث ومباحثہ فضول اور عبث ہے۔ اسی لئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۸

مِنْ عَلَامَاتِ أَسْبابِ الْجَهْلِ أَلْمُمَارَاةُ لِغَيْرِ اَهْلِ الْفِكْرِ.

جو اہل فکر نہ ہو اس کے ساتھ بحث ومباحثہ اسباب جہالت کی علامت ہے۔

☆......☆......☆

اخلاقیات اور معنویات

انسانی شخصیت کا دارومدار مادیات پر نہیں بلکہ اخلاقیات اور معنویات کے حصول میں پوشیدہ ہے۔ کیونکہ اکثر اوقات مالدار سے زیادہ صاحبِ اخلاق کی عزت ہوتی نظر آتی ہے۔ لہذا اخلاقیات اور معنویات کی جڑیں جس قدر گہری ہوں گی اتنی ہی شخصیت مستحکم اور بُردبار ہوگی۔ اس لئے امامؑ اپنے چاہنے والوں کو حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

حدیث ۱۹

نَافِسُوْا فِي الْمَكَارِمِ، سَارِعُوا فِي الْمَغَانِمِ.

اعلیٰ اخلاقی اقدار کے حصول میں ایک دوسرے پر سبقت کی کوشش کرو اور معنوی خزانوں کے لئے جلدی کرو۔

☆......☆......☆

سخاوت اور بخل

بخشش اور سخاوت مقام اور منزلت میں اضافہ کرتی ہے۔ جتنا انسان سخی ہوگا اتنا ہی اس کی عزت اور احترام زیادہ ہوگا اور جتنا بخیل اور کنجوس ہوگا اتنا ہی لوگوں کی نظروں سے گر جائے گا۔ معاشرے میں سخی اور کنجوس کی اس حیثیت کو امامؑ اس طرح بتاتے ہیں:

حدیث ۲۰

مَنْ جادَ سادَ، وَ مَنْ بَخِلَ رَذِلَ.

جس نے سخاوت کی اس نے سرداری حاصل کی، جس نے بخل کیا وہ ذلیل ہوا۔

☆......☆......☆

سب سے بڑی سخاوت

اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لوگ سخاوت کرتے ہیں لیکن ان لوگوں پر جن سے ان کا کوئی مفاد وابستہ ہو۔ وقت پڑنے پر ضرورت تو پوری کر دیتے ہیں لیکن ذہن میں یہ بھی ہوتا ہے کہ کل میرا اس سے واسطہ پڑے گا لہذا آج میں اس کی ضرورت پوری کروں، کل وہ میرا مسئلہ حل کرے گا۔ امام حسین علیہ السلام خالص ترین سخاوت کا معیار بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حدیث ۲۱

اِنَّ اَجْوَدَ النّاسِ مَنْ اَعْطیٰ مَنْ لا یَرْجُوہُ.

سب سے زیادہ سخی وہ ہے جو اُن کو بھی دے جن سے اسے کوئی امید نہ ہو۔

☆......☆......☆

آخرت کا مددگار

روز محشر انسان شدید محتاج ہوگا۔اس دن بھائی بھائی سے، والدین اولاد سے فرار کررہے ہوں گے اوراپنی نیکیاں دینے سے گریزاں ہوں گے۔اس وقت انسان کا سہارا ایسے اعمال بنیں گے کہ جن کے ذریعے انسان نے دوسرے مومن کی کرب و بے چینی دور کی ہوگی۔چنانچہ سید الشہداء علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۲۲

مَنْ نَفَّسَ كُرْبَةَ مُؤْمِنٍ فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرَبَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ.

جوکسی مومن کی کرب و بے چینی کودور کرے خدااس کی دنیاوآخرت کی بے چینی کو دور کرتا ہے۔

☆......☆......☆

غیبت کرنے والا

غیبت کرنے والے شخص کے ہاتھوں کسی کی عزت محفوظ نہیں رہتی۔آج وہ آپ کے سامنے کسی کی غیبت کررہا ہے (اورآپ لطف اندوز ہورہے ہیں) توکل کسی کے سامنے آپ کی برائیاں بیان کرے گا۔اسی لئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث۲۳

إِذَا سَمِعْتَ أَحَداً يَتَنَاوَلُ أَعْرَاضَ النَّاسِ فَاجْتَهِدْ أَنْ لَا يَعْرِفَكَ

جب تم سنو کہ کوئی شخص لوگوں کی عزتوں تک پہنچتا ہے تو کوشش کرو کہ وہ تم کو نہ پہچان سکے۔

☆......☆......☆

مالدار کون ؟

ہوس اور زیادہ سے زیادہ کی خواہش انسان کو اندر سے کھوکھلا کر دیتی ہے۔ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی انسان فقیر ہوتا ہے اور مزید کی خواہش اسے چین نہیں لینے دیتی اور اس کی عزتِ نفس کو خاک میں ملا دیتی ہے جبکہ قناعت پسندی سے انسان کم پر بھی مطمئن رہتا ہے۔ چنانچہ بے نیازی کے بارے میں پوچھا گیا تو امام حسینؑ نے فرمایا:

حدیث ۲۴

قِلَّةُ أَمانِيکَ وَ الرِّضا بِمَا يَكْفِيکَ.

تمہاری آرزوں کا کم ہونا اور جتنا تمہارے لئے کافی ہو اس پر راضی ہونا۔

☆......☆......☆

کس سے حاجت بیان کرو ؟

بہتر تو یہ ہے کہ سخت ترین ضرورت میں بھی کسی سے سوال نہ کیا جائے لیکن بہت مجبوری کے عالم میں بھی ہر کسی سے حاجت بیان نہیں کرنی چاہئے۔ کیونکہ ہر شخص مشکل حل نہیں کر سکتا اور بعض اوقات تو مشکل حل کیے بغیر ہی سارے شہر میں شور مچا دیا جاتا ہے۔ اس بارے میں امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۵

لاٰ تَرْفَعْ حاجَتَکَ اِلاَّ اِلٰی أَحَدِ ثَلاثَةٍ: اِلٰی ذِی دِینٍ أَوْ مُرُوَّةٍ أَوْ حَسَبٍ.

اپنی حاجت صرف تین قسم کے افراد سے بیان کرو:

۱۔ دیندار سے ۲۔ جوانمرد سے ۳۔ باشخصیت انسان سے

کب سوال کیا جائے؟

اسلام میں دستِ سوال دراز کرنے کو صرف بعض ضروری موقعوں پر صحیح قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۲۶

اِنَّ الْمَسْأَلَةَ لا تَصْلَحُ اِلَّا فِیْ غُرْمٍ فَادِحٍ اَوْ فَقْرٍ مُدْقِعٍ اَوْ حَمَالَةٍ مُفْظِعَةٍ.

کسی کے سامنے سوال کرنا شائستہ نہیں مگر یہ کہ بہت زیادہ قرض ہو یا انسان ذلت آمیز فقیر میں مبتلا ہو یا اس کو بہت زیادہ مالیت کی دیت یا نقصان ادا کرنا ہو۔

☆......☆......☆

نیکی کی جزا اور گناہ کی سزا

دنیا بارگاہِ خداوندی ہے۔ یہاں ہر عمل اس کے تحتِ نظر ہے۔ جو بھی ذرہ برابر نیکی کرے گا اسے اس کا اجر ملے گا اور اسی طرح ذرہ برابر برائی بھی اس کے سامنے آئے گی۔ یہ عقیدہ انسان کو برائیوں سے بھی بچاتا ہے اور امید بھی پیدا کر دیتا ہے۔ اسی لئے امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۲۷

إعْمَلْ عَمَلَ رَجُلٍ يَعْلَمُ أَنَّهُ مَأْخُوذٌ بِالْاِجْرَامِ مَجْزِیٌّ بِالْاِحْسَانِ.

جس کام کو کرنا چاہتے ہو، اسکو اس شخص کی طرح انجام دو جو یہ جانتا ہے کہ ہر گناہ کی سزا ہے اور نیکی کی جزا ہے۔

سلام

سلام دراصل سلامتی کی دعا ہے۔جس کا اظہار اپنے برادر مومن کے سامنے کیا جاتا ہے۔ یہ دعا دل میں موجود نفرتوں اور کدورتوں کو دور کردیتی ہے۔اس کا اجر بیان کرتے ہوئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۸

لِلسَّلامِ سَبعُونَ حَسَنَةً. تِسعٌ وَ تِسعُونَ لِلمُبتَدِی وَ وَاحِدَةٌ لِلرَّادِّ.

سلام کے ستر ثواب ہیں، ۶۹ ثواب سلام کرنے والے کو اور ایک جواب دینے والے کو ملتا ہے۔

☆......☆......☆

پہلے سلام

سلام کرنے کی اتنی زیادہ اہمیت ہے کہ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۹

لَا تَأْذَنُوا لِأَحَدٍ حَتّیٰ یُسَلِّمَ.

جب تک (آنے والا) سلام نہ کرلے اس کو اندر آنے کی اجازت نہ دو۔

☆......☆......☆

غیبت سے بچنے کا طریقہ

بعض اوقات انسان غیبت سے بچنا چاہتا ہے لیکن وہ یہ سمجھ رہا ہوتا ہے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس کا شمار غیبت میں نہیں ہوتا۔ غیبت کو پہچاننے کا ایک طریقہ امام حسینؑ بتاتے ہیں:

حدیث ۳۰

لَاتَقُولَنَّ فِیْ أَخِیْکَ اِذَا تَوَارٰی عَنْکَ اِلَّا مَا تُحِبُّ أَنْ یَقُوْلَ فِیْکَ إِذَا تَوَارَیْتَ عَنْهُ.

اپنے برادر (مومن) کے پس پشت وہی بات کہو جو تم کو پسند ہو کہ تمہارے پس پشت تمہارے بارے میں کہی جائے۔

☆......☆......☆

آئمہؑ اور حکومت کا مقصد

دین مبین اسلام نے جہاں انفرادی وظائف اور احکامات بیان کئے وہاں اجتماعی اصلاح اور تکامل کے لئے حکومتی قوانین بھی معین کئے ہیں۔اسی لئے آئمہ علیہم السلام کے وظائف میں سے ایک اہم وظیفہ یہ بھی ہے کہ ان قوانین کے نفاذ کی عملی کوشش کریں۔ ہر امامؑ نے اپنے دور میں حالات کے تقاضوں کے مطابق یہ وظیفہ انجام دیا ہے۔سید الشہداء علیہ السلام اپنے قیام کے مقصد کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حدیث ۳۱

أَللّٰهُمَّ إِنَّکَ تَعْلَمُ مَا کَانَ مِنَّا تَنَافُساً فِیْ سُلْطَانٍ وَ لَا الْتِمَاساً مِنْ فُضُوْلِ الْحُطَامِ وَ لٰکِنْ لِنَرُدَّ الْمَعَالِمَ مِنْ دِیْنِکَ وَ نُظْهِرَ الْاِصْلَاحَ فِیْ بِلَادِکَ وَ یَأْمَنَ الْمَظْلُوْمُوْنَ مِنْ عِبَادِکَ وَ یُعْمَلَ بِفَرَائِضِکَ وَ سُنَنِکَ وَ أَحْکَامِکَ.

اے خدا! تو جانتا ہے جو کچھ ہم نے کیا وہ مال دنیا اور قدرت حاصل کرنے کے لئے نہیں تھا بلکہ ہمارا ہدف یہ تھا کہ دین کو قائم رکھیں اور معاشرے کی

اصلاح کریں تا کہ مظلوم لوگ ظالموں کے شر سے نجات حاصل کر سکیں اور واجبات، سنت اور اسلامی قوانین پر عمل ہو سکے۔

رہبر کی شرائط

سیاست اور حکومت کا بنیادی مقصد لوگوں کے امور کی تدبیر اور اجتماعی عدالت کا قیام ہے۔ یہ کام وہی بہتر طور پر انجام دے سکتا ہے جو خود ہوئی و ہوس سے پاک اور اجتماعی اور انفرادی ضروریات کو سمجھتا ہو۔ چنانچہ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۲

فَلَعَمْرِیْ مَا الْإِمَامُ إِلَّا الْعَامِلُ بِالْكِتَابِ وَ الْآخِذُ بِالْقِسْطِ وَ الدَّائِنُ بِالْحَقِّ وَ الْحَابِسُ نَفْسَهُ عَلٰی ذَاتِ اللّٰهِ.

اپنی زندگی کی قسم رہبر وہی ہے جو قرآن پر عمل کرتا ہو، عدالت پر عمل پیرا ہو، حق کا پیروکار ہو اور خدا کی خاطر اپنے نفس پر قابو رکھے۔

☆......☆......☆

حکومت کا حق

اسلام میں دو رکعت نماز پڑھنے کے لئے جماعت کی قیادت کرنے والے پیش امام کے لئے بھی عدالت جیسی اہم شرط رکھی گئی ہے۔ کیا حکومت کی قیادت کرنے کے لئے کوئی شرط نہیں ہے اور جو شخص بھی حکومت پر قبضہ کر لے اسے حاکم مان لیا جائے؟ اس بارے میں امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۳

اِنَا أَحَقُّ بِذٰلِکَ الْحَقِّ الْمُسْتَحَقِّ عَلَيْنَا مِمَّنْ تَوَلَّاهُ.

ہم اہلبیت ظاہری حکومت پر براجمان لوگوں سے زیادہ حکومت کے مستحق ہیں۔

اپنی آنکھ کے شہتیر سے غافل

انسان کو دوسرے کی آنکھ کا تو تنکا بھی نظر آجاتا ہے لیکن اپنی آنکھ کے شہتیر سے بھی غافل رہتا ہے۔ جو شخص دوسروں پر زیادہ نظر رکھتا ہے وہ خود کو اور اپنی خامیوں کو بھول جاتا ہے۔ جبکہ ترقی اور تکامل کے لئے ضروری ہے کہ انسان اپنی کمزوریوں پر نظر رکھے اور انہیں دور کرنے کی کوشش کرے۔ امامؑ اس بارے میں فرماتے ہیں:

حدیث ۳۴

إِيَّاکَ أَنْ تَكُونَ مِمَّنْ يَخَافُ عَلَى الْعِبَادِ مِنْ ذُنُوبِهِمْ وَ يَأْمَنُ الْعُقُوبَةَ مِنْ ذَنْبِهِ.

ایسے لوگوں میں سے نہ ہونا جو دوسروں کے گناہوں کے بارے میں فکر مند اور اپنے گناہوں سے غافل رہتے ہیں۔



غفلت کی نشانی

اگر ہم لوگوں کو نعمتیں ملتی رہیں تو ہم یہی سمجھتے رہتے ہیں کہ ہم اللہ کے چہیتے ہوگئے ہیں۔ لیکن درحقیقت اگر ہم اس کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کریں یعنی ان کا صحیح استعمال کریں تو اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے ورنہ یہ نعمتیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ظالم کی رسی دراز کرنے والا معاملہ ہے۔ جس سے ظالم مزید غافل ہوتا چلا جاتا ہے اور پھر اچانک گرفتار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ امام حسینؑ ارشاد فرماتے ہیں:

حدیث ۳۵

أَلْاِسْتِدْرَاجُ مِنَ اللهِ سُبْحَانَهُ لِعَبْدِهِ أَنْ يُسْبِغَ عَلَيْهِ النِّعَمَ وَ يَسْلُبَهُ الشُّكْرَ.

اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندے کو استدراج (مہلت دینے) کے معنی یہ ہیں کہ اسے فراوانی کے ساتھ نعمتیں دے لیکن شکر کو اس سے سلب کر لے۔



زبان اور شخصیت

انسان کی شخصیت اس کی زبان کے پیچھے چھپی ہوئی ہے۔ اس کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ اس کے کردار وافکار کا آئینہ ہوتے ہیں۔ اسی لئے بولنے سے پہلے الفاظ کو تولنے کی تاکید کی گئی ہے۔ امامؑ اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

حدیث ۳۶

لَاتَقُولُوا بِأَلْسِنَتِكُمْ مَايَنْقُصُ عَنْ قَدْرِكُمْ.

وہ بات اپنی زبان پر نہ لاؤ جس سے تمہاری قدر کم ہو جائے۔



دھوکا دینا

اس ترقی پسند دنیا میں ترقی اصل مقصد ہے چاہے اس کے لئے کوئی بھی راستہ اختیار کیا جائے۔ یہاں تک کہ دوسروں کو دھوکہ دے کر بھی انسان اپنا کام نکال سکے تو اس کو صحیح سمجھا جاتا ہے۔ جب کہ ہمارے رہبر و مولیٰ امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۳۷

وَالْخَدْعُ عِنْدَنَا أَهْلَ الْبَيْتِ مُحَرَّمٌ.

دھوکہ دینا ہم اہلِ بیت کے نزدیک حرام ہے۔

نیند یا بیداری

دنیا میں مشکلات ہوں یا آسانیاں، سب کچھ عارضی ہے اس لئے یہ ایک خواب سے زیادہ کچھ نہیں ہے جبکہ بیداری کا تعلق تو آخرت سے ہے۔ وہاں کی خوبیاں لذت کے قابل اور وہاں کی سختیاں حقیقی مشکلات ہیں۔ اس بارے میں امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۸

وَاعْلَمُوا أَنَّ الدُّنْيَا حُلْوُهَا وَ مُرُّهَا حُلْمٌ وَ الْإِنْتِبَاهُ فِي الْآخِرَةِ.

جان لو! دنیا کی آسائش اور سختی خواب کے علاوہ کچھ نہیں اور حقیقی معرفت اور آگاہی آخرت میں ہے۔

☆......☆......☆

موت کی آرزو

موت سے کافر تو خوف کھا سکتا ہے لیکن مومن موت سے نہیں ڈرتا اس لئے کہ اس دنیاوی زندگی کو اختتام نہیں سمجھتا بلکہ اخروی زندگی کو اپنی اصل زندگی کا آغاز سمجھتا ہے۔ یہی عقیدہ مومن کو نہ صرف موت سے بے خوف کر دیتا ہے بلکہ اسے اس کا آرزومند بنا دیتا ہے۔ چنانچہ روزِ عاشورا اپنے اصحاب باوفا سے فرمایا:

حدیث ۳۹

صَبْراً يَابَنِي الْكِرَامِ! فَمَا الْمَوْتُ إِلَّا قَنْطَرَةٌ تَعْبُرُ بِكُمْ عَنِ الْبُؤْسِ وَ الضَّرَّاءِ إِلَى الْجِنَانِ الْوَاسِعَةِ وَ النِّعَمِ الدَّائِمَةِ.

اے میرے کریم ساتھیو! صبر کرو، کیونکہ موت ایک پل کی مانند ہے جو تمہیں سختیوں اور غم سے نکال کر وسیع بہشت اور دائمی نعمتوں تک پہنچا دے گی۔

دنیا کی حیثیت

دنیا کتنی ہی اچھی سہی لیکن ہمیشہ اس میں رہنا انسان کے بس میں نہیں۔ اسی طرح اس دنیا کی چیزیں عارضی ہیں پس جس کو دوام ہی نہیں اس کے لئے زیادہ کوشش بھی صحیح نہیں۔ کربلا کے سفر کے دوران منزلِ شقوق پر جب کسی نے آکر خبر دی کہ کوفہ کے لوگ آپؑ کے خلاف ہو گئے ہیں تو آپؑ نے دنیا اور دنیاوی امور کے بارے میں بہت ہی خوبصورت اشعار بیان فرمائے:

حدیث ۴۰

فَإِنْ تَكُنِ الدُّنْيَا تُعَدُّ نَفِيْسَةً
فَدَارُ ثَوَابِ اللّٰهِ أَعْلَىٰ وَ أَنْبَلُ

وَ إِنْ تَكُنِ الْأَمْوَالُ لِلتَّرْكِ جَمْعُهَا
فَمَا بَالُ مَتْرُوْكٍ بِهِ الْمَرْءُ يَبْخَلُ

وَ إِنْ تَكُنِ الْأَرْزَاقُ قِسْماً مُقَسَّماً
فَقِلَّةُ حِرْصِ الْمَرْءِ فِي الْكَسْبِ أَجْمَل

وَ إِنْ تَكُنِ الْأَبْدَانُ لِلْمَوْتِ أُنْشِأَتْ
فَقَتْلُ امْرِءٍ بِالسَّيْفِ فِي اللّٰهِ أَفْضَلُ

عَلَيْكُمْ سَلَامُ اللّٰهِ يَا آلَ أَحْمَدَ
فَإِنِّيْ أَرَانِيْ عَنْكُمْ سَوْفَ أَرْحَلُ

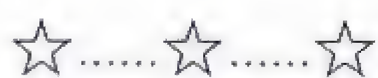
اگر دنیا اچھی چیز شمار کی جاتی ہے تو اللہ کے ثواب کا گھر اس سے بہتر اور قیمتی ہے۔

اگر اموال کو چھوڑ جانے کے لئے جمع کرنا ہے تو جو چیز چھوڑ جانی ہے اس میں مرد کیوں بخل کرے۔

اگر رزق تقسیم ہو چکا ہے تو کسب مال میں مرد کا زیادہ حرص نہ کرنا ہی بہتر ہے۔

جب موت کے لئے خلق کیے گئے ہیں تو مرد کا خدا کی راہ میں تلوار سے قتل ہو جانا افضل ہے۔

اے آل احمد آپ پر سلام ہو کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ مجھے اب آپ سے جدا ہونا ہے۔



حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام

آپؑ کا اسمِ مبارک علی ہے۔ یہ نام آپؑ کے پدر بزرگوار حضرت امام حسینؑ نے اپنے والد حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کے نام پر رکھا۔ حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام کی ولادت ۳۸ھ میں ہوئی۔ تاریخِ ولادت ۱۵ جمادی الثانی ہے۔ بعض روایتوں میں ولادت کی تاریخ ۵ شعبان بتائی گئی ہے۔

آپؑ کا ذاتی کردار اور آپؑ کی شخصیت اس قدر پاکیزہ اور بلند ہے کہ لوگ آپؑ کو زین العابدین، زین الصالحین اور سید الساجدین جیسے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ آپؑ کی ذات پاک کے لئے زین العابدین کے الفاظ جناب رسالت مآبؐ کی روایت میں بیان کئے گئے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: روزِ قیامت ایک منادی ندا دے گا۔ أَيْنَ زَيْنُ الْعَابِدِيْنَ؟، اس وقت علیؑ ابن ابیطالبؑ کا پوتا اور حسینؑ کا بیٹا علی آگے بڑھے گا۔

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت علیؑ ابن الحسینؑ کثرت سے سجدہ کیا کرتے تھے۔ جب کوئی نعمت خدا یاد آتی سجدہ فرماتے، جب کوئی خوف یا اندیشہ دور ہوتا تو سجدہ کرتے، جب کسی کے مکر سے نجات سے ملتی سجدہ میں پیشانی رکھ دیتے، کسی ناخوشگوار خبر کو سنتے تو سجدہ بجالاتے، جب دورانِ تلاوت کسی ایسی آیت پر پہنچ جاتے جہاں واجب یا سنتی سجدہ ہوتا تو سجدہ کرتے۔ جب دو شخصوں میں صلح

کراتے تو سجدۂ شکر ادا کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؑ سجاد اور سید الساجدین کے القاب سے موسوم ہوئے۔

ایک مرتبہ آپؑ کے گھر میں آگ لگ گئی آپؑ اس وقت سجدہ میں تھے۔ لوگ آگ آگ کا غل مچانے لگے لیکن حضرتؑ نے سجدے سے سر نہ اٹھایا۔ یہاں تک کہ آگ بجھادی گئی۔ کسی نے کہا۔ ''آپ کو آگ لگنے کی خبر بھی نہ ہوئی، آخر ایسا بے نیاز کس چیز نے بنایا؟'' جواب میں فرمایا۔ ''آخرت کی آگ نے۔''

جس وقت امام حسینؑ نے اپنے رفیقوں اور عزیزوں کے ساتھ کربلا میں شہادت کا مرتبہ پایا تو امام زین العابدین علیہ السلام اپنی بیماری کے سبب جہاد میں شرکت سے معذور تھے۔ یہ علالت بھی اللہ کی مصلحت تھی کہ جس کے سبب سے نسلِ امامت کی حفاظت اور سلسلۂ ہدایت کا تسلسل ممکن ہوسکا۔ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد کربلا میں جو شام آئی وہ شامِ غریباں کے نام سے موسوم ہے۔ اس دردانگیز اور اذیت ناک شام اور جگر سوز رات میں بھی سید سجاد علیہ السلام نے اپنی پیشانی سجدۂ معبود میں رکھی تو صبح سے پہلے سر سجدہ سے نہ اٹھایا۔

حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام عابدین کی زینت، کثرت سے سجدہ کرنے والے اور سجدہ کرنے والوں کے سید و سردار ہیں۔ اللہ کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ بندوں کے حقوق کی نگہداری میں آپؑ کی سیرت و کردار کی بلندی ایک مثالی نمونہ ہے۔ غرباء پروری اور فقراء نوازی کا یہ عالم تھا کہ رات کی تاریکی میں روٹیوں کی بوریاں اپنی پشت پر اٹھا کے فقرائے مدینہ کے گھروں پر جاتے اور پوشیدہ طور پر ان کو تقسیم کرتے تھے۔ آپؑ کی فیض رسانی اور سلوکِ احسان کا دائرہ صرف دوستوں تک محدود نہ تھا بلکہ جس

طرح پروردگارِ عالم منکروں اور باغیوں کو بھی وسائلِ حیات سے محروم نہیں کرتا اسی طرح امامؑ نے بھی اپنے دشمنوں اور اپنے بھائی کے قاتل کے ساتھ حُسنِ سلوک سے کام لیا۔

امام زین العابدین علیہ السلام کی زندگی ابتلاء اور آزمائش کا نمونہ تھی لیکن آپؑ کی شخصیت کا حُسن اور آپؑ کی سیرت کی اثر آفرینی میں ان مصائب وشدائد سے کوئی کمی واقع نہیں ہوئی جن سے امام زین العابدین علیہ السلام اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں دوچار رہے۔ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد ۳۴ سال آپ کی امامت کا عرصہ ہے۔ اس تمام عرصہ میں آپؑ نے مسلمانوں کی اصلاح، ان کے نفوس کے تزکیہ اور ان کی اجتماعی زندگی کے استحکام وترقی کے لئے جدوجہد فرمائی۔ تبلیغ کا بڑا ذریعہ وہ دعائیں ہیں جن کا مجموعہ صحیفۂ کاملہ کہلاتا ہے۔ ولید بن عبدالملک نے آپؑ کو زہر سے شہید کر دیا۔ تاریخ شہادت ۲۵ محرم ۹۵ ھ ہے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

حمد و شکر

تعریف کسی کمال پر کی جاتی ہے اور ہر کمال کی بازگشت خالقِ کائنات کی طرف ہے کہ جس نے انسان کو خلق کرتے ہوئے اس میں کمال کی خواہش اور کمال پذیری کی نعمت عطا کی۔ لہٰذا تمام حمد و ثنا اسی خدا کے لئے مختص ہے۔ لیکن ہر نعمت پر حمد کرنا انسان کی طاقت سے خارج ہے۔ اسی لئے اللہ نے نعمت کے اعتراف کو ہی اپنی حمد قرار دیا۔ اقرارِ نعمت کے بعد شکرِ نعمت کا مرحلہ آتا ہے لیکن اس کی نعمات کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ ان کا شکر تو کجا ان کا شمار کرنا بھی انسان کے لئے ناممکن ہے۔ اسی لئے اس نے شکر سے عاجزی کے اظہار کو ہی اپنا شکر قرار دیا۔ چنانچہ امام سجادؑ ارشاد فرماتے ہیں:

حدیث ا

سُبْحَانَ مَنْ جَعَلَ الْاِعْتِرَافَ بِالنِّعْمَةِ لَهُ حَمْداً، سُبْحَانَ مَنْ جَعَلَ الْاِعْتِرَافَ بِالْعَجزِ عَنِ الشُّكْرِ شُكْراً.

پاک و منزہ ہے وہ ذات جس نے اپنی نعمت کے اقرار کو حمد اور شکر سے عاجزی کے اقرار کو شکر قرار دیا۔



تفکر اور عمل

انسان اگر اپنی اور دنیا کی خلقت پر غور کرے تو یقیناً اس نتیجے پر پہنچے گا کہ انسان جیسی عظیم اور ظریف مخلوق جو خدا کی خلقت کا بہترین شاہکار ہے اس کی انگلیوں کی پوروں سے لے کر دماغ و دل کی بناوٹ تک اس خالق کی عظمت اور تدبیر کی خبر دیتی ہے۔ اور جہان کے نظم وضبط سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس دنیا کو بے کار اور عبث خلق نہیں کیا گیا۔ جتنا انسان غور وفکر کرے گا اتنا ہی اس حقیقت تک پہنچے گا اور بامقصد زندگی گزارنے کے لئے عملی میدان میں قدم اٹھائے گا۔

حدیث ۲

تَفَكَّرُوا وَاعْمَلُوا لِمَا خُلِقْتُمْ لَهُ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَخْلُقْكُمْ عَبَثاً.

غور وفکر کرو اور جس کام کے لئے پیدا کئے گئے ہو اس پر عمل کرو کیونکہ خدا نے تم کو بیکار و عبث نہیں پیدا کیا ہے۔

☆......☆......☆

محبوبِ خدا

خدا سے محبت کا دعویٰ تو سب ہی کرتے ہیں لیکن اس محبت کا اندازہ اسی وقت ہوتا ہے جب قربانی کا وقت آئے اور انسان اپنی جان نچھاور کردے۔ دوسرا اس وقت جب انسان تاریکی شب میں راز و نیاز کرتا ہے اور اس کے عشق میں آنسو بہاتا ہے۔ خدا بھی ایسے ہی دو لوگوں کو پسند کرتا ہے اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۳

مَا مِنْ قَطْرَةٍ أَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ عزَّ وَ جلَّ مِنْ قَطْرَتَیْنِ: قَطْرَةُ دَمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ قَطْرَةُ دَمْعَةٍ فِیْ سَوَادِ اللَّیْلِ. لَایُرِیْدُ بِهَا عَبْدٌ اِلَّا اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ.

خدا کی بارگاہ میں دو قطروں سے بڑھ کر کوئی اور قطرہ محبوب نہیں ہے:

۱۔ راہ خدا میں گرنے والا خون کا قطرہ اور

۲۔ رات کی تاریکی میں بندہ کی آنکھ سے بہنے والا آنسو کا قطرہ جو صرف خدا کے لئے گرے۔



نجات کا راستہ

انسان اس دنیا میں ایسے کاموں کی تلاش میں رہتا ہے کہ جن کے ذریعے اسے دنیا اور آخرت کی کامیابی حاصل ہو جائے۔ امامؑ تین کاموں کو انسان کی کامیابی اور نجات کا ذریعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حدیث: ۴

ثَلَاثٌ مُنْجِیَاتٌ لِلْمُؤْمِنِ: كَفُّ لِسَانِهِ عَنِ النَّاسِ وَاغْتِیَابِهِمْ، وَ اِشْغَالُهُ نَفْسَهُ بِمَا یَنْفَعُهُ لِآخِرَتِهِ وَ دُنْیَاهُ، وَ طُوْلُ الْبُكَاءِ عَلٰى خَطِیْئَتِهِ.

تین چیزیں مومن کو نجات دینے والی ہیں:

۱۔ لوگوں کے بارے میں زبان پر کنٹرول کرنا، غیبت نہ کرنا۔

۲۔ایسے کام میں مصروف رہنا جو اس کی دنیا و آخرت کے لئے مفید ہوں۔

۳۔اپنے گناہوں پر بہت رونا۔



بد کردار کی دوستی

جہاں مصاحبت اور دوستی انسان کے کردار پر اثر انداز ہوتی ہے وہاں بہت سے مادی فوائد اور نقصانات کا دارومدار بھی اسی دوستی پر ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

حدیث ۵

اِیَّاکَ وَ مُصَاحَبَةَ الْفَاسِقِ، فَاِنَّهُ بَایَعَکَ بِأُکْلَةٍ اَوْ اَقَلَّ مِنْ ذٰلِکَ.

خبردار بد کردار کی صحبت میں نہ رہنا، کیونکہ وہ تم کو ایک لقمہ یا اس سے بھی کم پر بیچ دے گا۔



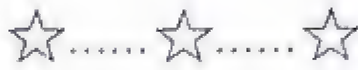
نادان کی دوستی

کم عقل اور بیوقوف لوگ نہ اپنی ذات کے لئے مفید ہوتے ہیں اور نہ ہی دوسروں کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ ان کی نادانی انہیں غلطی پر مجبور کرتی ہے۔ اس لئے کہتے ہیں کہ نادان دوست اگرچہ اچھا ہو تو اس کی اچھائی بھی نقصان پہنچاتی ہے۔ امامؑ اسی لئے نادان کی دوستی سے بچنے کے لئے فرماتے ہیں:

حدیث ۶

اِیَّاکَ وَ مُصَاحَبَةَ الْأَحْمَقِ. فَاِنَّهُ یُرِیْدُ اَنْ یَنْفَعَکَ فَیَضُرَّکَ.

بیوقوف شخص کی صحبت سے بچو کیونکہ وہ تم کو فائدہ پہنچانا چاہے گا لیکن نقصان پہنچادے گا۔



کنجوس کی دوستی

بخل اور کنجوسی ایک بری عادت ہے۔ جس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ ضرورت کے وقت انسان کا مال کام میں نہیں آتا۔ کنجوس اپنی ضرورت پر خرچ نہیں کرتا تو اپنے دوست کے وقت پڑنے پر کس طرح خرچ کرے گا۔ اور وہ دوستی ہی کیا جو وقت پر کام نہ آئے۔ چنانچہ امام علی ابن الحسینؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۷

اِیَّاکَ وَ مُصَاحَبَةَ الْبَخِیْلِ فَاِنَّهُ یَخْذُلُکَ فِیْ مَالِهِ اَحْوَجَ مَا تَکُوْنُ اِلَیْهِ.

خبردار بخیل کی صحبت سے بچو کیونکہ تمہاری شدید ضرورت کے وقت تم کو اپنے مال سے محروم کردے گا۔



جھوٹے کی دوستی

جھوٹ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ جو جھوٹ بول سکتا ہے وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ اس کا جھوٹ ہمیشہ غلط فہمی میں مبتلا رکھتا ہے۔ اسی لئے امام جھوٹے کی صحبت سے بچنے کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حدیث ۸

اِیَّاکَ وَ مُصَاحَبَةَ الْکَذَّابِ، فَاِنَّهُ بِمَنْزِلَةِ السَّرَابِ یُقَرِّبُ لَکَ الْبَعِیْدَ وَ یُبَعِّدُ لَکَ الْقَرِیْبَ.

جھوٹے کی صحبت سے بچو کیونکہ وہ سراب کی طرح ہے جو دور کو قریب اور قریب کو دور بتائے گا۔



مومن کی محبت

ایمان ایک مضبوط ترین رشتہ ہے اور اس رشتے کی وجہ سے مومن کے دوسرے مومن پر بہت سے حقوق عائد ہوتے ہیں۔ ان ہی حقوق میں سے ایک بنیادی حق یہ ہے کہ وہ برادر مومن کی محبت اپنے دل میں رکھتا ہو:

حدیث ۹

نَظَرُ الْمُؤْمِنِ فِیْ وَجْهِ اَخِیْهِ الْمُؤْمِنِ لِلْمَوَدَّةِ وَ الْمَحَبَّةِ لَهُ عِبَادَةٌ.

مومن کا برادر مومن کے چہرے کی طرف مودت اور محبت سے نظر ڈالنا عبادت ہے۔



ہمسائے کے حقوق

برادر مومن کی طرح ہمسائے کے بھی کچھ حقوق ہیں اگر چہ وہ مومن اور مسلمان نہ ہو۔ اس کے حقوق کے بارے میں امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۰

أَمَّا حَقُّ جَارِکَ فَحِفْظُهُ غَائِباً وَ اِکْرَامُهُ شَاهِداً، وَ نُصْرَتُهُ اِذَا کَانَ مَظْلُوماً، وَ لَا تَتَّبِعُ لَهُ عَوْرَةً. فَاِنْ عَلِمْتَ عَلَیْهِ سُوْءً سَتَرْتَهُ عَلَیْهِ، وَ اِنْ عَلِمْتَ اَنَّهُ یَقْبَلُ نَصِیْحَتَکَ نَصَحْتَهُ فِیْمَا بَیْنَکَ وَ بَیْنَهُ، وَ لَا تُسْلِمْهُ عِنْدَ شَدِیْدَةٍ، وَ تَقْبَلُ عَثْرَتَهُ وَ تَغْفِرُ ذَنْبَهُ، وَ تُعَاشِرُهُ مُعَاشَرَةً کَرِیْمَةً.

تمہارے ہمسائے کا حق یہ ہے کہ غائب ہو تو اس کی حفاظت کرو، موجود ہو تو اس کا احترام کرو، جب وہ مظلوم واقع ہو تو اس کی مدد کرو، اس کے رازوں کا تجسس نہ کرو۔ اگر اس کی کوئی برائی تمہیں معلوم ہو جائے تو اس کو چھپالو، اور اگر تم جانتے ہو کہ وہ تمہاری نصیحت کو قبول کرے گا تو اس کو اس بات کے بارے میں نصیحت کرو جو تمہارے اور اس کے درمیان ہے، سختی کے وقت اس کو تنہا نہ چھوڑو، اس کی لغزشوں کا خیال نہ کرو، اس کے گناہوں کی پردہ پوشی کرو اور اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔



علم کی طلب

جن چیزوں کی حقیقت سے انسان جاہل ہوتا ہے ان سے غافل رہتا ہے لیکن جب کسی چیز کی خوبیوں کو حقیقتاً درک کرلے تو اس کی عقل اسے وہ چیز حاصل کرنے کے لئے ترغیب دلاتی ہے۔ چنانچہ امامؑ علم کے بارے میں فرماتے ہیں:

حدیث ۱۱

لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ لَطَلَبُوْهُ وَ لَوْ بِسَفْکِ الْمُهَجِ وَ خَوْضِ اللُّجَجِ.

اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ طلب علم میں کیا کچھ ہے تو خون بہا کر اور دریا کی موجوں میں گھس کر بھی حاصل کر لیں۔



جھوٹ گناہ

مالک کی حکم عدولی اگرچہ معمولی ہی کیوں نہ ہو، بندے کو اس کی نظروں سے گرا دیتی ہے۔ دوسری طرف سے چھوٹے احکامات کی حکم عدولی سے بندے کی جرأت میں اضافہ ہوتا ہے اور پھر وہ بڑے سے بڑے حکم پر سرتابی کرنے لگتا ہے۔ اس لئے امام زین العابدین علیہ السلام تحف العقول میں فرماتے ہیں:

حدیث ۱۲

اِتَّقُوا الْكِذْبَ الصَّغِيْرَ مِنْهُ وَالْكَبِيْرَ فِیْ كُلِّ جِدٍّ وَ هَزْلٍ.

جھوٹ سے پرہیز کرو چاہے چھوٹا ہو یا بڑا، واقعی طور سے ہو یا مذاق میں۔



گناہ مانع دعا

انسان پر آنے والی مصیبتیں یا اس کی آزمائش ہیں یا اس کے کئے کی سزا۔ پروردگار کی حکم عدولی اس کی رحمت اور نعمت کو بدل دیتی، بلاؤں کے نزول کا سبب بنتی اور دعاؤں کو درجۂ قبولیت تک پہنچنے سے روک دیتی ہے۔ چنانچہ امام سجادؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۳

وَالذُّنُوبُ الَّتِی تَرُدُّ الدُّعَاءَ: سُوْءُ النِّيَّةِ، وَ خُبْثُ السَّرِيْرَةِ، وَ النِّفَاقُ مَعَ الْإِخْوَانِ، وَ تَرْكُ التَّصْدِيْقِ بِالْإِجَابَةِ، وَ تَاخِيْرُ الصَّلَوَاتِ الْمَفْرُوضَاتِ حَتّٰى تَذْهَبَ أَوْقَاتُهَا، وَ تَرْكُ التَّقَرُّبِ اِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ بِالْبِرِّ وَ الصَّدَقَةِ، وَ اسْتِعْمَالُ الْبَذَاءِ وَ الْفُحْشِ فِي الْقَوْلِ.

جو چیزیں دعاؤں کے قبول نہ ہونے کا سبب بنتی ہیں ان میں یہ (بھی) ہیں:

۱۔ بدنیتی

۲۔ خبث باطنی

۳۔ برادران دینی کے ساتھ منافقت

۴۔ قبولیت دعا پر اعتقاد نہ رکھنا

۵۔ واجب نمازوں میں اتنی تاخیر کہ ان کا وقت ہی گزر جائے

۶۔ صدقہ و احسان نہ کر کے تقرب الی اللہ کو چھوڑ دینا

۷۔ فحش باتیں کرنا اور رفتار میں برائی پیدا کرنا۔

☆......☆......☆

آتش جہنم سے خوف کے اثرات

انسانی زندگی پر توحید اور معاد (قیامت) کے اثرات بہت زیادہ ہیں۔ جتنا یہ دو نظریئے قوی ہوں گے اتنا ہی وہ صراط مستقیم پر قائم رہے گا۔ خدا کے وجود اور اس کے اختیارات کا یقین، خوف ورجاء کی کیفیت، ثواب اور عذاب پر ایمان انسان کو اس

بات پر مجبور کر دیتے ہیں کہ وہ صدقِ دل سے توبہ کرے اور محرمات سے پرہیز کرے۔

آتشِ جہنم پر یقین کے اثرات بیان کرتے ہوئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۴

مَنْ اَشْفَقَ مِنَ النَّارِ بَادَرَ بِالتَّوْبَةِ مِنْ ذُنُوْبِهِ وَ رَاجَعَ عَنِ الْمَحَارِمِ.

جو آتش جہنم سے ڈرے گا وہ خدا سے اپنے گناہوں کے بارے میں جلد توبہ کرے گا اور حرام کاموں کے ارتکاب سے بچے گا۔

☆......☆......☆

گناہ اور ندامت

گناہ کے بعد اس پر ندامت اس بات کی علامت ہے کہ وہ گناہ کو برا سمجھتا ہے۔ اگر یہ علامت کسی میں پائی جائے تو اس سے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ گناہ کو ترک کر دے گا۔ لیکن اگر کوئی گناہ کرنے پر نادم ہی نہ ہو تو بہت مشکل ہے کہ وہ گناہ کو ترک کرے بلکہ اگر اس پر خوش ہو تو یہ اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے اس لئے کہ اس طرح مزید برائیوں میں پڑنے کا خطرہ ہے۔ اسی لئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۵

اِیَّاکَ وَ الْاِبْتِهَاجَ بِالذَّنْبِ فَاِنَّ الْاِبْتِهَاجَ بِهِ أَعْظَمُ مِنْ رُکُوْبِهِ.

خبردار گناہوں پر خوش نہ ہونا کیونکہ گناہوں پر خوش ہونا گناہ کرنے سے زیادہ برا ہے۔

☆......☆......☆

گناہ مانع نعمت

اسی طرح وہ گناہ جو نعمتوں کو بدل دیتے ہیں ان کو بیان کرتے ہوئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث: ۱۶

أَلذُّنُوبُ الَّتِی تُغَیِّرُ النِّعَمَ: أَلْبَغْیُ عَلَی النَّاسِ، وَ الزَّوَالُ عَنِ الْعَادَةِ فِی الْخَیْرِ وَ اصْطِنَاعِ الْمَعْرُوفِ، وَ کُفْرَانُ النِّعَمِ، وَ تَرْکُ الشُّکْرِ.

جو گناہ نعمتوں کو بدل دیتے ہیں ان میں سے یہ (بھی) ہیں:

۱۔ لوگوں پر ظلم کرنا ۲۔ اچھی عادت اور نیک ارادوں کو ترک کر دینا

۳۔ کفران نعمت کرنا ۴۔ شکر نہ کرنا

☆......☆......☆

ترکِ گناہ

اگرچہ نیکیوں کے عادی ہونے اور برائیوں سے محفوظ رہنے کا بہترین وقت جوانی ہے لیکن خوابِ غفلت سے کسی وقت بھی بیدار ہو جائے، غنیمت ہے۔ خدا ارحم الراحمین ہے، اس نے اپنے مغرور بندوں کے لئے ہمیشہ توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔ اس لئے جس وقت بھی انسان گناہ کی قباحت کو سمجھ لے اور اسے یہ ادراک ہو جائے کہ گناہ کرنے سے خالق و معبود کی ذات پر کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ گناہ بذاتِ خود برائی رکھتا ہے اور جو بھی اس سے آلودہ ہوگا خود اسی کی ذات کو نقصان پہنچے گا، تو اس وقت گناہ کو ترک کر دے۔ چنانچہ بحار الانوار میں سید الساجدین علیہ السلام سے یہ روایت منقول ہے:

حدیث ۱۷

لاَ تَمْتَنِعْ مِنْ تَرْکِ الْقَبِیْحِ وَ اِنْ کُنْتَ قَدْ عُرِفْتَ بِهِ.

برائی کے چھوڑنے میں کوئی تأمل نہ کرو اگرچہ وہ تمہاری پہچان بن چکی ہو۔

☆......☆......☆

نفس کا احترام

انسانی فطرت یہ ہے کہ جب تک کسی کی اہمیت سے آگاہ نہیں ہوجاتا اس کی قدر نہیں کرتا۔ انسان اس دنیا میں اپنی اہمیت اور حیثیت سے آگاہ ہوجائے تو دنیا اور اس کی تمام چیزیں اس کے سامنے حقیر ہوجائیں۔

حدیث ۱۸

مَنْ کَرُمَتْ عَلَیْهِ نَفْسُهُ هَانَتْ عَلَیْهِ الدُّنْیَا.

جس کو اپنے نفس کی کرامت کا احساس ہوگا اس کی نظر میں دنیا حقیر و ذلیل ہوجائے گی۔

☆......☆......☆

انسان کی عظمت

اور جب انسان اپنی اہمیت سے آگاہ ہوجائے اور دنیا کی پستی اور حقارت تک پہنچ جائے تو ایسا ہی انسان عظمت رکھتا ہے۔ تحف العقول میں ارشاد ہوتا ہے:

حدیث ۱۹

أَعْظَمُ النَّاسِ خَطَراً مَنْ لَمْ یَرَ الدُّنْیَا خَطَراً لِنَفْسِهِ.

سب سے عظیم شخص وہ ہے جس کے سامنے دنیا حقیر ہو۔

راضی بہ رضا

اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر کام اور ہر قانون میں انسان کی مصلحت کا خیال رکھا ہے۔ لیکن اس پر یقین رکھنا آسان کام نہیں ہے۔ چنانچہ بحار الانوار میں امامؑ نے فرمایا:

حدیث ۲۰

اَلرِّضَا بِمَكْرُوهِ الْقَضَاءِ اَرْفَعُ دَرَجَاتِ الْيَقِيْنِ.

ناخوشگوار مقدرات پر راضی رہنا یقین کا سب سے بلند درجہ ہے۔

☆......☆......☆

زبان کی حفاظت

جہاد بالنفس کو جہاد اکبر کہا گیا۔ جس میں انسان اپنی نفسانی خواہشات کے ساتھ جہاد کرتا ہے۔ یہ نفسانی خواہشات انسان کی سب سے بڑی دشمن ہیں جو انسان کو برائیوں پر ابھارتی ہیں اور نیکیوں سے دور کرنے میں سرگرم عمل رہتی ہیں۔ اس لئے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ انسان کے لئے اس کے نفس سے بڑا کوئی دشمن نہیں۔ پس اگر اس دشمن کو انسان زیر کر لے تو اس نے سب کچھ حاصل کر لیا۔ امام زین العابدین علیہ السلام اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

حدیث ۲۱

اَلْخَيْرُ كُلُّهُ صِيَانَةُ الْاِنْسَانِ نَفْسَهُ.

انسان کا اپنے اوپر کنٹرول تمام خوبیوں کا مجموعہ ہے۔

☆......☆......☆

جو دعا قبول نہ ہو کیا وہ ....؟

دعا چاہے قبول ہو یا نہ ہو مومن کے لئے فائدہ مند ہے۔ اگرچہ اکثر لوگ دعا کے قبول نہ ہونے سے مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں یا پریشان ہو جاتے ہیں لیکن دعا کے قبول نہ ہونے کی بہت سی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ جن میں سے ایک اہم وجہ کی طرف خود قرآن اشارہ کرتا ہے کہ ''بسا اوقات انسان برائی کی دعا اس طرح مانگتا ہے جس طرح اپنے لئے بھلائی کی دعا کرتا ہے اور انسان تو بڑا ہی جلد باز ہے۔''

حدیث ۲۲

أَلْـمُؤْمِنُ مِنْ دُعَائِهِ عَلىٰ ثَلاثٍ: إِمَّا أَنْ يُدَّخَرَ لَهُ وَ إِمَّا أَنْ يُعَجَّلَ لَهُ وَ إِمَّا أَنْ يَّدْفَعَ عَنْهُ بَلاءٌ يُرِيْدُ أَنْ يُّصِيْبَهُ.

مؤمن کی دعا کا تین میں سے کوئی ایک نتیجہ نکلتا ہے:

۱۔ یا دعا کا ثمر اس (کی آخرت) کے لئے ذخیرہ ہو جاتا ہے۔

۲۔ یا اس کی دعا فوراً قبول ہو جاتی ہے۔

۳۔ یا آنے والی بلا اس سے دور ہو جاتی ہے۔

☆......☆......☆

مزید فوائد

دعا کرنے کے مزید فوائد بیان کرتے ہوئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۳

إِنَّ الـدُّعَـاءَ لَيَـرُدُّ الْبَلاءَ وَ قَـدْ أُبْـرِمَ إِبْـرامـاً. أَلدُّعَاءُ يَدْفَعُ الْبَلاءَ النَّازِلَ وَ مَا لَمْ يَنْزِلْ.

دعا یقیناً آنے والی بلا کو پلٹا دیتی ہے۔ دعا نازل ہونے والی بلا اور وہ بلا جو ابھی نازل نہیں ہوئی ان کو پلٹا دیتی ہے۔



علماء کی محفل

اچھے دوست اور اچھی محفلیں انسان کے کردار پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ خاص طور پر ایسی محفلیں جہاں باعمل علماء کی شرکت ہو۔ ایسی محافل میں نہ صرف علماء کی باتیں مفید واقع ہوتی ہیں بلکہ ان کے ظاہری آداب بھی قابلِ تقلید ہوتے ہیں۔ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۴

مَجَالِسُ الصَّالِحِیْنَ دَاعِیَةٌ اِلَی الصَّلَاحِ وَ آدَابُ الْعُلَمَاءِ زِیَادَةٌ فِی الْعَقْلِ.

اچھے لوگوں کی محفلیں اچھائی کی طرف دعوت دیتی ہیں۔ اور دانشوروں کے آداب عقل میں اضافہ کرتے ہیں۔



تعجب کی بات

ہر روز لوگ ہماری آنکھوں کے سامنے اس دنیا کو خیر باد کہہ کر چلے جاتے ہیں اور ہم خود انھیں قبر تک پہنچا کر آتے ہیں۔ یعنی دنیاوی زندگی کی بے ثباتی ہمارے سامنے ہے اور ہمیں یہ معلوم ہے کہ دار قرار اور دار بقاء کہیں اور ہے لیکن پھر بھی دنیا پرستی میں مگن ہیں اور اپنے اصل مسکن کے لئے کچھ نہیں کرتے۔ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۵

عَجباً کُلَّ الْعَجَبِ لِمَنْ عَمِلَ لِدَارِ الْفَنَاءِ وَ تَرَکَ دَارَ الْبَقَاءِ.

انتہائی تعجب ہے اس پر جو فانی دنیا کے لئے عمل کر رہا ہے لیکن دار بقاء سے غافل ہے۔



عیب جوئی

اپنی ذات پر تنقید کرنا اور اپنی خامیوں کو برطرف کرنا مومن کی علامات میں سے ایک علامت ہے اور انفرادی اور اجتماعی تکامل کے لئے ایک اہم ضرورت بھی۔ اس طرح سے معاشرے سے برائیاں بھی کم ہوتی ہیں۔ اس کے برخلاف عیب جوئی ایک بری عادت ہے۔ کیونکہ ہم جس کی برائی تلاش کریں گے وہ جواب آں غزل کے طور پر ہماری بھی برائیاں تلاش کرے گا جس سے معاشرے میں برائیاں پھیلیں گی۔ اسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۶

مَنْ رَمَی النَّاسَ بِمَا فِیهِمْ رَمَوْهُ بِمَا لَیْسَ فِیهِ.

جو شخص کسی میں موجود عیب کی وجہ سے اس کو بدنام کرے گا، لوگ اس کو ان عیبوں سے بدنام کریں گے جو اس میں نہیں ہیں۔



زحمتیں آخرت کے لئے

خدا کے مقرب بندوں کا امتحان بہت سخت اور مشکلات و مصائب بہت زیادہ

ہوتے ہیں۔ لیکن وہ یہ سب کچھ صرف اور صرف رضائے خدا کے لئے خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرتے رہتے ہیں۔ وہ امتحان جو سید الساجدینؑ کا ہوا، کسی کا نہیں ہوا لیکن رضائے پروردگار کے لئے جس صبر و تحمل کا مظاہرہ آپؑ نے کیا اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ اولیائے خدا کی زحمتوں کے بارے میں آپؑ فرماتے ہیں۔

حدیث ۲۷

مَا تَعِبَ أَوْلِيَاءُ اللّٰهِ فِي الدُّنْيَا لِلدُّنْيَا، بَلْ تَعِبُوا فِي الدُّنْيَا لِلْآخِرَةِ.

اولیائے خدا دنیا میں دنیا کے لئے زحمتیں نہیں اٹھاتے بلکہ دنیا میں آخرت کے لئے زحمتیں اٹھاتے ہیں۔

☆......☆......☆

میوۂ سماعت

خالق کائنات حکیم ہے اس نے ہر چیز کو کسی مقصد کے لئے خلق کیا ہے۔ انسان اشرف المخلوقات ہے اس کے وجود کا ہر عضو اس کی اشرفیت میں معاون اور مددگار ہے۔ خدا نے انسان کو کان جیسی نعمت دی۔ اس نعمت کا صحیح مقصد بیان کرتے ہوئے امامؑ فرماتے ہیں:

۔ حدیث ۲۸

لِكُلِّ شَيْءٍ فَاكِهَةٌ وَ فَاكِهَةُ السَّمْعِ اَلْكَلَامُ الْحَسَنُ.

ہر چیز کے لئے ایک پھل ہے اور سماعت کے لئے پھل اچھی بات ہے۔

☆......☆......☆

زبان پر قابو

زبان خدا کی عظیم نعمت اور انسان کی فکر اور نافی الضمیر کی آئینہ دار ہے۔ اس کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ حکماء اور فلاسفرز نے ''نطق'' (گفتگو) کو انسان اور حیوان کے درمیان حدِ فاصل قرار دیا ہے۔ اتنی اہمیت کے باوجود یہ بہت خطرناک بھی ہے۔ اگر اسے آزاد چھوڑ دیا جائے تو انسان کو تباہ کر دیتی ہے۔ اسی لئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۹

كَفُّ الْأَذیٰ رَفْضُ الْبَدَاءِ، وَ اسْتَعِنْ عَلَى الْكَلَامِ بِالسُّكُوْتِ، فَإِنَّ لِلْقَوْلِ حَالَاتٍ تَضُرُّ، فَاحْذَرِ الْأَحْمَقَ.

بری گفتگو سے پرہیز کسی کی دل آزاری کرنے سے بچاتا ہے۔ گفتگو میں خاموشی سے مدد لو، کیونکہ بعض اوقات گفتگو میں نقصان پوشیدہ ہے، اس لئے احمق سے پرہیز کرو۔

☆......☆......☆

سچ

عام طور پر جھوٹ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی کام نکالنا ہو یعنی جھوٹ کو ذاتی ترقی کا ضامن سمجھا جاتا ہے لیکن جھوٹ چھپتا نہیں۔ ممکن ہے وقتی طور پر کام نکل جائے لیکن جب حقیقت سامنے آتی ہے تو انسان کی شخصیت خاک میں مل جاتی ہے۔ جبکہ سچ روزِ آخرت تو فائدہ پہنچائے گا ہی (مائدہ ۱۱۹) دنیا میں بھی انسان کی شخصیت بناتا ہے اور اس کے مسائل کا حل بھی ہے۔ امامؑ اس حقیقت کو بیان فرماتے ہیں:

حدیث ۳۰

خَیرُ مَفاتِیحِ الْاُمُورِ الصِدقُ، وَ خَیرُ خَواتِیمِهَا اَلْوَفاءُ.

کاموں کی بہترین ابتداء سچ ہے، اوران کی بہترین انتہا تکمیل ہے۔

☆......☆......☆

غیبت کی حقیقت

غیبت کرنا اکثر لوگوں کی عادت ہے۔اس کی حقیقت کیا ہے؟ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث: ۳۱

اِیَّاکَ وَ الْغِیْبَةَ فَإِنَّهَا إِدَامُ کِلَابِ النَّارِ.

خبردار! غیبت کرنے سے بچو کیونکہ غیبت جہنم کے کتوں کی خوراک ہے۔

☆......☆......☆

سخی اور بخیل

سخی انسان خدا سے نزدیک اور جہنم سے دور ہوتا ہے۔یہی چیز اسے سخاوت پر مطمئن رکھتی ہے اور وہ اسی پر فخر کرتا ہے۔جبکہ بخیل اپنے بخل سے اتنا پست ہو جاتا ہے کہ اسے اپنے مال و دولت کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا۔چنانچہ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۲

أَلْکَرِیمُ یَبْتَهِجُ بِفَضْلِهِ، وَاللَّئِیمُ یَفْتَخِرُ بِمِلْکِهِ.

کریم انسان اپنی بخشش پر خوش ہوتا ہے اور ذلیل شخص اپنی ملکیت پر فخر کرتا ہے۔

☆......☆......☆

بهترین تجارت

انسان راہِ خدا میں جان و مال دے کر اپنے خدا سے تجارت کرتا ہے۔ یہاں دیتا ہے اور وہاں اس سے کئی گنا اور کہیں بہتر کا حقدار بن جاتا ہے۔ امامؑ کا ارشاد ہے:

حدیث ۳۳

مَنْ كَسَا مُؤْمِناً كَسَاهُ اللّٰهُ مِنَ الثِّيَابِ الْخُضْرِ.

جو کسی مؤمن کو لباس دے گا، خدا جنت میں اس کو سبز لباس عطا کرے گا۔

☆......☆......☆

آرام دہ زندگی

زندگی میں پیش آنے والی ہر مشکل کا اجر انسان کے لئے اس ابدی دنیا میں محفوظ کر لیا جاتا ہے۔ جبکہ اکثر لوگ یہ چاہتے ہیں کہ یہ زندگی آرام و سکون سے گزر جائے اور انھیں کوئی پریشانی نہ ہو۔ ہمارے امامؑ کیا پسند فرماتے ہیں، ملاحظہ فرمائیے:

حدیث ۳۴

اِنِّی لَأَكْرَهُ لِلرَّجُلِ أَنْ يُعَافىٰ فِي الدُّنْيَا فَلَا يُصِيبُهُ شَيْءٌ مِنَ الْمَصَائِبِ.

میں کسی کے لئے یہ پسند نہیں کروں گا کہ وہ دنیا بالکل آرام میں گزار دے اور اسے کوئی مشکل پیش نہ آئے۔

☆......☆......☆

اطاعت

دورانِ زندگی اکثر ایسا ہوتا ہے کہ خوشنودی پروردگار کے حصول میں دوسروں کی خوشنودی مانع بن جاتی ہے۔ خدا کی اطاعت میں کبھی والدین اور کبھی افسر کی اطاعت رکاوٹ بنتی ہے۔ ایسے میں کس کی اطاعت کو مقدم کیا جائے۔ امامؑ اس بارے میں فرماتے ہیں:

حدیث ۳۵

قَدِّمُوْا أَمْرَ اللّٰهِ وَ طَاعَتَهُ وَ طَاعَةَ مَنْ أَوْجَبَ اللّٰهُ طَاعَتَهُ بَيْنَ يَدَيِ الْأُمُوْرِ كُلِّهَا.

تمام چیزوں پر مقدم خدا کی اطاعت ہے اور اس کی جس کی اطاعت خدا نے واجب قرار دی ہے۔

☆......☆......☆

ناہ گار کی دوستی اور ظالم کی مدد

یوں تو ہر برائی انسان پر اثر انداز ہوتی ہے لیکن بعض برائیاں ایسی ہیں جو انسان کو ہلاک کر دیتی ہیں۔ ایسی ہی تین برائیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۶

إِيَّاكُمْ وَ صُحْبَةَ الْعَاصِيْنَ، وَ مَعُوْنَةَ الظَّالِمِيْنَ وَ مُجَاوَرَةَ لْفَاسِقِيْنَ، اِحْذَرُوْا فِتْنَتَهُمْ، وَ تَبَاعَدُوا مِنْ سَاحَتِهِمْ.

گناہگاروں کی دوستی، ظالموں کی مدد، فاسقوں کی قربت اور ان کے فتنوں سے بھی بچو! اور ان سے دور رہو۔

عذابِ جہنم میں جلنے والے

دینِ خدا اور اولیائے خدا کی پیروی دنیا اور آخرت کی سعادت کا سبب ہے اور ان کی مخالفت جہاں اخروی زندگی میں آتشِ جہنم میں لے جاتی ہے وہاں اس دنیا میں بھی انسان دنیا کی آگ میں جلتا رہتا ہے۔ امامؑ رہنمائی فرماتے ہیں:

حدیث ۳۷

وَاعْلَمُوْا أَنَّهُ مَنْ خَالَفَ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ وَ دَانَ بِغَيْرِ دِيْنِ اللّٰهِ وَ اسْتَبَدَّ بِأَمْرِهِ دُوْنَ أَمْرِ وَلِيِّ اللّٰهِ، فِيْ نَارٍ تَلْتَهِبُ.

جو بھی اولیائے خدا کی مخالفت کرے اور خدا کے دین کے علاوہ کسی اور دین پر چلے، خدا کے حکم کے بجائے اپنی رائے پر عمل کرے تو وہ دہکتی آگ میں جلے گا۔

☆......☆......☆

خدا سے شرم وحیا

تمام نیکیوں کی بنیاد خوفِ خدا اور اس سے شرم وحیا ہے۔ انسان اگر خدا سے شرم و حیا رکھے گا تو کسی جگہ اور کسی مقام پر اس کی نافرمانی نہیں کرے گا۔ اسی لئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۸

خَفِ اللّٰهَ تَعَالىٰ لِقُدْرَتِهِ عَلَيْكَ وَ اسْتَحْيِ مِنْهُ لِقُرْبِهِ مِنْكَ.

خدا کی طاقت سے ڈرو، اور خدا کی نزدیکی کی وجہ سے شرم وحیا کرو۔

☆......☆......☆

دشمنی اور دوستی

دوستی اور دشمنی خدا کے لئے ہونی چاہئے اور خدا کے دشمن سے دشمنی اور اس کے دوست سے دوستی ہی انسان کے لئے بہتر ہے۔ امامؑ اس بارے میں فرماتے ہیں:

حدیث ۳۹

لَاتُعَادِیَنَّ أَحداً وَ إِنْ ظَنَنْتَ أَنَّہُ لَایَضُرُّکَ. وَ لَا تَزْھَدَنَّ فِیْ صَدَاقَۃِ أَحَدٍ وَ إِنْ ظَنَنْتَ لَا یَنْفَعُکَ.

اگر کوئی تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا پھر بھی ہرگز اس سے دشمنی نہ کرو، اور اگر کوئی تمہیں فائدہ نہ پہنچا سکے پھر بھی اس سے دوستی ترک نہ کرو۔

☆......☆......☆

پناہِ خدا

انسان جہاں نیکیوں کے حصول اور برائیوں سے بچنے کی کوشش کرے وہاں اس توفیق کی خدا سے دعا بھی مانگے۔ یہی سید الساجدینؑ کی سیرت ہے:

حدیث ۴۰

أَللّٰھُمَّ اِنِّیْ أَعُوْذُ بِکَ مِنْ ھَیَجَانِ الْحِرْصِ وَ سَوْرَۃِ الْغَضَبِ وَ غَلْبَۃِ الْحَسَدِ...... وَ سُوْءِ الْوِلَایَۃِ لِمَنْ تَحْتَ أَیْدِیْنَا.

خدایا میں تیری پناہ مانگتا ہوں حرص و لالچ، غضبناک ہونے اور حسد کے غالب ہونے سے......اور اپنے ماتحت افراد کی بری سرپرستی سے۔

☆......☆......☆

حضرت امام محمّد باقر علیہ السلام

پانچویں امام کا اسمِ گرامی محمد اور لقب باقر ہے۔ باقر کے معنی شگافتہ کرنے والے کے ہیں۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے علمِ الٰہی کے اسرار و رموز کو شگافتہ کر کے اس کو مختلف علوم میں اس طرح منتشر کیا کہ لوگ آپؑ کو باقر العلوم کے لقب سے یاد کرنے لگے۔

آپؑ یکم رجب ۵۷ ہجری کو مدینہ میں پیدا ہوئے۔

آپؑ کے والد امام زین العابدین، امام حسین علیہ السلام کے بیٹے اور والدہ فاطمہ امام حسن علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں۔ اس طرح آپ کا سلسلۂ نسب ماں اور باپ دونوں طرف سے پیغمبر اسلامؐ تک پہنچتا ہے۔

امام محمد باقرؑ علم و شجاعت اور حلم و اخلاق میں اپنے نانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اپنے دادا حضرت علی علیہ السلام کے وارث تھے۔ آپؑ کی شخصیت میں علم و حکمت، صبر و شکر، زہد و تقویٰ، سخاوت و شجاعت، حلم و مروت کی وہ تمام خوبیاں مجتمع تھیں جو آپؑ کے خاندان کا وصف اور اہلبیتِ رسولؐ کا امتیاز سمجھی جاتی ہیں۔

۱۰ محرم ۶۱ ہجری کو قیامِ کربلا سے مرتب ہونے والے اثرات نے امام محمد باقرؑ کی سیرت و کردار پر گہرے نقوش مرتب کیے۔ ایثار و قربانی اور باطل سے مصالحت یا مفاہمت نہ کرنے کا جو عملی درس امام حسین علیہ السلام نے پیش فرمایا اس سے امام محمد باقرؑ نے اپنی زندگی کے لئے واضح نتائج اخذ کیے۔ پھر شہادتِ حسینؑ کے بعد اہلبیت کی

اسیری کے دکھ آپؑ نے بھی سہے۔ آپؑ نے یہ بھی دیکھا کہ خاندانِ رسالتؐ کی بلند مرتبہ خواتین نے کس جرأت سے اس امتحان کو قبول کیا۔

آپؑ کے والد نے اس موقعہ پر جو رویہ اختیار کیا، جو خطبے ارشاد فرمائے اور جس استقلال اور اطمینان کا مظاہرہ فرمایا، اس کا بھی آپؑ کی سیرت و کردار کی تشکیل میں گہرا اثر ہے۔ جب امام محمد باقر علیہ السلام اپنے والد کی شہادت کے بعد منصب امامت پر فائز ہوئے تو آپؑ کی زندگی قیامِ حق اور استیصالِ باطل کی جدوجہد اور علوم کی تبلیغ واشاعت کے لئے وقف رہی۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے نہ کبھی حکومت کی رغبت فرمائی نہ حکومت کے خلاف یا موافقت میں چلنے والی تحریکوں میں بظاہر اپنے آپ کو ملوث کیا۔ البتہ حکومتیں ہمیشہ آپؑ سے خائف رہتیں اور چاہتی تھیں کہ آپؑ کو صفحۂ ہستی سے مٹادیں تاکہ ان کو روکنے ٹوکنے والا کوئی نہ ہو اور وہ جس طرح چاہیں اسلام کی من مانی تعبیر کرسکیں۔ چنانچہ اموی خلیفہ ہشام نے ۷ ذی الحجہ ۱۱۴ ہجری کو آپؑ کو زہر سے شہید کرادیا۔

امام محمد باقر علیہ السلام کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد علوم وفنون کی ترویج تھا۔ اہلبیتؑ کی محبت جو لوگوں کے دلوں میں اللہ نے ودیعت فرمائی ہے وہ کسی چیز اور کسی طاقت کے ذریعے مٹائی نہیں جاسکتی۔ چنانچہ حاکمانِ وقت آپؑ سے خائف رہتے اور نقصان پہنچانے کے منصوبے بناتے رہتے تھے۔ ایک موقعہ پر ہشام نے آپؑ کو مع امام جعفر صادق علیہ السلام دربار میں طلب کیا۔ جب یہ دونوں دربار میں داخل ہوئے تو ہشام تختِ شاہی پر بیٹھا جھوم رہا تھا، شاہی چوبدار اسلحہ باندھے ہتھیار لگائے صف بستہ کھڑے تھے۔ وسطِ دربار میں تیر اندازی کے لئے نشان نصب تھا اور اہلِ دربار

شرط باندھ کر تیر اندازی کر رہے تھے۔ ہشام نے امام محمد باقر علیہ السلام سے کہا: اے محمد آپ بھی ان لوگوں کے ساتھ تیر نشانہ پر لگائیں۔ مقصد یہ تھا کہ اس طرح امامؑ کی تضحیک اور سبکی کا موقعہ ہاتھ آسکے، کیونکہ ہشام کے خیال میں ایک ایسا شخص جو دن رات علم وحکمت کی ترویج میں مشغول ہو تیر اندازی میں کیا دسترس رکھ سکتا تھا۔ غرض ہر چند کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے مقابلۂ تیر اندازی میں شرکت سے معذوری چاہی لیکن ہشام کے اصرار پر بالآخر آپؑ نے کمان لی اور نشانہ لگایا۔ تیر رہا ہوا اور نشانہ کے بیچ میں پیوست ہو گیا۔ پھر تو پے در پے ایک ہی نشان اور ایک ہی نقطہ پر کئی تیر اس طرح سے لگائے کہ لوگ متحیر ہو گئے۔ ہر طرف سے تحسین کی آوازیں بلند ہوئیں اور ہشام اپنے طرزِ عمل سے پشیمان ہوا۔

امام محمد باقر علیہ السلام عالمِ باعمل تھے۔ آپؑ کی زندگی عارفوں کے لئے ہدایت اور سالکوں کے لئے نمونہ تھی۔ آپؑ اپنی زراعت پر خود کام کرتے تھے کہ محنت سے رزق کمانا اور خود کو اچھے اخلاق سے آراستہ کرنا ہی اصل دین ہے۔ آپؑ کا قول ہے کہ شکم کو حرام چیزوں سے محفوظ رکھنا اور خود کو زیورِ اخلاق سے آراستہ کرنا ہی افضل ترین عبادت ہے۔ امامؑ اکثر فرماتے تھے: ہمارے شیعہ تو بس وہ ہیں جو خدا سے ڈرتے اور اس کے احکام کی پیروی کرتے ہیں۔ محض زبانی شیعۂ اہلبیتؑ کا دعویدار ہونا کافی نہیں ہے۔ کیونکہ خدا کی قربت صرف اس کی اطاعت کے ذریعے حاصل ہو سکتی ہے۔ لہٰذا ہماری محبت صرف اسی کو فائدہ پہنچائے گی جو خدا کی اطاعت کرتا ہو اور جس نے خدا کی نافرمانی کی اس کے لئے ہماری محبت کا دعویٰ قطعاً غیر مفید ہے۔ دیکھو دھوکے میں نہ رہ جانا۔

معرفت

خدا سے حقیقی قربت کی بنیاد اس کی معرفت ہے۔ جتنی معرفت بڑھے گی اتنا ہی اس کی قربت میں اضافہ ہوگا۔ یہی معرفت اس نتیجے پر پہنچاتی ہے کہ اس کا ہر حکم انسان کے مفاد میں ہے جس کی پابندی اسے دنیاوی اور اخروی فوائد سے بہرہ مند کرے گی۔ چنانچہ بامعرفت انسان اللہ کے تمام احکامات کی پابندی کرتا ہے۔ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱

مَا عَرَفَ اللّٰهَ مَنْ عَصَاهُ.

جس نے خدا کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی معرفت حاصل نہیں کی۔

☆......☆......☆

عقل اور اطاعت

آج دنیا میں جو کچھ بھی ترقی نظر آتی ہے اس کی وجہ صرف عقل ہے۔ اسی کی بنیاد پر انسان دوسری مخلوقات سے افضل ہے۔ لیکن عقلمندی یہ نہیں ہے کہ صرف مادی ترقی پر اکتفاء کیا جائے بلکہ روح پر بھی توجہ دی جائے یعنی اللہ کے احکامات کی پابندی کرے۔ یہ ایک عقلی اصول ہے کہ کسی چیز کا بنانے والا ہی اس کے استعمال کے طور طریقے کو

درست طور پر بیان کرسکتا ہے۔ پس اگر صحیح معنی میں انسان عاقل ہے تو وہ اپنے خالق کے احکامات کا پابند رہے گا۔ عقل کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات اور ثواب وعقاب کا محور بھی عقل ہے یعنی جس قدر عقل زیادہ ہوگی اتنی ہی ذمہ داریاں زیادہ ہوں گی۔ چنانچہ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲

لَـمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلَ اِسْتَنْطَقَهُ ثُمَّ قَالَ: اَقْبِلْ. فَاَقْبَلَ. ثُمَّ قَالَ لَهُ: اَدْبِرْ. فَـاَدْبَـرَ. ثُـمَّ قَـالَ: وَ عِـزَّتِـي وَ جَلالِي مَا خَلَقْتُ خَلْقًا هُوَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِـنْـكَ وَ لَا اَكْـمَـلْـتُـكَ اِلَّا فِـيمَنْ اُحِبُّ. اَمَا اِنِّي اِيَّاكَ آمُرُ وَ اِيَّاكَ اَنْهٰى وَ اِيَّاكَ اُعَاقِبُ وَ اِيَّاكَ اُثِيبُ.

جب اللہ تعالیٰ نے عقل کو خلق کیا تو اس سے باز پرس کی اور فرمایا: ادھر آؤ۔ وہ آ گئی۔ پھر فرمایا: واپس لوٹ جاؤ۔ وہ واپس لوٹ گئی۔

پھر فرمایا: اپنی عزت وجلال کی قسم! میں نے کوئی ایسی مخلوق خلق نہیں کی جو میرے نزدیک تجھ سے زیادہ محبوب ہو اور میں تجھے صرف اس شخص میں کامل کروں گا جس سے مجھے محبت ہوگی۔ یاد رکھ! میں تجھ کو ہی حکم دوں گا، تجھ کو ہی روکوں گا، تجھ ہی کو عذاب اور تجھ کو ہی ثواب عطا کروں گا۔



شیعہ کون؟

اہلبیتؑ کی محبت کا دعویٰ اگر زبان سے آگے نہ بڑھے تو منافقت اور اگر جذبات کی ترجمانی بھی کرے تو یہ حب اہلبیتؑ ہے لیکن اگر اس کے ساتھ ساتھ اہلبیتؑ کی عملی

پیروی بھی ہو تو یہ حقیقی شیعہ ہونے کی نشاندہی کرتا ہے۔ اسی لئے شیعہ کی ذمہ داریاں بھی زیادہ ہیں اور اس کے مراتب بھی عظیم ہیں۔ چنانچہ امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۳

مَا شِیْعَتُنَا اِلَّا مَنِ اتَّقَی اللّٰهَ وَ أَطَاعَهُ.

ہمارا شیعہ تو صرف وہ ہے جو اللہ سے ڈرے اور اس کی اطاعت کرے۔

☆......☆......☆

افضل عبادت

راہِ مستقیم پر چلنے والے انسان کے لئے دو کھائیاں سب سے زیادہ خطرناک ہیں۔ پیٹ اور جنسی مسائل۔ ان کی خاطر پارسا اور عبادت گزار انسان بھی برائی کی راہ پر چل نکلتا ہے۔ اور جس قدر پیٹ میں حرام جاتا رہے گا اور جس قدر جنسی بے راہ روی بڑھے گی اتنا ہی خدا کی عبادت سے دور اور شیطان کے جال میں پھنستا چلا جائے گا۔

لہٰذا امامؑ ان دو کی حفاظت کو تمام عبادات پر افضل قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

حدیث ۴

اَفْضَلُ الْعِبَادَةِ عِفَّةُ الْبَطْنِ وَ الْفَرَجِ .

پیٹ اور جنسی مسائل میں بے راہ روی سے بچنا افضل ترین عبادت ہے۔

☆......☆......☆

عطاء دین

دنیا ہر کسی کو مل سکتی ہے چاہے وہ خدا کا دوست ہو یا دشمن۔ دنیا دوستوں کے لئے انعام اور دشمنوں کے لئے مزید غفلت کا باعث ہوتی ہے لیکن دین کی نعمت خدا ہر کسی کو

نہیں دیا کرتا بلکہ صرف اور صرف اپنے محبوب بندوں کو عطا کرتا ہے۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۵

اِنَّ اللّٰهَ يُعْطِي الدُّنيا مَنْ يُحِبُّ وَ يُبْغِضُ وَ لَايُعْطِي دِينَهُ اِلَّا مَنْ يُحِبُّ.

بے شک اللہ تعالیٰ دنیا اپنے محبوب اور ناپسند دونوں کو دیتا ہے اور اپنا دین صرف محبوب کو دیتا ہے۔

☆......☆......☆

حیاء اور ایمان

مومن ہمیشہ حیاء کا پیکر ہوا کرتا ہے۔ آج بہت سے لوگ علی الاعلان بے حیائی کی نمائش کرتے ہوئے بھی خود کو مومن کہتے ہیں جبکہ حیاء اور ایمان کا رشتہ اس قدر مضبوط ہے کہ امامِ مومنین امام محمد باقر علیہ السلام اس بارے میں فرماتے ہیں:

حدیث ۶

اَلْحَيَاءُ وَ الْاِيْمَانُ مَقْرُوْنَانِ فِيْ قَرْنٍ، فَاِذَا ذَهَبَ أَحَدُهُمَا تَبِعَهُ صَاحِبُهُ.

حیاء اور ایمان ساتھ ساتھ ہوتے ہیں، ان میں سے کوئی ایک دور ہو جائے تو دوسرا بھی اس کے ساتھ چلا جاتا ہے۔

☆......☆......☆

حرص دنیا

دنیا کی حرص اور چاہت ایک ایسا مرض ہے جو عمر کے کسی بھی حصے میں کم نہیں

ہوتا۔ عام طور پر جوانی میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جب بوڑھے ہوں گے تو دنیا داری چھوڑ کر خدا کی عبادت پر توجہ دیں گے لیکن دنیا پرستی کی بیماری اگر ایک مرتبہ انسان کو لگ جائے اور اس کا علاج شروع ہی میں نہ کیا جائے تو بڑھتے بڑھتے ایک ایسی منزل آجاتی ہے کہ دنیا کے غم میں ہی جیتا ہے اور اسی کے غم میں مرجاتا ہے۔ اسی لئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۷

مَثَلُ الْحَرِيْصِ عَلَى الدُّنْيَا مَثَلُ دُوْدَةِ الْقَزِّ، كُلَّمَا ازْدَادَتْ مِنَ الْقَزِّ عَلٰى نَفْسِهَا لَفًّا كَانَ اَبْعَدَ لَهَا مِنَ الْخُرُوْجِ حَتّٰى تَمُوْتَ غَمًّا.

دنیا کے حریص کی مثال ریشم کے کیڑے کی مانند ہے۔ جتنا اس کے گرد ریشم کا اضافہ ہوگا اتنا ہی اس کے لئے باہر نکلنا مشکل ہو جائے گا یہاں تک کہ وہ اسی غم میں مرجائے گا۔

☆......☆......☆

روتی آنکھیں

روزِ محشر جب انسان کا اعمال نامہ سامنے آئے گا خوف کے مارے ہر آنکھ سے آنسو بہہ رہے ہوں گے لیکن امامؑ کے قول کے مطابق کچھ آنکھیں مسرور ہوں گی:

حدیث ۸

كُلُّ عَيْنٍ بَاكِيَةٌ غَيْرَ ثَلَاثٍ: عَيْنٌ سَهِرَتْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ عَيْنٌ فَاضَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَ عَيْنٌ غُضَّتْ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ.

قیامت کے دن ہر آنکھ رو رہی ہوگی سوائے تین آنکھوں کے:

۱۔ وہ آنکھ جو خدا کی راہ میں شب بیداری کرے۔

۲۔ وہ آنکھ جو خوفِ خدا کی وجہ سے گریہ کرے۔

۳۔ وہ آنکھ جو حرام چیزوں پر اٹھنے سے روک لی جائے۔



جلد قبول ہونے والی دعا

مخلص انسان کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ اور خلوص کے اظہار کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ کسی کی غیر موجودگی میں اس کے لئے دعا کی جائے۔ اس بارے میں امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۹

أَوْشَکَ دَعْوَةً وَ أَسْرَعُ اِجَابَةً دُعَاءُ الْمَرْءِ لِأَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ.

مومن بھائی کی غیر موجودگی میں اس کے حق میں کی جانے والی دعا کے جلد قبول ہونے کی امید ہے۔



دعا کے اوقات

انسانی زندگی کا مقصد قربِ خدا کا حصول ہے۔ دعا اگر قبول نہ بھی ہو تو بھی اس کا اہم ترین فائدہ ضرور حاصل ہو جاتا ہے کہ بندہ اپنے معبود کا قرب حاصل کر لیتا ہے اور اس کی نشانی وہ سکون ہے جو دعا کرنے کے بعد انسان کو حاصل ہوتا ہے۔ بندہ اپنے معبود کی بارگاہ میں جتنا زیادہ حاضر ہوگا معبود اس سے اتنا ہی خوش ہوگا۔ اسی لئے ہر وقت دعا کرنی چاہئے لیکن دن بھر میں بعض ساعات ایسی ہوتی ہیں کہ جن میں دعا کی

قبولیت کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔اس بارے میں امام فرماتے ہیں:

حدیث ۱۰

اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَ جَلَّ یُحِبُّ مِنْ عِبَادِہِ الْمُؤْمِنِیْنَ کُلَّ عَبْدٍ دَعَّاءٍ. فَعَلَیْکُمْ بِالدُّعَاءِ فِی السَّحَرِ اِلیٰ طُلُوْعِ الشَّمْسِ. فَاِنَّھَا سَاعَۃٌ تُفْتَحُ فِیْھَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَ تُقْسَمُ فِیْھَا الْأَرْزَاقُ وَ تُقْضیٰ فِیْھَا الْحَوَائِجُ الْعِظَامُ.

بے شک اللہ تعالیٰ کو اپنے مومن بندوں میں سے سب سے زیادہ وہ بندہ پسند ہے جو زیادہ دعا کرتا ہو۔پس تم سحر کے وقت سے سورج طلوع ہونے تک دعا کرو۔کیونکہ اس وقت آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور رزق تقسیم کیا جاتا ہے اور بڑی عظیم حاجتیں پوری کی جاتی ہیں۔

☆......☆......☆

دنیا میں ھی عذاب

ویسے تو ہر گناہ اور ہر برائی انسان کے لئے مضر ہے کہ جس کا عذاب انسان کو ضرور چکھنا ہوگا۔البتہ توبہ کا دروازہ اللہ تعالیٰ نے کھلا رکھا ہے جس کے ذریعہ ہر گناہ معاف ہوسکتا ہے۔لیکن بعض برائیاں ایسی ہیں کہ جن کا عذاب انسان دنیا میں ہی دیکھ لیتا ہے۔چنانچہ اس بارے میں امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۱۱

ثَلَاثُ خِصَالٍ لَا یَمُوْتُ صَاحِبُھُنَّ أَبَداً حَتّٰی یَریٰ وَبَالَھُنَّ: اَلْبَغْیُ، وَ قَطِیْعَۃُ الرَّحِمِ وَ الْیَمِیْنُ الْکَاذِبَۃُ یُبَارِزُ اللّٰہَ بِھَا.

تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جن کا عادی شخص ان کا وبال دیکھے بغیر اس دنیا سے نہیں جاتا:

۱۔ظلم، ۲۔قطعِ رحم ۳۔جھوٹی قسم جس کے ذریعہ وہ اللہ سے لڑتا ہے۔

☆......☆......☆

مزاح

عام طور پر ہمارے معاشرے میں بذلہ سنجی اور مزاح کو برا سمجھا جاتا ہے۔خاص طور پر مذہبی افراد ہنسنے ہنسانے کو برا سمجھتے ہیں۔لیکن مزاح اگر حد میں ہوتو نہ فقط یہ کہ اس میں کوئی عیب نہیں بلکہ خدا کی دوستی کا باعث ہے۔لہذا امام باقرؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۲

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ يُحِبُّ الْمَلَاعِبَ فِى الْجَمَاعَةِ بِلَا رَفَثٍ.

اللہ تعالٰی جماعت کے درمیان مزاح کرنے والے کو پسند کرتا ہے اگر مزاح میں فحاشی نہ ہو۔

☆......☆......☆

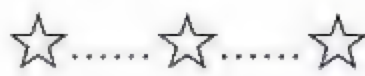
فقیہ

جس طرح ایک عام انسان انفرادی اور اجتماعی طور پر ذمہ دار ہے، اس سے کہیں زیادہ ذمہ داری علماء کی ہے۔اور جس طرح علم کا مرتبہ بڑھتا ہے اس طرح ان کے وظائف میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے اور جب فقیہ کی منزل پر پہنچتا ہے تو اس کے علمی مقام کے ساتھ عملی منزلت بھی بڑھنی چاہیے۔امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۳

اِنَّ الْفَقِیہَ حَقَّ الْفَقِیہِ اَلزَّاھِدُ فِی الدُّنیا، اَلرَّاغِبُ فِی الْآخِرَۃِ، اَلْمُتَمَسِّکُ بِسُنَّۃِ النَّبِیِّ.

حقیقی فقیہ وہ ہے جو دنیا کے معاملے میں زاہد، آخرت کی جانب مائل اور سنت نبی کے دامن سے متمسک رہے۔



حصولِ علم کا مقصد

تخلیقِ انسان کا حقیقی مقصد عبادت ہے اور عبادت بغیر معرفت کے ممکن نہیں۔ اور معرفت کا براہِ راست تعلق علم سے بھی ہے۔ لہذا مقصدِ حصولِ علم، خداوندِ عالم کی معرفت اور نتیجۂ معرفت عبادت اور عبادت کا ایک انداز مخلوق کی خدمت بھی ہے۔

لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ اکثر اوقات علم ذاتی شہرت اور نام ونمود کے لئے حاصل کیا جاتا ہے۔ اس صورت میں جتنا علم بڑھتا ہے، خدا سے دوری اور مخلوق کی خدمت کرنے کی بجائے اس سے خدمت لینے میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس بارے میں امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۱۴

مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِیُبَاھِیَ بِہٖ الْعُلَمَاءَ، اَوْ یُمَارِیَ بِہٖ السُّفَھَاءَ اَوْ یَصْرِفَ بِہٖ وُجُوْہَ النَّاسِ اِلَیْہِ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہُ مِنَ النَّارِ. اِنَّ الرِّئَاسَۃَ لَاتَصْلَحُ اِلَّا لِاَھْلِھَا.

جو شخص اس لئے علم حاصل کرے کہ اس کے ذریعہ علماء پر فخر کرے یا احمقوں

سے بحث کرے یا لوگوں کی توجہ اپنی جانب مبذول کروائے، وہ آگ میں اپنی جگہ بنائے گا۔ بے شک (علمی) سربراہی کا حق صرف اس کے اہل ہی کو ہے۔



واضع

متکبر انسان معمولی معاملات میں بھی اپنی شان وشوکت کو خطرے میں محسوس کرتا ہے۔ چنانچہ تکبر ایک بری صفت ہے اور خدا متکبرین کو پسند نہیں کرتا۔ جبکہ اس کے مقابلے میں متواضع انسان چھوٹے چھوٹے اللہ کے پسندیدہ کاموں کے ذریعہ بھی اپنی شان میں اضافہ کرتا ہے اور معمولی کاموں کو اپنی شان کے خلاف نہیں سمجھتا۔ اسی لئے تواضع اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ صفات میں سے ایک صفت ہے جو انسان کی شخصیت میں چار چاند لگاتی ہے اور اسے جذاب بنا دیتی ہے۔ تواضع کی علامات کیا ہیں؟ اس بارے میں امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۱۵

أَلتَّوَاضُعُ أَلرِّضَا بِالْمَجْلِسِ دُوْنَ شَرَفِهِ، وَ أَنْ تُسَلِّمَ عَلٰی مَنْ لَقِيْتَ وَ أَنْ تَتْرُکَ الْمِرَاءَ وَ اِنْ کُنْتَ مُحِقًّا.

تواضع اور انکساری یہ ہے کہ اپنی شان سے کمتر جگہ پر بیٹھنے پر راضی رہے اور جس سے ملاقات کرو اس پر سلام کرو اور حق پر ہونے کے باوجود بے جا بحث مباحثہ سے پرہیز کرو۔



خدا کا دشمن

جس طرح سے خدا کی دوستی اور نظر کرم کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح اس کا غضب اور دشمنی بھی اتنی سخت ہے کہ انسان ایک لمحہ اس کی تاب نہیں لاسکتا۔ خدا کا دشمن کون ہوسکتا ہے؟ کیا خدا کی دشمنی ذاتی عداوت کی بنیاد پر ہوسکتی ہے؟ جہاں حکمِ الٰہی کو نہ ماننا خدا کی دشمنی کا سبب بن سکتا ہے وہاں بعض ایسے کام بھی ہیں جن کا تعلق اخلاقی پستی سے ہے۔ چنانچہ خدا کے ایک ایسے ہی دشمن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۱۶

اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْمُتَفَحِّشَ.

اللہ تعالیٰ اس شخص کو پسند نہیں کرتا جو بد خلق و بدکلام ہو۔

☆......☆......☆

ہماری اقدار

کسی بھی دین اور مذہب کی ظاہری شناخت اس کے ماننے والوں کے کردار اور افعال سے ہوا کرتی ہے اور یہی اس مکتب کی تبلیغ کا بہترین ذریعہ بھی ہے۔ چنانچہ اسلام کی ظاہری شناخت یہی مسلمان ہیں جن کے کردار کی پستی دینِ اسلام کی پسماندگی کی بنیادی وجہ بنتی جارہی ہے۔ کیونکہ ہم نے اپنے دیندار اسلاف کی پیروی کرنے کی بجائے دنیا میں رائج اسلوب کو اپنا لیا ہے۔ اب اگر کوئی ظلم کرے تو ہم ظلم کرتے ہیں۔ اگر کوئی جھوٹ بولے تو ہم بھی جھوٹ بول لیتے ہیں۔ اگر معاشرے میں چور بازاری عام ہے تو ہم بھی اسی میں خوش ہیں۔ اسی رویہ نے ہماری حقیقی شناخت کو

ختم کر دیا ہے۔ ہماری شناخت ہماری وہ اقدار ہیں جو ہمارے دین اور ہمارے اسلاف نے قائم کی تھیں اور ہمیں ان کی عملی تعلیم بھی دی تھی۔ ان ہی اقدار میں سے کچھ کے بارے میں امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۷

عَلَيْكُمْ بِالْوَرَعِ وَ الْاِجْتِهَادِ وَ صِدْقِ الْحَدِيْثِ وَ أَدَاءِ الْأَمَانَةِ اِلٰى مَنِ ائْتَمَنَكُمْ عَلَيْهَا بَرّاً كَانَ أَوْ فَاجِراً، فَلَوْ أَنَّ قَاتِلَ عَلِيِّ ابْنِ أَبِيْطَالِبِ عَلَيْهِ السَّلَامُ ائْتَمَنَنِيْ عَلٰى أَمَانَةٍ لَأَدَّيْتُهَا اِلَيْهِ.

تقویٰ، اجتہاد، سچائی، امانت رکھنے والا چاہے نیک ہو یا بد اس کے ساتھ امانتداری کرتے رہو۔ اگر علی ابن ابی طالب کا قاتل بھی مجھے کوئی امانت دے دے تو میں اسے لوٹا دوں گا۔

☆......☆......☆

بد ترین عذاب

اللہ تعالیٰ نے اپنے نظام کو اس طرح سے ترتیب دیا ہے کہ نیکیوں پر ثواب دیا جائے گا اور برائیوں پر عذاب کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے دیئے جانے والے عذاب کی کئی قسمیں ہیں۔ بعض اوقات بندے کی غلطی پر اس کے عذاب کو آخرت کے لئے رکھ دیا جاتا ہے اور دنیا میں وہ بظاہر عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔ اسی طرح ممکن ہے کسی غلطی پر بندے کی معیشت تباہ ہو جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ بظاہر معیشت بہتر ہو رہی ہو لیکن عذاب کا تعلق قلب سے ہو۔ یعنی انسان لذتِ عبادت سے محروم ہو جائے۔ اب سوال یہ ہے کہ معیشت میں تنگی کا عذاب سخت تر ہے یا لذتِ عبادت سے محرومی کا عذاب؟ امام باقرؑ اس سوال کا جواب اس طرح سے دیتے ہیں:

حدیث ۱۸

اِنَّ لِلّٰهِ عُقُوبَاتٍ فِی الْقُلُوبِ وَ الْأَبْدَانِ: ضَنکٌ فِی الْمَعِیشَةِ وَ وَهْنٌ فِی الْعِبَادَةِ. وَ مَا ضُرِبَ عَبْدٌ بِعُقُوبَةٍ أَعْظَمَ مِنْ قَسْوَةِ الْقَلْبِ.

اللہ تعالیٰ کی جانب سے دلوں اور اجسام دونوں کے عذاب ہوتے ہیں: معیشت میں تنگی اور عبادت میں سستی۔ اور قساوت قلب سے بڑھ کر بندے کے لئے کوئی عذاب نہیں ہے۔



مشکلات کا فلسفہ

اسلامی فلسفے کی رو سے جو کچھ خدا کی جانب سے ہے وہ خیر ہی خیر ہے۔ اس لئے جب انسان پر کوئی مشکل آتی ہے یا وہ اپنے بندے کو کسی نعمت سے محروم رکھتا ہے تو یہ دراصل اس انسان پر اللہ تعالیٰ کا لطف اور احسان ہوتا ہے۔ چنانچہ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۸

اِنَّ اللّٰهَ یَتَعَهَّدُ عَبْدَهُ الْمُؤْمِنَ بِالْبَلَاءِ کَمَا یَتَعَهَّدُ الْغَائِبُ أَهْلَهُ بِالْهَدِیَّةِ. وَ یَحْمِیهِ عَنِ الدُّنْیَا کَمَا یَحْمِی الطَّبِیبُ الْمَرِیضَ.

بے شک اللہ تعالیٰ اپنے باایمان بندوں پر بلاؤں کے ذریعہ لطف کرتا ہے جیسے کوئی مسافر اپنے گھر والوں کے لئے ہدیہ بھیجتا ہے۔ اور اپنے مومن بندے کو اس طرح دنیا سے بچاتا ہے جیسے طبیب بیمار کو بچاتا ہے۔



نعمت یا زحمت

اسی طرح بعض اوقات انسان اپنی کسی دنیاوی آرزو پوری ہونے پر بہت خوش ہوتا ہے لیکن یہی نعمت اس کے لئے زحمت بن جاتی ہے۔ چنانچہ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۰

فَلَرُبَّ حَرِيصٍ عَلىٰ أَمْرٍ مِنْ أُمُوْرِ الدُّنيا قَدْ نَالَهُ، فَلَمَّا نَالَهُ كَانَ عَلَيْهِ وَبَالاً وَ شَقِيَ بِهِ وَ لَرُبَّ كَارِهٍ لِأَمْرٍ مِنْ أُمُوْرِ الْآخِرَةِ قَدْ نَالَهُ فَسَعِدَ بِهِ.

دنیاوی معاملات کی لالچ رکھنے والے کچھ حریص افراد ایسے ہوتے ہیں کہ جب وہ اس چیز تک پہنچتے ہیں تو وہ ان کے لئے وبال اور بدبختی کا باعث بن جاتی ہے اور بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جو آخرت کے کسی معاملے سے بچنا چاہتے ہیں لیکن جب وہ اس تک پہنچتے ہیں تو اسی کی وجہ سے سعادت مند ہو جاتے ہیں۔

☆......☆......☆

صلۂ رحم کے فوائد

اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل میں رشتہ داروں، اعزاء اور اقرباء کی جو محبت خلق کی ہے اسے قائم رکھنا ہی انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ اس فطری تقاضے کو پورا کرنے سے نہ صرف انسان تنہائی کا احساس نہیں کرتا بلکہ روایات کے مطابق اس کے اور بھی بہت سارے فوائد ہیں جو کسی اور عمل سے حاصل نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۱

صِلَةُ الْأَرْحَامِ تُزَكِّي الْأَعْمَالَ وَ تُنْمِي الْأَمْوَالَ وَتَدْفَعُ الْبَلْوىٰ وَ تُيَسِّرُ الْحِسَابَ وَ تُنْسِيءُ فِي الْأَجَلِ.

صلۂ رحم اعمال کو پاکیزہ، اموال کو زیادہ، بلاؤں کو دور، حساب کو آسان اور موت میں تاخیر ڈالتا ہے۔



مزید فوائد

صلۂ رحم کے مزید فوائد بیان کرتے ہوئے امامؑ فرماتے ہیں۔

حدیث ۲۲

اِنَّ أَعْجَلَ الطَّاعَةِ ثَوَاباً لَصِلَةُ الرَّحِمِ وَ اِنَّ الْقَوْمَ لَيَكُوْنُوْنَ فُجَّاراً فَيَتَوَاصَلُوْنَ فَتَنْمىٰ أَمْوَالُهُمْ وَ يَثْرُوْنَ.

جلدی ثواب ملنے کے اعتبار سے بہترین اطاعت صلۂ رحم ہے۔ کچھ لوگ برے ہوتے ہیں لیکن صلۂ رحم کی وجہ سے ان کے مال میں زیادتی ہوتی ہے اور وہ سکون سے رہتے ہیں۔



ہر برائی کی جڑ

سستی کی وجہ سے انسان بعض اوقات اپنے بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنے سے بھی پیچھے رہ جاتا ہے۔ اسی طرح جو ذرا ذراسی بات پر گھبرا جاتا ہو وہ حق پر صبر نہیں کر سکتا۔ چنانچہ امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۲۳

اِیَّاکَ وَ الْکَسَلَ وَ الضَّجَرَ فَاِنَّهُمَا مِفْتَاحُ کُلِّ شَرٍّ، مَنْ کَسِلَ لَمْ یُؤَدِّ حَقّاً وَ مَنْ ضَجِرَ لَمْ یَصْبِرْ عَلیٰ حَقٍّ.

سستی اور تنگدلی سے پرہیز کرو۔ کیونکہ یہ دو ہر برائی کی چابی ہیں۔ جس نے سستی کی اس نے حق ادا نہیں کیا اور جو تنگدل ہوا اس نے حق پر صبر نہیں کیا۔

☆......☆......☆

رزق میں اضافہ اور عمر میں زیادتی

کردار کی خوبی، رزق میں اضافہ اور عمر میں زیادتی انسان کی خواہشات کا حصہ ہیں۔ ان کا خلقِ خدا سے کیا تعلق ہے، اس کو بیان کرتے ہوئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۴

مَنْ صَدَقَ لِسَانُهُ زَکَا عَمَلُهُ وَ مَنْ حَسُنَتْ نِیَّتُهُ زِیْدَ فِیْ رِزْقِهِ وَ مَنْ حَسُنَ بِرُّهُ بِاَهْلِهِ زِیْدَ فِیْ عُمْرِهِ.

جو زبان کا سچا ہے اس کا عمل پاک ہے اور جس کی نیت اچھی ہے اس کے رزق میں اضافہ ہوتا ہے اور جو اپنے اہل وعیال کے ساتھ نیکی کرے اس کی عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔

☆......☆......☆

عالم باعمل

درخت جتنا پھل دار ہوتا ہے اتنا ہی جھکتا ہے اور عالم جتنا اپنے علم پر عمل کرتا ہے اتنا ہی متواضع ہوتا ہے۔ اس کے مقابلے میں حسد اور حقارت دو ایسی بدترین

صفات ہیں جن کی موجودگی میں انسان کی معلومات بھی اس کے لئے بیکار ہو جاتی ہیں۔ اور وہ عالم ہوتے ہوئے بھی جاہلوں کی صف میں کھڑا رہتا ہے۔ اس لئے امام محمد باقر علیہ السلام علماء کی نشانی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حدیث ۲۵

لَایَکُوْنُ الْعَبْدُ عَالِماً حَتّٰی لَایَکُوْنَ حَاسِداً لِمَنْ فَوْقَهُ وَ لَامُحَقِّراً لِمَنْ دُوْنَهُ.

کوئی بندہ اس وقت تک عالم نہیں ہے جب تک اپنے سے بلند تر سے حسد رکھے اور کم تر کو حقیر سمجھے۔

☆......☆......☆

عالم عابد سے افضل

علم اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی عظیم نعمت ہے جسے بعض روایات میں نور کہا گیا ہے۔ جب اس نور سے تاریکی میں بھٹکتی ہوئی مخلوقِ خدا کو روشنی نصیب ہوتی ہے تو خدا کی عبادت کرنے والے عابد کا مرتبہ ایسے عالم کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں رہتا۔ اس لئے کہ عبادت کی بنیاد معرفت ہے اور معرفت علم سے حاصل ہوتی ہے۔ اسی لئے عالم کو عابد پر افضل قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۲۶

عَالِمٌ یُنْتَفَعُ بِعَلْمِهِ أَفْضَلُ مِنْ سَبْعِیْنَ أَلْفِ عَابِدٍ.

جس عالم کے علم سے فائدہ اٹھایا جائے وہ ستر ہزار عابدوں سے بہتر ہے۔

☆......☆......☆

سوال

اللہ تعالیٰ نے انسان کو آزاد اور صاحبِ عزت پیدا کیا ہے وہ ہرگز نہیں چاہتا کہ انسان کسی انسان کے آگے ہاتھ پھیلا کر اپنی عزت و کرامت سے محروم ہو جائے۔ جو انسان ایک بار اپنے جیسے کسی انسان کے آگے ہاتھ پھیلا دے اس کی عزت نفس اور خود اعتمادی پامال ہو جاتی ہے اور ماہرینِ نفسیات کے مطابق جس انسان کی عزتِ نفس ایک بار مجروح ہو جائے پھر وہ پست سے پست کام کرنے پر بھی تیار ہو جاتا ہے۔ جبکہ اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کے حضور دستِ سوال دراز کرنے سے انسان کی عزت میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ اسی لئے امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۲۷

اِنَّ اللّٰہَ کَرِہَ اِلْحَاحَ النَّاسِ بَعْضِهِمْ عَلیٰ بَعْضٍ فِی الْمَسْأَلَةِ وَ أَحَبَّ ذٰلِکَ لِنَفْسِهِ.

اللہ تعالیٰ کو لوگوں کا ایک دوسرے سے مانگنے کے لئے ضد کرنا ناپسند ہے۔ اور وہ اس بات کو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

☆......☆......☆

سوال اور انکار

اسلام کسی سے سوال کرنے کو پسند نہیں کرتا لیکن وہ یہ بھی جانتا ہے کہ ہر معاشرے میں نہ چاہتے ہوئے بھی کچھ لوگ ایسے ضرور ہوتے ہیں جو کسی نہ کسی وجہ سے دست سوال دراز کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اسی لئے ایک جانب سے اسلام مانگنے کی حوصلہ شکنی کرتا ہے تو دوسری جانب سے یہ بھی کہتا ہے کہ اگر کوئی سائل سامنے آجائے تو انکار بھی نہ کیا جائے۔ چنانچہ امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۲۸

لَوْ یَعْلَمُ السَّائِلُ مَا فِی الْمَسْأَلَةِ مَا سَأَلَ أَحَدٌ أَحَداً. وَ لَوْ یَعْلَمُ الْمَسْؤُلُ مَا فِی الْمَنْعِ مَا مَنَعَ أَحَدٌ أَحَداً.

اگر مانگنے والا یہ جان لیتا کہ مانگنے میں کیا (برائی) ہے تو کوئی کسی سے نہ مانگتا۔ اور جس سے مانگا جائے اگر وہ یہ جان لیتا کہ منع کرنے میں کیا (برائی) ہے تو کوئی کسی کو منع نہ کرتا۔



مکارم اخلاق

ایک اچھے معاشرے کے قیام کے لئے صرف خشک قوانین پر اکتفاء نہیں کیا جا سکتا۔ یعنی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ جو ذرا سی غلطی کرے اسے فوراً سزا دے دو۔ جو تم سے برا سلوک کرے تم بھی اس سے بلا تکلف ویسا ہی رویہ رکھو اور اگر دوسرا جہالت کا ثبوت دے رہا ہو تو تم بھی اسی کی سطح تک جا پہنچو بلکہ اچھے معاشرے کے قیام کے لئے قوانین کے ساتھ ساتھ اخلاقیات کی ضرورت بھی ہوتی ہے جو کہ دنیا و آخرت میں باعثِ کرامت ہے۔ اس بارے میں امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۲۹

ثَلاثَةٌ مِنْ مَکَارِمِ الدُّنْیا وَ الآخِرَةِ: أَنْ تَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَکَ، وَ تَصِلَ مَنْ قَطَعَکَ، وَ تَحْلُمَ اِذَا جُهِلَ عَلَیْکَ.

تین چیزیں مکارم دنیا و آخرت ہیں:

جس نے تم پر ظلم کیا ہے اسے معاف کر دو۔

جس نے تم سے قطعِ رحم کیا ہے اس کے ساتھ صلۂ رحم کرو۔

جب تم سے جہالت کا سلوک کیا جائے تو بردباری سے کام لو۔

☆......☆......☆

حقیقی کمال

موجودہ دور میں دنیا کا دستور ایسا نرالا ہو گیا ہے کہ ہر چیز کی خوبی اور کمال کو مادی پیمانے پر تولا جاتا ہے۔ جو چیز زیادہ سے زیادہ مادی فوائد پہنچائے وہ اتنی ہی اچھی اور باکمال سمجھی جاتی ہے۔ اور اس معاملے میں حلال وحرام اور جائز وناجائز کی تمیز بھی نہیں کی جاتی۔ لیکن حقیقی کمال کیا ہے؟ اس کے بارے میں امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۳۰

أَلْكَمَالُ كُلُّ الْكَمَالِ أَلتَّفَقُّهُ فِي الدِّيْنِ وَ الصَّبْرُ عَلَى النَّائِبَةِ وَ تَقْدِيْرُ الْمَعِيْشَةِ.

مکمل کمال تین چیزوں میں ہے: دین کی گہری سمجھ، مصیبت پر صبر اور اخراجات میں اعتدال۔

☆......☆......☆

حلم اور علم

بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو تنہا ہوں تو وہ اثر نہیں ڈال سکتیں جو کسی چیز کے ساتھ مل کر پہنچا سکتی ہیں۔ جیسے بہت سی دوائیاں آپس میں مل کر فائدہ پہنچاتی ہیں۔ اسی طرح صحیح معنوں میں اور حقیقی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ جس کے پاس علم کی دولت ہو وہ صبر وتحمل اور حلم وبردباری کے خزانے سے بھی مالا مال ہو۔ چنانچہ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۱

مَا شِیبَ شَیْءٌ بِشَیْءٍ أَحْسَنَ مِنْ حِلْمٍ بِعِلْمٍ.

حلم کے علم کے ساتھ ملاپ سے بہتر کوئی اور ملاپ نہیں ہے۔

☆......☆......☆

اچھی بات

عاقل انسان وہ ہے جو ہر اچھی بات کو اپنے پلو میں باندھ لے اور ہمیشہ اچھی باتوں کی تلاش میں رہے اور جس کسی سے بھی میسر آئے لے لے۔ یہاں تک کہ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۳۲

خُذُوا الْكَلِمَةَ الطَّيِّبَةَ مِمَّنْ قَالَهَا وَ اِنْ لَمْ يَعْمَلْ بِهَا.

اچھی بات جو بولے اس سے لے لو اگرچہ وہ خود اس پر عمل نہ کرتا ہو۔

☆......☆......☆

جہاد

اگر تمام نیک اعمال میں بافضیلت ترین فعل تلاش کیا جائے تو وہ "جہاد" ہے کہ اس طرح انسان کے خلوص اور خدا سے اس کی قربت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اور جہاد میں بھی جہاد بالنفس افضلیت رکھتا ہے کیونکہ انتہائی سخت، طویل اور مستقل جہاد کا نام ہے۔ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۳

لَا فَضِيلَةَ كَالْجِهَادِ وَ لَا جِهَادَ كَمُجَاهَدَةِ الْهَوىٰ.

جہاد جیسی کوئی فضیلت نہیں اور ہوا و ہوس کے ساتھ مقابلے جیسا کوئی جہاد نہیں۔



نو دولتیے

دولت جب نئی نئی آتی ہے تو اس سے محبت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ایسے شخص سے کچھ مانگنا اپنی ذلت کا سامان کرنے کے مترادف ہے۔اسی لئے امامؑ اس نفسیاتی نکتے کی جانب اشارہ کرتے ہیں:

حدیث ۳۴

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَاجَةِ اِلیٰ مَنْ أَصَابَ مَالَهُ حَدِيْثاً كَمَثَلِ الدِّرْهَمِ فِیْ فَمِ الْأَفْعِیْ أَنْتَ اِلَيْهِ مُحْوِجٌ وَ أَنْتَ مِنْهَا عَلیٰ خَطَرٍ.

نو دولتیے انسان سے حاجت طلب کرنا اس درہم کی مانند ہے جو سانپ کے منہ میں ہو اور آپ کو اس کی ضرورت بھی ہو اور پھر اس سے خطرہ بھی ہو۔



محبت بمقابلہ محبت

دنیا کا اصول ہے کہ آپ جتنا دوسرے کا احترام کریں گے دوسرا بھی اتنی ہی آپ کی عزت کرے گا۔اسی طرح جتنی آپ کے دل میں اس کی محبت ہوگی اتنی ہی اس کے دل میں آپ کی محبت ہوگی۔اس فطری اصول کے بارے میں فرماتے ہیں:

حدیث ۳۵

اِعْرِفِ الْمَوَدَّةَ فِیْ قَلْبِ اَخِيْکَ بِمَا لَهُ فِیْ قَلْبِکَ.

اپنے دل میں بھائی کی محبت کے ذریعہ اس کے دل میں اپنی محبت کو پہچانو۔

حق کی حمایت

حالات کیسے ہی ہوں حق کی حمایت ضروری ہے چاہے اس کے لئے کتنی ہی بڑی قربانی دینا پڑے۔ عام طور پر حق کی حمایت کرنے پر جان، مال اور عہدے سے محرومی کا خوف ہوتا ہے لیکن تاریخ گواہ ہے کہ جنھوں نے ان چیزوں کی حفاظت کی خاطر جب بھی حق کی حمایت سے منہ موڑا، انھیں بالآخر نہ صرف ان عہدوں اور چیزوں سے ہاتھ دھونا پڑا بلکہ اس سے کہیں زیادہ نقصان بھی ہوا۔ اس لئے امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے فرزند کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

حدیث ۳۶

اِصبِرْ نَفسَکَ عَلَی الحَقِ، فَاِنَّهُ مَنْ مَنَعَ شَیْئاً فِیْ حَقٍ أَعْطیٰ فِیْ بَاطَلٍ مِثْلَیْهِ.

حق پر استقامت سے کام لو کیونکہ جو شخص کسی برحق کام میں کسی چیز سے منع کر دیتا ہے اسے باطل کام میں اس سے دگنا دینا پڑ جاتا ہے۔

☆......☆......☆

مومن کون؟

ہر شخص چاہتا ہے کہ اسے مومن کہا جائے۔ امام محمد باقرؑ کسے مومن کہتے ہیں:

حدیث ۳۷

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُ الَّذِیْ اِذَا رَضِیَ لَمْ یُدْخِلْهُ رِضَاهُ فِیْ اِثْمٍ وَ لَا بَاطِلٍ وَ اِذَا سَخِطَ لَمْ یُخرِجْهُ سَخطُهُ مِنْ قَوْلِ الْحَقِ. وَ الَّذِیْ اِذَا قَدَرَ لَمْ یُخرِجْهُ قُدْرَتُهُ اِلَی التَّعَدِّیْ اِلٰی مَا لَیْسَ لَهُ بِحَقٍ.

مومن صرف وہ ہے کہ جب وہ خوش ہوتو اس کی خوشی اسے گناہ اور باطل میں مبتلا نہ کرے اور جب وہ ناراض ہوتو اس کی ناراضگی اسے حق بات سے دور نہ کرے۔ اور (مومن) وہ ہے کہ جب اسے قدرت حاصل ہوجائے تو یہ قدرت اسے ناحق چیز کی طرف تجاوز میں گرفتار نہ کردے۔

☆......☆......☆

نصیحت

دوسروں کی نصیحت اس وقت تک اثر انداز نہیں ہوتی ہے جب تک وہ خود نصیحت قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہو۔ اور یہ اس وقت ہوسکتا ہے جب وہ خود اپنا ناصح ہو اور اپنی غلطیوں پر خود کو ملامت کرے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

حدیث ۳۸

مَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ مِنْ نَفْسِهِ وَاعِظاً، فَإِنَّ مَوَاعِظَ النَّاسِ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُ شَيْئاً.

جس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے نفس کے اندر واعظ نہ رکھا ہو اسے لوگوں کے وعظ کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔

☆......☆......☆

گناہ اور رزق کی تنگی

ہر گناہ کا ایک اثر انسانی زندگی پر ضرور پڑتا ہے۔ ان ہی اثرات میں سے ایک مشکل اثر کو بیان کرتے ہوئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۹

اِنَّ الْعَبْدَ لَیُذْنِبُ الذَّنْبَ فَیُزْوِیٰ عَنْهُ الرِّزْقُ.

بندہ خدا گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے رزق سے محروم ہو جاتا ہے۔

☆......☆......☆

امام محمد باقر علیہ السلام کی وصیت

معاشرتی اصلاح اور ذاتی ترقی کے لئے امامؑ کی پانچ اہم وصیتیں:

حدیث ۴۰

اُوْصِیْکَ بِخَمْسٍ: اِنْ ظُلِمْتَ فَلَا تَظْلِمْ وَ اِنْ خَانُوْکَ فَلَا تَخُنْ، وَ اِنْ کُذِّبْتَ فَلَا تَغْضَبْ، وَ اِنْ مُدِحْتَ فَلَا تَفْرَحْ وَ اِنْ ذُمِمْتَ فَلَا تَجْزَعْ.

میں تمہیں پانچ چیزوں کی وصیت کرتا ہوں:

۱۔ اگر تم پر ظلم کیا جائے تو تم ظلم نہ کرو۔

۲۔ اگر تمہارے ساتھ خیانت کی جائے تو تم خیانت نہ کرو۔

۳۔ اگر تمہاری تکذیب کی جائے تو غصہ نہ کرو۔

۴۔ اگر تمہاری تعریف کی جائے تو خوش نہ ہو۔

۵۔ اگر تمہاری مذمت کی جائے تو پریشان نہ ہو۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

آپ کا اسمِ مبارک جعفرؑ کنیت ابوعبداللہ اور لقب صادق ہے۔ آپ کے والد امام محمد باقر علیہ السلام اور والدہ امِ فروہ ہیں۔ آپ کی تاریخِ ولادت ۱۷ ربیع الاول ۸۳ھ اور تاریخ شہادت ۱۵ رجب (بروایت دیگر ۱۵ شوال) ۱۴۸ھ ہے۔ مدت حیات ۶۵ سال اور مدت امامت ۳۴ سال ہے۔ اسلامی علوم کی تنظیم اور فقہ کی تدوین آپ ہی کے عہد کا کارنامہ ہے۔ فقہِ امامیہ آپؑ ہی کے نام کی نسبت سے فقہ جعفری کہلاتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عالمین کے لئے رحمت ہیں اور حضور کے اہلبیت اللہ کی نعمت۔ ایک موقعہ پر جب امام جعفر صادق علیہ السلام مہمانوں کی تواضع فرما رہے تھے، کسی نے قرآن کی اس آیت کا حوالہ دیا کہ قیامت کے دن لوگوں سے نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ آپؑ نے فرمایا: اللہ اس بات سے بہت بلند ہے کہ وہ لوگوں کے کھانے پینے کا محاسبہ کرے۔ البتہ لوگوں سے جس نعمت کے بارے میں سوال کیا جائے گا اس سے مراد ہم اہلبیتِ نبوت ہیں۔ اسی نعمت کا حوالہ غدیر کے موقعہ پر نازل ہونے والی آیت میں بھی ملتا ہے۔

آپؑ غریبوں کی بہت زیادہ عزت کرتے، غلاموں کے ساتھ احسان کا سلوک فرماتے، محنت کشوں اور مزدوروں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے۔ ایک مرتبہ آپؑ اپنے باغ میں کام کر رہے تھے۔ بہت تھک گئے تھے، جسم پسینے سے شرابور تھا۔ کسی شخص نے

پیشکش کی کہ وہ آپؑ کے بدلے یہ خدمت انجام دیدے، تو فرمایا' طلبِ معاش میں دھوپ اور گرمی کی تکلیف سہنا عیب نہیں عبادت ہے۔

آپؑ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عابد و زاہد تھے۔ امام مالک بن انس کہتے ہیں کہ جب کبھی میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو تین حالتوں میں سے ایک حالت میں ضرور پایا: آپؑ نماز پڑھ رہے تھے یا روزے سے تھے یا ذکرِ خدا میں مصروف تھے۔ ایک دفعہ امام ابوحنیفہ نے آپؑ کو حالتِ نماز میں دیکھا تو کہا، اے اباعبداللہ! آپؑ نماز میں کس قدر زحمت اٹھاتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ نماز تمام عبادتوں سے زیادہ قربِ خدا کا باعث ہے۔

بھوکے رہ کر دوسروں کو کھانا کھلانا اہلبیتؑ کا شعار ہے۔ ایک دفعہ مدینے میں قحط کے آثار تھے لیکن امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس غلہ کا اتنا ذخیرہ تھا کہ آپؑ کو اس قحط سے کوئی اندیشہ نہ تھا۔ آپؑ نے اپنے وکیل کو حکم دیا کہ جتنا غلہ ہے سب فروخت کر دیا جائے پھر جو سب کا حال ہوگا وہی ہمارا ہوگا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کی شخصیت تاریخی تناظر میں بہت مرکزی اور جامع نظر آتی ہے۔ آپؑ کا عہد زبردست سیاسی تبدیلیوں کا عہد ہے۔ بنی امیہ کی حکومت خود اپنے ظلم کے ردِ عمل کا شکار ہوگئی تھی۔ امام حسین علیہ السلام کے خونِ ناحق کا انتقام، اہلبیتؑ رسول کی نصرت وحفاظت اور عجمی مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ، یہ وہ باتیں تھیں جن کے سہارے عوامی تائید حاصل کر کے بنوعباس نے بنی امیہ سے حکومت کو چھین لیا۔ امام جعفرِ صادقؑ کی نظر میں اس واقعہ کی جس کو عباسی انقلاب کہا جاتا ہے اور جس کی سرخیٔ مضمون کے لئے لاتعداد انسانوں کا خون صرف ہوا، اس سے زیادہ حیثیت نہ تھی کہ

ایک فتنہ نے دوسرے فتنہ کی جگہ لے لی۔ آنے والے تاریخی واقعات شاہد ہیں کہ امامؑ کی زبانِ صدق سے نکلنے ہوئے یہ الفاظ کس قدر صداقت پر مبنی تھے۔

ایک ایسے دور میں جب کہ ہر طرف قتل و غارتگری کا بازار گرم تھا اور ہر مہم جو اور طالع آزما حصولِ اقتدار کی کشمکش میں مبتلا تھا، امام صادقؑ کی پوری توجہ ملت اسلامیہ کی علمی، اخلاقی اور نظریاتی اساس کو مستحکم کرنے پر مرکوز تھی۔ یونانی اور ہندو چینی تہذیبوں کے اثرات سے اسلامی فکر کے متاثر ہونے کا شدید خطرہ تھا۔ خود حکمران اپنے ظلم کے جواز کے لئے جبر وقدر کے مسئلہ کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنا چاہتے تھے۔ یہ تصور دیا جارہا تھا کہ جو حکومت اور حاکم کے مفاد میں ہو وہ ''خیر'' ہے۔ ایسے حالات میں سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی تھی کہ بکھرے ہوئے اسلامی علوم کو مدوّن کیا جائے۔ حدیث، فقہ، کلام، تصوف، کیمیا، طب، غرض وہ تمام علوم نقلیہ اور علوم عقلیہ جن سے اسلامی فکر و تہذیب عبارت ہے ان کا سرچشمہ حضرت امام صادقؑ کی ذات میں نظر آتا ہے۔ آپؑ کے چشمۂ فیض سے استفادۂ علم کرنے والوں میں امام ابوحنیفہ، امام مالک ابن انس، سفیانِ ثوری، داؤد طائی، واصل بن عطا جیسے اکابر کے نام شامل ہیں۔ جابر بن حیان طرسوسی جن سے اسلامی سائنس کی داغ بیل پڑی آپؑ ہی کے درِ علم سے فیضیاب ہوئے۔ آپؑ نے اشاعتِ علوم کے ساتھ تنظیم عزاداری کی طرف بھی خصوصی توجہ فرمائی۔ آپؑ نے لوگوں کو نہ صرف عزاداری کا سلیقہ سکھایا بلکہ عزاداری کے اصل مقصد کی طرف بھی متوجہ کیا۔ عزائے حسینؑ کا ایک مقصد ظلم کے خلاف جہاد اور ظلم کے مقابلے میں صبر و استقلال کا مظاہرہ ہے۔ امامؑ کی زندگی اس لحاظ سے بھی ایک مثالی نمونہ تھی، بالآخر ظالم نے مکر سے کام لے کر آپؑ کو زہر دلوایا جس سے آپؑ کی شہادت واقع ہوئی۔

اعمال کا جائزہ

اپنے اعمال کا روزانہ جائزہ لینا انسان کی ترقی کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ روحانی اور معنوی ترقی کے لئے انسان روزانہ اپنے کاموں کا جائزہ لے۔ اگر اچھائیاں نظر آئیں تو ان پر شکرادا کرے اور مزید بہتری کی جانب قدم بڑھائے اور اگر برائیاں دیکھے تو خدا سے معافی مانگے اور ان کو ختم کرنے کی تدبیر کرے۔امام جعفر صادقؑ اپنے ہر ماننے والے پر محاسبہ کرنے کو ضروری قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

حدیث ۱

حَقٌّ عَلیٰ کُلِّ مُسْلِمٍ یَعْرِفُنا اَنْ یَعْرِضَ عَمَلَهُ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَ لَیْلَةٍ عَلیٰ نَفْسِهِ فَیَکُوْنَ مُحَاسِبَ نَفْسِهِ. فَاِنْ رَأیٰ حَسَنَةً اِسْتَزَادَ مِنْهَا، وَ اِنْ رَأیٰ سَیِّئَةً اِسْتَغْفَرَ مِنْهَا لِئَلَّا یَخْزیٰ یَوْمَ الْقِیَامَةِ.

ہماری معرفت رکھنے والے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ ہر دن اور رات میں اپنا عمل اپنے ضمیر کے سامنے پیش کرے اور اس کا محاسبہ کرے۔ اگر نیکیاں دیکھے تو اس میں اضافہ طلب کرے اور اگر برائی دیکھے تو اس سے استغفار کرے تا کہ قیامت کے دن رسوا نہ ہو۔

فرشتوں کے ساتھ مصافحہ

یہ دنیا اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے خلق کی ہے لہذا اگر انسان اللہ کی راہ یعنی صراطِ مستقیم پر چلے اور پھر اس پر ثابت قدم رہے تو عالمِ تکوین اس کے تابعِ فرمان ہو جائے اور خدا اس کے کسی سوال کو رد نہ کرے۔ امام صادق علیہ السلام اس حقیقت کی جانب اشارہ کرتے ہیں:

حدیث ۲

لَوْ اَنَّ شِیْعَتَنَا اِسْتَقَامُوْا لَصَافَحَتْهُمُ الْمَلٰئِکَةُ وَ لَاَظَلَّهُمُ الْغَمَامُ وَ لَاَشْرَقُوْا نَهاراً وَ لَاَکَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَ لَمَا سَأَلُوْا اللّٰهَ شَیْئاً اِلَّا اَعْطَاهُمْ.

اگر ہمارے شیعہ ثابت قدم رہتے تو فرشتے ان سے مصافحہ کرتے، بادل ان پر سایہ ڈالتے، دن ان کے لئے روشنی فراہم کرتے، اپنے اوپر نیچے (یعنی ہر طرف) سے رزق حاصل کرتے اور اللہ تعالیٰ سے جو سوال بھی کرتے وہ ضرور عطا کرتا۔

☆......☆......☆

حقوق العباد کی اہمیت

دین اسلام عبادی دین کے ساتھ ایک اجتماعی اور معاشرتی دین بھی ہے اسی لئے حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی کو بھی ضروری سمجھتا ہے۔ لہذا معاشرے میں امن اگر کسی صورت میں حاصل ہوسکتا تو اس کا ذریعہ صرف دین اور دینداری ہے۔ کیوں کہ جہاں دین' خدا سے محبت اور وفاداری کی تاکید کرتا ہے وہاں بندوں سے بھی محبت اور وفاداری کا درس دیتا ہے۔ اگر دینی اقدار معاشرے میں

جاگزیں ہوجائیں تو معاشرے سے جھوٹ، فریب، حسد جیسی برائیاں جو کہ دوسری بہت سے برائیوں کی جڑ ہیں دور ہوجائیں۔ اسی لئے امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۳

مَنْ غَشَّ اَخَاهُ وَ حَقَّرَهُ وَ نَاوَاهُ جَعَلَ اللّٰهُ النَّارَ مَأْوَاهُ. وَ مَنْ حَسَدَ مُؤْمِناً اِنْمَاتَ الْاِيْمَانُ فِيْ قَلْبِهِ كَمَا يَنْمَاثُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ.

جو اپنے بھائی کو فریب دے اور اسے حقیر شمار کرے اور اس کے ساتھ الجھے تو اللہ تعالیٰ جہنم کو اس کا ٹھکانا قرار دے گا۔ جو کسی مومن سے حسد کرے تو ایمان اس کے دل سے اس طرح غائب ہوجائے گا جس طرح پانی میں نمک حل ہوجاتا ہے۔

☆......☆......☆

معاشرے سے کرپشن اور ظلم کا خاتمہ

اسلام ایک مکمل دین ہے اور مسلمان کو اپنی معاشرتی اور اجتماعی زندگی میں کسی اور مذہب یا ازم کا سہارا لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ آج تعصب اور فرقہ واریت جیسے عفریت کو معاشرے میں عام کرکے ذہنوں میں بٹھایا جارہا ہے کہ انفرادی زندگی میں تو دین پر عمل کیا جاسکتا ہے لیکن اجتماعی اور سیاسی مسائل میں اگر دین پر عمل کیا تو فساد ہوگا ،خون خرابا ہوگا۔ لیکن یہ سب اس لئے ہے کہ دین پر صحیح اور کامل عمل نہیں ہورہا۔ وہ دین جو کسی کافر کے خون کو بلاسبب جائز قرار نہیں دیتا' دین کو بدنام کرنے کی سازش نے بعض بظاہر دینداروں کے ذریعے مسلمانوں پر مسلمانوں کے خون کو حلال کردیا۔

اگر آج بھی صحیح دین پر عمل کیا جائے اور صادق آلِ محمدؑ کے درج ذیل قول پر عمل

کیا جائے تو کرپشن سے نجات، اقتصادی ترقی، بھائی چارے کے فروغ اور ظلم وستم کے خاتمے کے لئے ہمیں کسی ازم کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

حدیث ۴

لَاتَذْهَبَنَّ بِكُمُ الْمَذَاهِبُ فَوَاللّٰهِ لَاتُنَالُ وِلَايَتُنَا اِلَّا بِالْوَرَعِ وَ الْاِجْتِهَادِ فِي الدُّنْيَا وَ مُوَاسَاةِ الْاِخْوَانِ فِي اللّٰهِ. وَ لَيْسَ مِنْ شِيْعَتِنَا مَنْ يَظْلِمُ النَّاسَ.

مختلف مذاہب تمہیں گمراہ نہ کردیں۔ خدا کی قسم! ہماری ولایت حاصل نہیں ہوسکتی مگر پرہیز گاری، دنیا میں کوشش اور اللہ کی خاطر بھائیوں سے ایثار کے بغیر۔ اور جو انسانوں پر ظلم کرے وہ ہمارا شیعہ نہیں ہے۔

☆......☆......☆

دنیا و آخرت میں کامیابی

خدا پر ایمان کا ایک مظہر، خدا پر توکل ہے یعنی انسان یہ یقین کرلے کہ سود و زیاں، کامیابی یا ناکامی کا دارومدار بندوں پر نہیں بلکہ خدا کی قادر ذات پر ہے اور وہی اس کی اصل تکیہ گاہ ہے۔ چنانچہ ہر کام صرف اور صرف خدا کے لئے انجام دے، اس کے علاوہ کسی سے خوف نہ کھائے، کسی اور سے امید نہ رکھے یہی توکل ہے۔ اگر انسان معرفت کے اس درجہ پر پہنچ جائے تو امامؑ اس بارے میں فرماتے ہیں:

حدیث ۵

مَنْ يَثِقْ بِاللّٰهِ يَكْفِهِ مَا اَهَمَّهُ مِنْ اَمْرِ دُنْيَاهُ وَ آخِرَتِهِ وَ يَحْفَظُ لَهُ مَا غَابَ عَنْهُ.

جو اللہ پر بھروسہ کرے اللہ اس کے دنیا و آخرت کے اہم امور میں اس کی کفایت اور اس کے غائب امور کی بھی حفاظت کرے گا۔

☆......☆......☆

اسلامِ کامل

صرف نام کا مسلمان ہونا یا بعض فقہی احکامات پر عمل کر لینا ہی کافی نہیں ہے۔ بلکہ سچا مسلمان بننے کے لئے اور کئی چیزوں کی ضرورت ہے۔ چنانچہ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۶

اَلْاِسْلَامُ عُرْيَانٌ فَلِبَاسُهُ الْحَيَاءُ وَ زِيْنَتُهُ الْوَقَارُ وَ مُرُوْئَتُهُ الْعَمَلُ الصَّالِحُ وَ عِمَادُهُ الْوَرَعُ. وَ لِكُلِّ شَيْءٍ اَسَاسٌ وَ اَسَاسُ الْاِسْلَامِ حُبُّنَا اَهْلَ الْبَيْتِ.

اسلام عریاں ہے۔ حیاء اس کا لباس، وقار اس کی زینت، عمل صالح اس کی مروت اور پرہیزگاری اس کا ستون ہے۔ ہر چیز کی ایک بنیاد ہوتی ہے۔ اسلام کی بنیاد ہم اہل بیت کی محبت ہے۔

☆......☆......☆

ان چیزوں سے پرہیز کرو...

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان اپنی شخصیت کے اظہار کے لئے کبھی ریا کاری اور کبھی جدال سے کام لیتا ہے۔ لیکن نتیجہ برعکس نکلتا ہے اور ریا کاری سے اس کے اعمال ضائع اور جدال سے اس کی شخصیت تباہ ہو جاتی ہے۔ اس قسم کے کچھ اعمال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۷

اِیَّاکَ وَ الْمُرَاءَ، فَاِنَّهُ یُحْبِطُ عَمَلَکَ. وَ اِیَّاکَ وَ الْجِدَالَ، فَاِنَّهُ یُوْبِقُکَ. وَ اِیَّاکَ وَ کَثْرَةَ الْخُصُوْمَاتِ، فَاِنَّهَا تُبْعِدُکَ مِنَ اللّٰهِ.

ریاکاری سے پرہیز کرو کہ یہ تمہارے عمل کا خاتمہ کردیتی ہے۔ جدال سے بھی دوری اختیار کرو کیونکہ یہ تمہیں ہلاک کردیتا ہے۔ اور زیادہ جھگڑے سے بچو کہ یہ تمہیں اللہ تعالیٰ سے دور کردیتا ہے۔



جب خدا بھلائی کرنا چاہے ...

بندہ اگر خدا کی راہ میں جہاد اور کوشش کرے تو وہ اس کی ضرور ہدایت کرتا ہے۔ کوئی اگر خلوصِ نیت کے ساتھ قدم بڑھائے تو خدا اس کے سامنے سے غفلت کے پردے ہٹا دیتا ہے اور نیکیوں اور برائیوں کی حقیقت ظاہر کردیتا ہے۔ امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے:

حدیث ۸

اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدٍ خَیْراً طَیَّبَ رُوْحَهُ فَلَا یَسْمَعُ مَعْرُوْفاً اِلَّا عَرَفَهُ وَ لَا مُنْکَراً اِلَّا اَنْکَرَهُ، ثُمَّ قَذَفَ اللّٰهُ فِیْ قَلْبِهِ کَلِمَةً یَجْمَعُ بِهَا اَمْرَهُ.

جب اللہ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے تو اس کی روح کو پاک کردیتا ہے۔ پھر وہ کسی نیکی کے بارے میں نہیں سنتا مگر یہ کہ اسے پہچان لیتا ہے اور کسی برائی کے بارے میں نہیں سنتا مگر یہ کہ اسے برا سمجھتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کے دل میں ایسا کلمہ ڈال دیتا ہے جس کے ذریعہ وہ اپنے کاموں کو درست کرلیتا ہے۔

دعا کا فائدہ

دعا اگر چہ اپنی ضرورت اور خواہش کو پورا کرنے کے لئے کی جاتی ہے لیکن اس کا سب بڑا روحانی فائدہ یہ ہے کہ انسان اپنی عاجزی اور خدا کی قدرت کا اقرار کرتا ہے اور اس سے راز و نیاز کر کے اس سے قربت حاصل کرتا ہے۔ اسی لئے امامؑ دعا کرنے کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حدیث ۹

اَکْثِرُوْا مِنَ الدُّعَاءِ، فَاِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ مِنْ عِبَادِہِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَہُ، وَ قَدْ وَعَدَ عِبَادَہُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْاِسْتِجَابَۃَ وَ اللّٰہُ مُصَیِّرٌ دُعَاءَ الْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ لَھُمْ عَمَلاً یَزِیْدُھُمْ بِہٖ فِی الْجَنَّۃِ.

زیادہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ دعا کرنے والے بندوں کو پسند کرتا ہے اور اس نے اپنے مومن بندوں سے دعا کی قبولیت کا وعدہ بھی کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مومنین کی دعاؤں کو ان کا عمل بنا دے گا جس سے جنت میں ثواب میں اضافہ ہوگا۔

☆......☆......☆

غریبوں کی تحقیر

اسلامی معاشرے میں غریبوں اور مسکینوں کا خیال رکھنا ایک اہم ذمہ داری ہے۔ لیکن اس وظیفہ کی ادائیگی میں غریبوں کی عزت اور حرمت کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اس کی اہمیت بیان کرتے ہوئے امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۱۰

عَلَیْکُمْ بِحُبِّ الْمَسَاکِیْنِ الْمُسْلِمِیْنَ، فَاِنَّ مَنْ حَقَّرَهُمْ وَ تَکَبَّرَ عَلَیْهِمْ فَقَدْ زَلَّ عَنْ دِیْنِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ لَهُ حَاقِرٌ مَاقِتٌ وَ قَدْ قَالَ اَبُوْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اَمَرَنِیْ رَبِّیْ بِحُبِّ الْمَسَاکِیْنِ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْهُمْ.

تم پر لازم ہے کہ مسلمان غریبوں کے ساتھ محبت کرو۔ کیونکہ جو ان کو حقیر سمجھے اور ان کے مقابلے میں تکبر کرے تو وہ دینِ خدا سے بھٹک گیا اور اللہ تعالیٰ اس کو حقیر و ذلیل کرے گا۔ ہمارے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے میرے پروردگار نے مسلمان غریبوں کے ساتھ محبت کا حکم دیا ہے۔



کفر کی بنیاد

اپنے برادرِ مسلم کے لئے ان نعمتوں کے زوال کی آرزو کرنا جن سے اس کی بہتری ہو، حسد کہلاتا ہے۔ یہ بدترین نفسیاتی بیماری ہے۔ حاسد انسان دنیا میں بھی بدترین عذاب میں مبتلا رہتا ہے کیونکہ جب وہ کسی کو نعمت سے سرفراز دیکھتا ہے تو غمگین ہو جاتا ہے۔ اس کے رنج و غم سے محسود (جس سے حسد کیا جائے) کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچتا لیکن حاسد اُخروی ثواب سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ حاسد کا انجام کیا ہوگا؟

حدیث ۱۱

اِیَّاکُمْ اَنْ یَحْسُدَ بَعْضُکُمْ بَعْضاً فَاِنَّ الْکُفْرَ اَصْلُهُ الْحَسَدُ.

ایک دوسرے کے ساتھ حسد کرنے سے پرہیز کرو۔ کیونکہ کفر کی جڑ یہی حسد ہے۔



محبت

حسد سے دوری کا بہترین ذریعہ مومن اور مسلم سے محبت ہے۔ محبت پیدا کرنے والی تین چیزیں بیان کرتے ہوئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۲

ثَلاثٌ تُورِثُ الْمَحَبَّةَ: اَلدَّیْنُ وَ التَّوَاضُعُ وَ الْبَذْلُ.

تین چیزیں محبت پیدا کرتی ہیں: قرض دینا، انکساری سے پیش آنا اور بخشش کرنا۔

☆......☆......☆

دشمن

حسد دشمنی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اور دشمنی تین چیزوں سے پیدا ہوتی ہے۔ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۳

ثَلَاثَةٌ مَکْسَبَةٌ لِلْبَغْضَاءِ: اَلنِفَاقُ وَ الظُّلْمُ وَ الْعُجْبُ.

تین چیزیں دشمنی پیدا کرتی ہیں: منافقت، ظلم اور خود پسندی۔

☆......☆......☆

شناخت

انسان کی شناخت ایک اہم مسئلہ ہے جس کی ضرورت اکثر موقعوں پر پڑتی ہے۔ اگر کسی کی صحیح شناخت ہو جائے تو بوقت ضرورت اس سے صحیح استفادہ کیا جا سکتا ہے اور اکثر اوقات صحیح شناخت نہ ہونے کی وجہ سے نقصان بھی ہوتا ہے۔

شناخت کے تین بہترین موقعوں کے بارے میں امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۴

ثَلاثَةٌ لاتُعرَفُ اِلَّا فِیْ ثَلاثَةِ مَواطِنَ: لایُعرَفُ الْحَلِیْمُ اِلَّا عِنْدَ الْغَضَبِ وَ لَا الشُّجَاعُ اِلَّا عِنْدَ الْحَرْبِ وَ لَا اَخٌ اِلَّا عِنْدَ الْحَاجَةِ.

تین لوگوں کو صرف تین موقعوں پر پہچانا جاتا ہے:

بردبار انسان کو صرف غصہ کے موقع پر، بہادر انسان کو صرف جنگ کے موقع پر اور بھائی کو صرف ضرورت پڑنے پر پہچانا جاتا ہے۔



سرداری

سب سے اہم شناخت، رہبر و قائد کی شناخت ہے۔ قوموں کو نالائق اور بے صلاحیت رہبروں نے جتنا نقصان پہنچایا ہے اس کا اندازہ تاریخ کے مطالعے سے بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا رہبر اور قائد کو اس کی صلاحیتوں کو پرکھنے کے بعد ہی منتخب کرنا چاہیے۔ قیادت کی تین خصوصیات کا تذکرہ کرتے ہوئے امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۱۵

ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ سَيِّداً: كَظْمُ الْغَيْظِ وَ الْعَفْوُ عَنِ الْمُسِيْءِ وَ الصِّلَةُ بِالنَّفْسِ وَ الْمَالِ.

جس میں تین چیزیں پائی جائیں وہ آقا و سردار ہے:

غصہ پر کنٹرول کرنا، خطا کار کو معاف کرنا اور جان و مال سے صلۂ رحم کرنا۔



اُنس کے ذرائع

انسان کو ذہنی سکون اور فکری آسودگی اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب اس کے اطراف کا ماحول پر سکون ہو اور اس کے قریب ترین لوگ نہ صرف یہ کہ کسی پریشانی اور مصیبت کا باعث نہ بنیں بلکہ مصیبتوں اور پریشانیوں میں اس کے مددگار ثابت ہوں۔ چنانچہ امام صادق علیہ السلام تین قسم کے افراد کو انسیت اور سکون کا ذریعہ قرار دیتے ہیں:

حدیث ۱۶

اَلْاُنْسُ فِیْ ثَلَاثٍ: فِی الزَّوْجَةِ الْمُوَافِقَةِ وَ الْوَلَدِ الْبَارِّ وَ الصَّدِیْقِ الْمُصَافِی.

تین چیزوں میں انسیت پائی جاتی ہے: ہمدم بیوی، نیک اولاد اور مخلص دوست۔

☆......☆......☆

زندگی کی تلخی کا سبب

سکون ایک ایسی چیز ہے جس کی تمنا ہر انسان کرتا ہے۔ یہ نہ مال و دولت کی زیادتی سے حاصل ہوتا ہے اور نہ اس کی کمی سے رخصت ہوتا ہے۔ جو چیزیں سکون کی بربادی اور زندگی کی تلخی کا سبب بنتی ہیں، ان کو بیان کرتے ہوئے امام فرماتے ہیں:

حدیث ۱۷

ثَلَاثَةٌ تُکَدِّرُ الْعَیْشَ: اَلسُّلْطَانُ الْجَائِرُ، وَ الْجَارُ السُّوْءُ وَ الْمَرْأَةُ الْبَذِیَّةُ.

تین چیزیں زندگی کو تلخ کر دیتی ہیں: ظالم حاکم، برا پڑوسی اور بدزبان اور بے حیاء عورت۔

شخصیت میں وقار کس طرح ..؟

باوقار شخصیت انسان کی عزت اوراس کے احترام کا باعث بنتی ہے لیکن شخصیت میں وقاراور بردباری کس طرح حاصل ہوسکتی ہے؟ارشاد ہوتا ہے:

حدیث ۱۸

ثَلَاثَةٌ تَدُلُّ عَلىٰ كَرَمِ الْمَرْءِ: حُسْنُ الْخُلُقِ، وَ كَظْمُ الْغَيْظِ وَ غَضُّ الطَّرْفِ.

تین چیزیں انسان کی بزرگواری کا پتا دیتی ہیں: حسنِ اخلاق، غصہ پینا اور نگاہیں جھکانا۔

☆......☆......☆

ناحق کی تلاش' حق سے محرومی

دینِ اسلام ایسے حقائق پر مشتمل ہے جو انسانی زندگی کی ترقی اور کمال کے لئے انتہائی ضروری ہیں۔اس کے اوامر واحکامات کی پابندی اور منکرات ونواہی سے دوری سے ہی انسان دنیا میں حقیقی ترقی اور آخرت میں بلند مقام حاصل کرسکتا ہے۔

اکثر اوقات انسان بہت سی چیزوں کی خواہش کرتا ہے لیکن ان کا حصول اسے ان سے کہیں زیادہ اہم چیزوں سے محروم کردیتا ہے۔ نافہم انسان جس چیز کو اپنی ترقی اور خوش بختی سمجھ رہا ہوتا ہے وہ اس کی تنزلی اور بدبختی ثابت ہوتی ہے۔اس حقیقت کو امامؑ اس طرح سے بیان فرماتے ہیں:

حدیث ۱۹

مَنْ طَلَبَ ثَلَاثَةً بِغَيْرِ حَقٍّ حُرِمَ ثَلَاثَةً بِحَقٍّ: مَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا بِغَيْرِ حَقٍّ

حُرِمَ الْآخِرَةُ بِحَقٍّ، وَ مَنْ طَلَبَ الرِّيَاسَةَ بِغَيْرِ حَقٍّ حُرِمَ الطَّاعَةُ لَهُ بِحَقٍّ وَ مَنْ طَلَبَ الْمَالَ بِغَيْرِ حَقٍّ حُرِمَ بَقَائُهُ لَهُ بِحَقٍّ.

جوشخص تین ناحق چیزوں کی طلب کرے گا وہ تین برحق چیزوں سے محروم کردیا جائے گا:

جوناحق دنیا کی خواہش کرے گا وہ برحق آخرت سے محروم ہو جائے گا۔

جوناحق سرداری طلب کرے گا وہ برحق اطاعت سے بھی محروم ہو جائے گا۔

جوکسی مال کوناحق طلب کرے گا وہ مال کی برحق بقا سے بھی محروم ہو جائے گا۔



نیکیوں کی تکمیل

بہت سے لوگ دن رات نیک اعمال انجام دیتے ہیں لیکن پھر بھی ان کے اثرات سے محروم نظر آتے ہیں۔جس کی بنیادی وجہ ان اعمال کوصحیح طور پرانجام نہ دینا یا ان کوانجام دے کر ضائع کردینا ہے۔امام صادق علیہ السلام نیک اعمال کی تکمیل کا ذریعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حدیث ۲۰

لَایَتِمُّ الْمَعْرُوْفُ اِلَّا بِثَلَاثِ خِصَالٍ: تَعْجِیلُهُ وَ تَقْلِیلُ کَثِیْرِهِ وَ تَرْکُ الْاِمْتِنَانِ بِهِ.

نیکی تین کاموں کے بغیر مکمل نہیں ہوتی: جلد انجام دینا، زیادہ کوبھی کم شمار کرنا اور اس کی وجہ سے احسان نہ جتانا۔



ایمان فائدہ نہیں دیتا اگر...

ایمان اگر اپنا ظاہری اثر نہ رکھے اور انسان کے کردار پر اس کا اثر نہ ہو تو ایسے ایمان کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ ایمان سے فائدہ اٹھانے کے لئے مومن کے کردار میں تین خوبیاں ضرور ہونی چاہئیں۔ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۱

مَنْ لَمْ تَكُنْ فِيهِ ثَلَاثُ خِصَالٍ لَمْ يَنْفَعْهُ الْإِيمَانُ: حِلْمٌ يَرُدُّ بِهِ جَهْلَ الْجَاهِلِ، وَ وَرَعٌ يَحْجُزُهُ عَنْ طَلَبِ الْمَحَارِمِ وَ خُلُقٌ يُدَارِي بِهِ النَّاسَ.

تین خوبیوں کے بغیر ایمان کا کوئی فائدہ نہیں: ایسی بردباری جس سے جاہل کی نادانی کو برطرف کردے، ایسی پرہیزگاری جو اسے حرام چیزوں کی طلب سے روک دے اور ایسا اخلاق کہ جس کے ذریعہ وہ لوگوں سے اچھے تعلقات پیدا کرے۔

☆......☆......☆

علم پر تکبر کا اثر

علم روشنی ہے جو دنیا کے تاریک راستوں میں انسان کی رہنمائی کرتا ہے اور ساتھ ہی انسان کو عزت اور وقار عطا کرتا ہے۔ لیکن یہ عزت و وقار اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب علم کے ساتھ ساتھ انکساری اور تواضع میں بھی اضافہ ہو۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۲۲

اُطْلُبُوْا الْعِلْم وَ تَزَيَّنُوْا مَعَهُ بِالْحِلْمِ وَ الْوَقَارِ وَ تَوَاضَعُوْا لِمَنْ تُعَلِّمُوْنَهُ الْعِلْمَ وَ تَوَاضَعُوْا لِمَنْ طَلَبْتُمْ مِنْهُ الْعِلْمَ، وَ لَاتَكُوْنُوْا عُلَمَاءَ جَبَّارِيْنَ فَيَذْهَبَ بَاطِلُكُمْ بِحَقِّكُمْ.

علم طلب کرو اور اس کے ساتھ خود کو بردباری و وقار سے آراستہ کرو۔ جن کو علم سکھاؤ ان کے ساتھ انکساری سے پیش آؤ اور اپنے استاد کے سامنے بھی تواضع کرو۔ متکبر عالم نہ بنو کہ تمہارا غلط رویہ تمہارے حق کو بھی ضائع کردے گا۔

☆......☆......☆

کمزوری کی علامت

موجودہ دور ظلم و ستم اور مکر و فریب کا دور ہے۔ اپنے ذاتی فائدے کے لئے بڑے سے بڑا ظلم کرنا اور فریب دینا عام طور پر لوگوں کا شیوہ بن گیا ہے۔ جب معاشرے کی ایسی حالت ہو تو امام رہنمائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حدیث ۲۳

اِذَا كَانَ الزَّمَانُ زَمَانَ جَوْرٍ وَ اَهْلُهُ اَهْلَ غَدْرٍ فَالطُّمَأْنِيْنَةُ اِلٰى كُلِّ اَحَدٍ عَجْزٌ.

جب زمانہ ظلم و ستم کا زمانہ ہو اور اہلِ زمانہ مکار و دھوکے باز ہوں تو کسی پر بھی اعتماد کرنا کمزوری (کی علامت) ہے۔

☆......☆......☆

حُزن کا سبب/ اطمینان کا سبب

انسان جب کسی چیز سے محبت کرتا ہے تو اس کا فقدان یا کمی اس کے لئے غم و حزن کا باعث بنتی ہے۔ انسان اگر دنیاوی چیزوں سے محبت کرنے لگے تو اس مختصر زندگی کا اکثر وقت غمگین ہی گزرے گا۔ کیونکہ نہ دنیا کو ثبات حاصل ہے اور نہ اس کے اندر موجود اشیاء کو۔ جبکہ دنیا سے بے نیازی قلب و بدن کے لئے راحت وسکون ہے۔ امامؑ کا فرمان ہے:

حدیث ۲۴

اَلرَّغْبَةُ فِی الدُّنْیَا تُوْرِثُ الْغَمَّ وَ الْحُزْنَ وَ الزُّهْدُ فِی الدُّنْیَا رَاحَةُ الْقَلْبِ وَ الْبَدَنِ.

دنیا سے رغبت مایۂ غم وحزن ہے اور دنیا سے بے رغبتی قلب وجسم کے لئے راحت ہے۔

☆......☆......☆

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والا

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اہم واجبات میں سے ہے اور اسی پر معاشرے کی اصلاح کا دارومدار ہے۔ بہت سے لوگ نیکیوں کو پھیلانے اور برائیوں کو کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اس کے خاطر خواہ نتائج حاصل نہیں ہو پاتے۔ امامؑ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہم شرائط بیان کرتے ہیں:

حدیث ۲۵

اِنَّمَا یَأْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰی عَنِ الْمُنْکَرِ مَنْ کَانَتْ فِیْهِ ثَلَاثُ خِصَالٍ:

۱. عَالِمٌ بِمَا يَأْمُرُ، عَالِمٌ بِمَا يَنْهىٰ.

۲. عَادِلٌ فِيمَا يَأْمُرُ، عَادِلٌ فِيمَا يَنْهىٰ.

۳. رَفِيقٌ بِمَا يَأْمُرُ، رَفِيقٌ بِمَا يَنْهىٰ.

اچھے کاموں کا حکم اور برے کاموں سے وہی روکتا ہے جس میں تین خاصیتیں ہوں: جس چیز کا حکم دے اس سے بھی واقف ہو اور جس چیز سے روکے اسے بھی جانتا ہو۔ جس چیز کے بارے میں حکم دے اس میں عدالت سے کام لے اور جس چیز سے منع کرے اس میں بھی انصاف کرے اور جس چیز کا امر کرے وہ بھی نرمی سے کرے اور جس چیز سے روکے تو وہ بھی نرمی سے روکے۔



ظالم حاکم سے فضل و کرم کی امید

ظلم ایک قبیح فعل ہے جو ظالم کو سزا کا مستحق قرار دیتا ہے۔ اگر اس دنیا میں اسے سزا نہ بھی مل سکے تو آخرت میں ایک دردناک عذاب اس کا منتظر ہے۔ اسی طرح خدا کی بارگاہ میں مظلوم اجر کا مستحق ہے لیکن ہر مظلوم نہیں، بلکہ وہ جو ظلم اور ظالم سے نفرت کرے اور ظالم سے کسی قسم کی امید نہ رکھے۔ امامؑ کا ارشاد ہے:

حدیث ۲۶

مَنْ تَعَرَّضَ لِسُلْطَانٍ جَائِرٍ فَاَصَابَتْهُ مِنْهُ بَلِيَّةٌ لَمْ يُوْجَرْ عَلَيْهَا وَ لَمْ يُرْزَقِ الصَّبْرَ عَلَيْهَا.

جو کسی ظالم حکمران سے فضل و کرم طلب کرے لیکن اس کو حاکم سے کوئی تکلیف پہنچے تو اس پر اسے کوئی اجر نہیں ملے گا اور نہ اسے صبر نصیب ہوگا۔

بہترین دوست

انسان کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ برائیوں سے دور رہے اور اچھی صفات کا مالک بنے۔ کیونکہ برائیاں نقصان کا باعث ہیں اور نیکیاں انسان کی ترقی اور کمال کا ذریعہ ہیں۔ انسان کا مخلص بھائی اور سچا دوست کبھی یہ نہیں چاہے گا کہ اس کا بھائی اور دوست کسی بھی نقصان سے دوچار ہو۔ اسی لئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۷

اَحَبُّ اِخْوَانِیْ اِلَیَّ مَنْ اَهْدیٰ اِلَیَّ عُیُوْبِیْ.

میرے نزدیک پسندیدہ ترین بھائی وہ ہے جو مجھے میرے عیوب بتائے۔

☆......☆......☆

گمراہ عالم

علم انسان میں انکساری اور تواضع پیدا کرتا ہے۔ یہ ہدایت کی علامت ہے لیکن اگر علم تکبر و خود پسندی کا باعث بن جائے اور خودغرضی جیسی روحانی بیماری پر کنٹرول حاصل نہ ہو سکے تو دراصل یہ گمراہی کی نشانی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

حدیث ۲۸

مَنْ دَعَا اِلیٰ نَفْسِهِ وَ فِیْهِمْ مَنْ هُوَ اَعْلَمُ مِنْهُ فَهُوَ مُبْتَدِعٌ ضَالٌّ.

جو انسان لوگوں کو اپنی جانب بلائے حالانکہ اس سے زیادہ علم رکھنے والا شخص موجود ہو تو وہ بدعت گزار اور گمراہ ہے۔

☆......☆......☆

کم از کم صلۂ رحم

صلۂ رحم اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں سے مسلسل رابطے اور ان کی دیکھ بھال کا نام ہے۔ اسلامی اخلاق میں اس کو انتہائی اہمیت حاصل ہے۔ آیاتِ قرآنی اور روایاتِ اسلامی میں اس کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ اس کے برعکس قطعِ رحم کی اس قدر شدید مذمت کی گئی ہے کہ قرآن ایسے انسان کو لعنت خدا کا مستحق اور رحمتِ خدا سے محروم قرار دیتا ہے۔

صلۂ رحم کے بڑے بڑے فوائد اور کم از کم صلۂ رحم کے بارے میں امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

حدیث ۲۹

اِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ وَ الْبِرَّ لَيُهَوِّنَانِ الْحِسَابَ وَ يَعْصِمَانِ مِنَ الذُّنُوْبِ فَصِلُوْا اِخْوَانَكُمْ وَ لَوْ بِحُسْنِ السَّلَامِ وَ رَدِّ الْجَوَابِ.

بے شک صلۂ رحم کرنا اور نیکی کرنا حساب کو آسان اور گناہوں سے بچاتا ہے۔ پس اپنے بھائیوں سے صلۂ رحم کرو اگرچہ اچھی طرح سلام کرنے اور جواب دینے کی حد تک ہی کیوں نہ ہو۔

☆......☆......☆

دوستی اور دشمنی کا ایمان سے تعلق

اس زندگی کا بنیادی اور اصلی مقصد قربِ خداوندی کا حصول ہے۔ لہذا انسان ہر لمحے ایسے افعال انجام دے جو اس کی قربت کا باعث بنیں۔ پس انسان جو بھی فعل انجام دے اس میں خدا کی رضا ملحوظِ خاطر ہونی چاہئے۔ یہاں تک کہ دوستی اور دشمنی

بھی جو کہ انسان کی شدید ذاتی خواہش ہے، اس میں بھی خدا کی رضا کو مقدم رکھنا ضروری ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

حدیث ۳۰

مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَ اَبْغَضَ لِلّٰہِ وَ اَعْطیٰ لِلّٰہِ فَھُوَ مِمَّنْ کَمُلَ اِیْمَانُہٗ.

جو خدا کی خاطر محبت کرے، اسی کی خاطر دشمنی رکھے اور اللہ ہی کی خاطر عطا کرے تو وہ ان میں سے ہے جن کا ایمان کامل ہے۔

☆......☆......☆

فقہ کی اہمیت

فقہ روزمرہ زندگی کے ایسے مسائل کو اپنے اندر شامل کیے ہوئے ہے جس کی ضرورت انسان کو لحظہ بہ لحظہ پڑتی ہے۔ اس لئے فقہی مسائل سے آگاہی انتہائی ضروری ہے۔ ان احکامات کو سیکھنے کی تاکید کرتے ہوئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۱

لَوَدِدْتُ اَنَّ اَصْحَابِیْ ضُرِبَتْ رُؤُسُھُمْ بِالسِّیَاطِ حَتّٰی یَتَفَقَّھُوْا.

مجھے یہ بات پسند ہے کہ میرے ساتھیوں کے سروں کو تازیانوں سے پیٹا جائے تاکہ فقہی احکام کو سیکھیں۔

☆......☆......☆

استقامت

مومن وہ ہے جسے اپنے عقیدے پر پورا یقین ہو اور دینی احکامات پر سختی سے عمل پیرا ہو، کسی کی گمراہی اسے اس کے دینی عقائد سے متزلزل نہ کر سکے۔ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۲

اَلْمُؤْمِنُ اَصْلَبُ مِنَ الْجَبَلِ لِاَنَّ الْجَبَلَ یُسْتَقَلُّ مِنْهُ وَ الْمُؤْمِنُ لَایُسْتَقَلُّ مِنْ دِیْنِهِ شَیْءٌ.

مومن پہاڑ سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ پہاڑ (زلزلے وغیرہ) کی وجہ سے بکھر جائے لیکن مومن اپنے دین میں کبھی کمزور نہیں ہوتا۔



سب سے بڑی دولت

انسان کی سب سے بڑی ثروت عقل ہے کیونکہ یہی وہ بنیاد ہے جس کی وجہ سے انسان ہر وہ دولت حاصل کرسکتا ہے جو اس کے لئے فائدہ مند ہو اور ہر اس چیز سے دوری اختیار کرسکتا ہے جو اسے نقصان پہنچائے۔ اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۳

لَا غِنَاءَ اَخْصَبُ مِنَ الْعَقْلِ وَ لَا فَقْرَ اَحَطُّ مِنَ الْحُمْقِ.

عقل سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں اور حماقت سے پست تر کوئی غربت نہیں۔



بہترین میراث

تربیت اولاد کا ایک ایسا حق ہے جو تمام والدین کے لئے لازم وضروری ہے اور روایات میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ جس طرح اولاد والدین کا حق ادا نہ کرنے سے عاق ہوجاتی ہے اسی طرح والدین بھی اولاد کا حق ادا نہ کرنے سے عاق ہوجاتے ہیں اور

اولاد کا سب سے بڑا حق اس کی اچھی تربیت ہے۔ اس تربیت کو بہترین میراث قرار دیتے ہوئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۴

اِنَّ خَیْرَ مَا وَرَّثَ الْآبَاءُ لِاَبْنَائِهِمُ الْاَدَبُ لَا الْمَالُ.

بہترین میراث جو باپ اپنے بچوں کے لئے چھوڑتا ہے وہ ادب اور تربیت ہے نہ کہ مال و دولت۔

☆......☆......☆

بھتر سے بھتر

یہ دنیا ترقی کی جگہ ہے کہ انسان ہر روز کمال کی منازل طے کرے۔ یہی اس زندگی کا مقصد ہے۔ انسان کا روحانی اور معنوی کمال اس کے اختیار میں دیا گیا ہے اور اس کمال کے حصول کی تمام ضروریات انسان کو فراہم کی گئی ہیں اور اس کا راستہ بھی متعین کر دیا گیا ہے۔ اب یہ انسان کا کام ہے کہ وہ اس راستے پر چلے اور ہر روز بلکہ ہر لمحہ اپنی کمال کی منازل طے کرے، اس کا اگلا دن، گزشتہ دن سے بہتر ہو۔ امام صادقؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۵

مَنِ اسْتَوىٰ يَوْمَاهُ فَهُوَ مَغْبُوْنٌ وَ مَنْ كَانَ آخِرُ يَوْمَيْهِ خَيْرَهُمَا فَهُوَ مَغْبُوْطٌ وَ مَنْ كَانَ آخِرُ يَوْمَيْهِ شَرَّهُمَا فَهُوَ مَلْعُوْنٌ وَ مَنْ لَمْ يَرَ الزِّيَادَةَ فِيْ نَفْسِهِ فَهُوَ اِلَى النُّقْصَانِ وَ مَنْ كَانَ اِلَى النُّقْصَانِ فَالْمَوْتُ خَيْرٌ لَهُ مِنَ الْحَيَاةِ.

جس کے دو دن یکساں ہوں اس نے نقصان اٹھایا۔ جس کے دوسرے دن کا اختتام دونوں دنوں میں بہتر ہو تو اس پر رشک کرنا چاہئے۔ اور جس کے دوسرے دن کا خاتمہ دو دنوں میں بدتر ہو تو وہ ملعون ہے۔ اور جسے اپنے نفس میں ترقی نظر نہ آئے وہ نقصان میں ہے اور جو نقصان میں ہو اس کے لئے موت زندگی سے بہتر ہے۔



غربت نہ ہونے کی ضمانت

اکثر لوگ مالی استطاعت رکھنے کے باوجود فقر و فاقہ کا شکار ہو جاتے ہیں جس کی بنیادی وجہ حد اعتدال سے خارج ہونا ہے۔ اس لئے فقر و فاقہ اور غربت کا اصلی علاج قناعت اور اعتدال ہے۔ اس بارے میں امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۶

ضَمِنْتُ لِمَنْ اِقْتَصَدَ اَنْ لَایَفْتَقِرَ.

جو اعتدال اختیار کرے میں اس کے لئے ضمانت دیتا ہوں کہ وہ کبھی غریب نہیں ہوگا۔



جو اپنے لئے، وہ دوسروں کے لئے

اسلام ایک معاشرتی اور اجتماعی دین ہے۔ اگر اس کے بنائے ہوئے احکامات پر عمل ہو تو یہ معاشرہ امن اور سکون کا گہوارہ بن جائے۔ انسان کا دوسرے انسان پر اس حد تک حق قرار دیا گیا ہے کہ وہ جو چیز اپنے لئے پسند کرے تو وہی دوسروں کے لئے بھی پسند کرے۔

حدیث ۳۷

اَحِبُّوا لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّوْنَ لِاَنْفُسِکُمْ.

دوسروں کے لئے وہی پسند کرو جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو۔

☆......☆......☆

ایک لفظ کی مخالفت

اور اسے کسی مومن کے ساتھ دشمنی کا بالکل حق نہیں دیا گیا۔ حتیٰ کہ کسی مومن کی مخالفت میں ایک لفظ کو بھی جائز قرار نہیں دیا گیا ہے۔ امامؑ کا فرمان ہے:

حدیث ۳۸

مَنْ اَعَانَ عَلیٰ مُؤْمِنٍ بِشَطْرِ کَلِمَةٍ، لَقِیَ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ وَ بَیْنَ عَیْنَیْهِ مَکْتُوْبٌ: آئِسٌ مِنْ رَحْمَتِیْ.

جو کسی مومن کے خلاف ایک لفظ کے برابر بھی (کسی کی) مدد کرے تو وہ اللہ سے اس طرح ملاقات کرے گا کہ اس کی آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا: میری رحمت سے مایوس۔

☆......☆......☆

آدابِ معاشرت

ایک بہترین اجتماعی اور معاشرتی زندگی کے آداب اور اصول بیان کرتے ہوئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۹

صِلْ مَنْ قَطَعَکَ، وَ اَعْطِ مَنْ حَرَمَکَ، وَ اَحْسِنْ اِلیٰ مَنْ اَسَاءَ

اِلَیۡکَ وَ سَلِّمۡ عَلیٰ مَنۡ سَبَّکَ. وَ اَنۡصِفۡ مَنۡ خَاصَمَکَ، وَ اعۡفُ عَمَّنۡ ظَلَمَکَ کَمَا اَنَّکَ تُحِبُّ اَنۡ یُعۡفیٰ عَنۡکَ، فَاعۡتَبِرۡ بِعَفۡوِ اللّٰهِ عَنۡکَ. اَ لَا تَریٰ اَنَّ شَمۡسَهُ اَشۡرَقَتۡ عَلَی الۡاَبۡرَارِ وَ الۡفُجَّارِ. وَ اَنَّ مَطَرَهُ یَنۡزِلُ عَلَی الصَّالِحِیۡنَ وَ الۡخَاطِئِیۡنَ.

جو تم سے قطعِ تعلق کرے تم اس سے تعلق استوار کرو، جو تمہیں دینے سے گریز کرے تم اسے عطا کرو، جو تمہارے ساتھ برائی کرے تم اس کے ساتھ نیکی کرو، جو تم پر سب و شتم کرے تم اسے سلام کرو، جو تمہارے ساتھ دشمنی کرے تم اس کے ساتھ انصاف کرو۔ جو تم پر ظلم کرے اسے اسی طرح بخش دو جس طرح سے تم چاہتے ہو کہ تمہیں بخش دیا جائے۔ اس عفو و درگزر سے عبرت حاصل کرو جو اللہ تعالیٰ نے تم سے کی ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ کا سورج ہر نیک و بد کو اپنی روشنی سے نوازتا ہے اور اس کی بارش ہر نیک اور خطا کار پر نازل ہوتی ہے۔



امامؑ کی آخری وصیت

جب کوئی ذمہ دار انسان اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو بالکل آخری لمحات میں اس کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ اپنے پسماندگان کے لئے ایسا سرمایہ چھوڑ جائے جو اُن کی سعادت و خوش بختی کے لئے انتہائی ضروری ہو۔ امام صادق علیہ السلام کی زوجہ جناب حمیدہ خاتون نے امامؑ کے ایک صحابی ابو بصیر سے فرمایا کہ امامؑ نے اپنے آخری لمحات میں تمام رشتہ داروں کو اپنے نزدیک بلایا اور سب کو دیکھنے کے بعد فرمایا:

حدیث ۴۰

اِنَّ شِفَاعَتَنَا لَاتَنَالُ مُسْتَخِفّاً بِالصَّلَاةِ.

بے شک ہماری شفاعت اس کو نہیں پہنچے گی جو نماز کو معمولی سمجھے۔

☆......☆......☆

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

آپؑ کا اسمِ مبارک موسیٰ اور لقب کاظم ہے۔ تاریخ ولادت ۷ صفر ۱۲۸ھ اور جائے ولادت ابواء ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے۔ آپؑ کے والد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور والدہ جناب حمیدہ خاتون تھیں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت کے بعد ۲۰ سال کی عمر میں امامت کی ذمہ داریاں آپ سے متعلق ہوئیں۔ آپؑ کی مدت امامت ۲۵ سال ہے۔ ۲۵ رجب المرجب ۱۸۳ھ کو شہادت ہوئی۔ شہادت کا سبب زہر خورانی ہوا جس کا محرک عباسی خلیفہ ہارون رشید تھا۔

ائمہ اثنا عشر کے سلسلے میں آپؑ کا شمار ساتواں ہے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ نے آپؑ کی امامت کے بارے میں واضح نص فرمائی ہے۔ کچھ لوگوں نے آپؑ کی امامت کے متعلق نزاع کیا۔ ان کا خیال تھا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد عہدۂ امامت اسماعیل کو منتقل ہوا ہے جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرزند اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بھائی تھے حالانکہ ان کا انتقال چھٹے امامؑ کی حیات ہی میں ہو گیا تھا۔ جبکہ امامت کا اصول یہ ہے کہ یہ عہدہ میراث کا ترکہ نہیں ہے بلکہ منصب امامت و ہدایت ذاتی کمالات سے مربوط ہے جس طرح نبوت حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد جنابِ اسحاق علیہ السلام کو منتقل ہوئی یا جس طرح امامت حضرت امام حسن علیہ السلام کے بعد امام حسین علیہ السلام تک پہنچی۔ اس سے یہ بات اپنی جگہ واضح ہے کہ نبوت یا امامت کا باپ سے بڑے بیٹے کی طرف

منتقل ہونا ضروری نہیں۔ اسی طرح امام جعفر صادق علیہ السلام کی اولاد میں منصب امامت کے اہل جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام قرار پائے۔

دراصل امامت اللہ کا عہدہ ہے جو اولادِ ابراہیم میں سے ان منتخب ہستیوں کو دیا گیا ہے جو ظلم سے مبرا ہیں۔ ہر امام کی زندگی مہد سے لحد تک پاکیزگی وطہارت، تقویٰ اور عدل کا نمونہ ہوتی ہے۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بچپن کا ذکر ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ آپؑ کے بعد امام کون ہوگا؟ حضرتؑ نے فرمایا: ہم میں جو امام ہوتا ہے وہ بچپن میں بھی کھیل کود میں مبتلا نہیں ہوتا۔ اتنے میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بکری کا ایک بچہ لئے ہوئے برآمد ہوئے۔ لوگوں نے سنا آپؑ اس سے فرما رہے تھے: اپنے رب کا سجدہ کر! لوگوں نے آپؑ سے کہا: صاحبزادے! اس بچہ کو کہے کہ مرجائے۔ آپؑ نے فرمایا: ''وائے ہو تم پر کیا موت وحیات میرے اختیار میں ہے۔''

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اسی منتخب سلسلہ کے ایک فرد تھے جسے پروردگارِ عالم نے خُلقِ عظیم کا وارث اور مکارمِ اخلاق کی تکمیل کا نمونہ بنایا ہے۔ اس سلسلہ کا ہر فرد اپنے دور میں اخلاقِ محمدی کا مظہر رہا، لیکن بعض افراد میں کوئی خاص صفت اتنی ممتاز نظر آتی ہے کہ سب سے پہلے اسی پر نظر جم جاتی ہے۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام میں ضبط وتحمل کی صفت اتنی نمایاں تھی کہ آپؑ کا لقب ہی کاظم قرار پایا۔ واضح رہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں غصے کو ضبط کرنا کمزوری نہیں بلکہ اعلیٰ ترین شجاعت ہے۔

علامہ ابن حجر مکی نے لکھا ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام علم ومعرفت اور فضل وکمال میں اپنے پدرِ بزرگوار امام جعفر صادق علیہ السلام کے وارث وجانشین تھے۔ آپؑ اپنے دورِ امامت میں سب سے بڑے عبادت گزار، سب سے بڑے عالم اور سب سے بڑے

سخی تھے۔ آپ کی تصنیف مسندِ امام موسیٰ کاظمؑ بہت مشہور ہے۔ اہلِ مدینہ آپؑ کو عبدِ صالح کہتے تھے۔ آپؑ کی زندگی کا ایک طویل عرصہ قید خانہ میں گزرا، حاکمِ وقت ہمیشہ اس جستجو میں رہتا کہ کوئی حیلہ مل جائے تو آپؑ کو شہید کرادے۔ اس مقصد کے لئے سخت مزاج اور بدکیش افسران کو آپ کی دیکھ بھال کے لئے متعین کیا جاتا اور انھیں یہ خصوصی تاکید کی جاتی کہ وہ کوئی ایسا ثبوت تلاش کریں جس سے امامؑ کی سیرت و کردار اور ان کے تقویٰ وطہارت پر حرف آجائے، لیکن ہر جابر وظالم نگراں آپؑ کی عبادات کو دیکھ کر آپؑ کا عقیدت مند ہو جاتا۔ بادشاہِ وقت کی طرف سے بار بار نگراں افسر بدلے جاتے لیکن یہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی سیرت و کردار کا اعجاز تھا کہ جس شخص کو بادشاہ آپؑ پر سختی کرنے کے لئے متعین کرتا وہ آپؑ کی شخصیت سے مرعوب و متاثر ہو جاتا۔ حالتِ قید میں ایک دن ایک نگراں نے آپؑ کو یہ فرماتے ہوئے بھی سنا کہ اے اللہ میری تمنا تھی کہ مجھے ایسا پرسکون موقع مل جائے کہ دل سیر ہو کر تیری عبادت کرسکوں۔ الحمد للہ کہ قید خانہ میں وہ موقع حاصل ہوا کہ میں دل سیر ہو کر عبادت بجالاؤں۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا ایک لقب باب الحوائج بھی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپؑ ہمیشہ لوگوں کی ضرورتوں کو پورا فرماتے رہے۔ دنیا سے رحلت کے بعد بھی آپؑ کے روضے میں کی گئی دعائیں بارگاہِ قاضی الحاجات میں شرفِ قبولیت پاتی ہیں۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ ''عبدِ صالح'' اور ''باب الحوائج'' علمدار حسینی حضرت عباسؑ ابن علیؑ کے بھی القاب ہیں۔

زندگی کا سفر

انسان اپنے چھوٹے سے چھوٹے سفر کو بھی بہت دیکھ بھال کر طے کرتا ہے۔ اس کے لئے ایک مستحکم لائحہ عمل بناتا ہے اور پھر اس کے مطابق اس سفر کا آغاز کرتا ہے تاکہ اس کا سفر آسانی سے طے ہو سکے اور اسے مقصد میں کامیابی حاصل ہو۔

زندگی بھی ایک سفر ہے لیکن عام طور پر انسان کا یہ اہم سفر بغیر کسی لائحہ عمل کے غفلت میں گزر جاتا ہے اور اس کا احساس اس وقت ہوتا ہے جب وقت گزر چکا ہوتا ہے۔ اس اہم سفر کو ہمیں کس طرح طے کرنا چاہئے؟ اس بارے میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ہشام کو حضرت لقمان کی نصیحت سناتے ہوئے فرماتے ہیں:

حدیث ۱

یَا هِشَامُ! اِنَّ لُقْمَانَ قَالَ لِابْنِهِ: یَابُنَیَّ! اِنَّ الدُّنْیَا بَحْرٌ عَمِیْقٌ قَدْ غَرِقَ فِیْهِ عَالَمٌ کَثِیْرٌ فَلْتَکُنْ سَفِیْنَتُکَ فِیْهَا تَقْوَی اللّٰهِ وَ حَشْوُهَا الْاِیْمَانَ وَ شِرَاعُهَا التَّوَکُّلَ وَ قَیِّمُهَا الْعَقْلَ وَ دَلِیْلُهَا الْعِلْمَ وَ سُکَّانُهَا الصَّبْرَ.

اے ہشام! لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: بیٹا! یہ دنیا ایک گہرا سمندر ہے جس میں بہت سے جہان غرق ہو چکے ہیں۔ اس لئے تقوائے الٰہی کو اپنا سفینہ قرار دو۔

اسے ایمان سے بھردو۔ توکل کو بادبان بناؤ عقل کو اس کا قیم، علم کو اس کا راستہ اور صبر کو اس کے چپو قرار دو۔



عاقل انسان

عقلمندی کا معیار یہ سمجھا جاتا ہے کہ انسان کسی طرح اپنا مفاد حاصل کرلے، چاہے وہ عارضی ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن عقلمندی یہ ہے کہ انسان دیرپا اور مستحکم چیز کو عارضی اور غیر مستحکم پر ترجیح دے۔ پس عاقل وہ ہے جو حقیقت کے پیچھے چلے اور سراب سے دور رہے۔

ذاتِ باری تعالیٰ سب سے بڑی اور واضح حقیقت ہے۔ انسان جتنی اپنے پروردگار کی معرفت حاصل کرے گا اور اس معرفت کے سائے میں اس کے احکامات کی پیروی کرے گا، اتنا ہی عقلمند ہوگا۔ اسی لئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲

مَـابَعَثَ اللّٰهُ اَنبِيَائَهُ وَ رُسُلَهُ اِلیٰ عِبادِهِ اِلَّا لِيَعقِلُوا عَنِ اللّٰهِ، فَاَحسَنُهُم اسْتِـجَابَةً اَحسَنُهُم مَعرِفَةً لِلّٰهِ. وَ اَعلَمُهُم بِاَمرِ اللّٰهِ اَحسَنُهُم عَقلاً. وَ اَعقَلُهُم اَرفَعُهُم دَرَجَةً فِی الدُّنیَا وَ الآخِرَةِ.

اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور رسولوں کو صرف اس لئے بندوں کی جانب بھیجا ہے کہ وہ اللہ کے بارے میں غور وفکر کریں۔ تو جس نے بہتر تعمیل کی اس کی اللہ کی معرفت بھی بہتر ہے۔ اور جو امر الٰہی کا بہتر جاننے والا ہے وہ عقل میں دوسروں سے بہتر ہے۔ اور جو عقل میں بہتر ہے وہ دنیا اور آخرت میں بلند درجہ کا مالک ہے۔

حلال و حرام

عقل کا تقاضا ہے کہ انسان متوازن ہو۔ یعنی نہ حرام کی دلفریبی اس پر اثر انداز ہوں اور نہ حلال کی کمی اس کو شکر سے روکے۔ چنانچہ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳

یَاهِشَامُ! اِنَّ الْعَاقِلَ الَّذِیْ لَایَشْغَلُ الْحَلَالُ شُکْرَهُ وَ لَایَغْلِبُ الْحَرَامُ صَبْرَهُ.

اے ہشام! بے شک عاقل وہ ہے کہ حلال جس کو شکر سے مصروف نہ کردے اور حرام جس کے صبر پر غالب نہ آجائے۔

☆......☆......☆

انکساری / تکبر

درخت جتنا پھل دار ہوتا ہے، اتنا ہی جھکتا ہے اور لوگوں کی توجہ بھی پاتا ہے۔ لہذا جب کسی میں حقیقی خوبیاں ہوں اور وہ اسے اپنے ذاتی کمال کے بجائے خدا کا عطیہ سمجھے تو وہ منکسر المزاج ہوگا اور جب انکساری پائی جائے گی تو لوگ بھی اس کی عزت کریں گے۔ اور اگر وہ اسے اپنا ذاتی کمال سمجھ کر تکبر کا شکار ہوگیا تو عزت دینے والا اسے ذلت سے بھی دوچار کرسکتا ہے۔ چنانچہ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۴

مَا مِنْ عَبْدٍ اِلَّا وَ مَلَکٌ آخِذٌ بِنَاصِیَتِهٖ، فَلَا یَتَوَاضَعُ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ وَ لَایَتَعَاظَمُ اِلَّا وَضَعَهُ اللّٰهُ.

ہر بندے کی تقدیر ایک فرشتے کے ہاتھ میں ہے۔ پس جو انکساری کرے گا اللہ اسے بلند کرے گا اور جو تکبر سے کام لے گا اللہ اسے ذلیل کردے گا۔

عقل کی تباهی = دین و دنیا کی تباهی

خدا نے فطرتاً انسان کو عقل جیسی عظیم نعمت سے نوازا ہے جسے باطنی نبی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یعنی یہ انسان کی باطنی رہنما ہے لیکن انسان اپنی خواہشات کی پیروی کر کے اس عظیم نعمت سے محروم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ امام کاظم علیہ السلام ہشام کو تین ایسے کاموں کے بارے میں بتا رہے ہیں جو انسان کی عقل کی تباہی کا سبب بنتی ہیں جس کے نتیجے میں دین و دنیا دونوں برباد ہو جاتے ہیں:

حدیث ۵

مَنْ سَلَّطَ ثَلَاثاً عَلیٰ ثَلَاثٍ فَکَاَنَّمَا اَعَانَ هَوَاهُ عَلیٰ هَدْمِ عَقْلِهٖ:

مَنْ اَظْلَمَ نُوْرَ فِکْرِهٖ بِطُوْلِ اَمَلِهٖ،

وَ مَحَا طَرَائِفَ حِکْمَتِهٖ بِفُضُوْلِ کَلَامِهٖ،

وَ اَطْفَأَ نُوْرَ عِبْرَتِهٖ بِشَهَوَاتِ نَفْسِهٖ،

فَکَاَنَّمَا اَعَانَ هَوَاهُ عَلیٰ هَدْمِ عَقْلِهٖ.

وَ مَنْ هَدَمَ عَقْلَهُ اَفْسَدَ عَلَیْهِ دِیْنَهُ وَ دُنْیَاهُ.

جس نے تین چیزوں کو تین چیزوں پر مسلط کیا گویا اس نے اپنی عقل کی تباہی میں اپنی ہوا و ہوس کی مدد کی:

جس نے اپنی فکر کے نور کو طویل خواہشات سے تاریک کر دیا

اپنی حکمت کی عمدگی کو فالتو باتوں سے محو کر دیا اور

اپنے نور عبرت کو نفسانی خواہشات سے بجھا دیا

تو گویا اس نے اپنی عقل کی تباہی میں اپنی ہوا و ہوس کی مدد کی۔

عمل کی قیمت، معرفت

اس سے قبل بیان ہوا کہ عقل مند وہ ہے جو اپنے پروردگار کی معرفت رکھے اور معرفت کے ساتھ انجام دیا جانے والا چھوٹا سا عمل بھی اس کی بارگاہ میں مقبول ہے۔ اس بارے میں امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ٦

قَلِيلُ الْعَمَلِ مِنَ الْعَاقِلِ مَقْبُوْلٌ مُضَاعَفٌ. وَ كَثِيْرُ الْعَمَلِ مِنْ اَهْلِ الْهَوىٰ وَ الْجَهْلِ مَرْدُوْدٌ.

عقل مند انسان کا قلیل عمل مقبول واقع ہوتا ہے اور اس کا ثواب بھی کئی گنا ہے اور ہوا و ہوس رکھنے والے اور جاہل انسان کا کثیر عمل بھی مسترد ہو جاتا ہے۔

☆......☆......☆

حکمت یا دنیا؟!

عاقل انسان چونکہ حقیقت تک پہنچ جاتا ہے اس لئے وہ عارضی فوائد کو مدنظر نہیں رکھتا۔ لہذا دنیاوی چیزوں کی کمی اسے رنج نہیں پہنچاتی اور نہ وہ ان کے حصول کے لئے بے جا زحمت اور تکلیف میں پڑتا ہے۔ اس بارے میں امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۷

اِنَّ الْعَاقِلَ رَضِيَ بِالدُّوْنِ مِنَ الدُّنْيَا مَعَ الْحِكْمَةِ وَ لَمْ يَرْضَ بِالدُّوْنِ مِنَ الْحِكْمَةِ مَعَ الدُّنْيَا، فَلِذٰلِكَ رَبِحَتْ تِجَارَتُهُمْ.

عقل مند انسان حکمت کے ساتھ دنیا کی کمی پر بھی راضی ہو جاتا ہے اور حکمت کی کمی کے ساتھ دنیا کے ملنے پر راضی نہیں ہوتا۔ اسی لئے اس کی تجارت فائدہ مند ثابت ہوتی ہے۔

قناعت

قناعت دنیا کی سب سے بڑی دولت ہے۔ جسے یہ دولت حاصل ہو جائے وہ کم ترین پر بھی راضی ہو جاتا ہے اور اگر یہ عظیم دولت انسان کے پاس نہ ہو تو پوری دنیا مل جائے تو بھی وہ راضی نہیں ہوتا۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام رہنمائی فرماتے ہیں:

حدیث ۸

اِنْ کَانَ یُغْنِیْکَ مَا یَکْفِیْکَ فَاَدْنیٰ مَا فِی الدُّنْیَا یَکْفِیْکَ. وَ اِنْ کَانَ لَایُغْنِیْکَ مَا یَکْفِیْکَ فَلَیْسَ شَیْءٌ مِنَ الدُّنْیَا یُغْنِیْکَ.

اگر کفایت کرنے والی چیز تمہیں بے نیاز کر دے تو دنیا کی معمولی چیز بھی تمہارے لئے کافی ہے۔ اور اگر کفایت کرنے والی چیز تمہیں بے نیاز نہیں کرتی تو دنیا کی کوئی بھی چیز تمہیں بے نیاز نہیں کر سکتی۔

☆......☆......☆

دنیا ...... آخرت کے لئے

دنیا کو اگر دنیا کے لئے طلب کیا جائے تو آخرت تو ہاتھ سے جاتی ہی ہے، دنیا بھی نہیں ملتی لیکن اگر آخرت کو سامنے رکھتے ہوئے دنیا کو طلب کیا جائے اور دنیاوی اعمال کو اخروی جزا کے لئے انجام دیا جائے تو دنیا بھی ملتی ہے اور آخرت بھی سنور جاتی ہے۔ اسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۹

اِنَّ الْعُقَلَاءَ زَهَدُوْا فِی الدُّنْیَا وَ رَغِبُوْا فِی الْاٰخِرَةِ لِاَنَّهُمْ عَلِمُوْا اَنَّ الدُّنْیَا طَالِبَةٌ وَ مَطْلُوْبَةٌ، فَمَنْ طَلَبَ الْاٰخِرَةَ طَلَبَتْهُ الدُّنْیَا حَتّٰی

يَسْتَوْفِيَ مِنْهَا رِزْقَهُ وَ مَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا طَلَبَتْهُ الْآخِرَةُ فَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ فَيُفْسِدُ عَلَيْهِ دُنْيَاهُ وَ آخِرَتَهُ.

عقلاء دنیا سے بے رغبت اور آخرت کی طرف راغب ہوتے ہیں اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ دنیا طالب بھی ہے اور مطلوب بھی۔ لہذا جو آخرت کو طلب کرتا ہے دنیا اس کو طلب کرتی ہے یہاں تک کہ وہ اپنا رزق پوری طرح لے لیتا ہے۔ اور جو دنیا کو طلب کرتا ہے آخرت اس کو طلب کرتی ہے۔ پس اس کو موت آتی ہے جو اس کی دنیا و آخرت دونوں کو خراب کر دے گی۔

☆......☆......☆

عقل کی تکمیل

عقل، عقل مندی اور عقل کی تباہی کے تذکرے کے بعد اب امامؑ ہشام کو ان اعمال کے بارے میں بتا رہے ہیں جن سے عقل کی تکمیل ہوتی ہے:

حدیث ۱۰

يَا هِشَامُ! كَانَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ يَقُولُ: مَا مِنْ شَيْءٍ عُبِدَ اللّٰهُ بِهِ أَفْضَلَ مِنَ الْعَقْلِ. وَ مَا تَمَّ عَقْلُ امْرِءٍ حَتّٰى يَكُونَ فِيهِ خِصَالٌ شَتّٰى، اَلْكُفْرُ وَ الشَّرُّ مِنْهُ مَأْمُونَانِ وَ الرُّشْدُ وَ الْخَيْرُ مِنْهُ مَأْمُولَانِ وَ فَضْلُ مَالِهِ مَبْذُولٌ وَ فَضْلُ قَوْلِهِ مَكْفُوفٌ. نَصِيبُهُ مِنَ الدُّنْيَا اَلْقُوتُ. وَ لَا يَشْبَعُ مِنَ الْعِلْمِ دَهْرَهُ. اَلذُّلُّ اَحَبُّ اِلَيْهِ مَعَ اللّٰهِ مِنَ الْعِزِّ مَعَ غَيْرِهِ. وَ التَّوَاضُعُ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنَ الشَّرَفِ. يَسْتَكْثِرُ قَلِيلَ الْمَعْرُوفِ مِنْ غَيْرِهِ وَ يَسْتَقِلُّ كَثِيرَ الْمَعْرُوفِ مِنْ نَفْسِهِ. وَ يَرَى النَّاسَ كُلَّهُمْ خَيْراً مِنْهُ وَ

اَنَّهُ شَرُّهُمْ فِیْ نَفْسِهِ وَ هُوَ تَمَامُ الْاَمْرِ.

اے ہشام! امیر المومنین علیؑ فرماتے تھے: عقل سے بڑھ کر کسی چیز سے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کی گئی۔ اور چند خصال کے بغیر عقل مکمل نہیں ہو سکتی:

کفر اور برائی اس سے دور رہے۔

رشد و خیر کی اس سے امید رہے۔

اس کا زائد مال بخشا جاتا ہو اور زائد باتیں روک لی جاتی ہوں۔

دنیا سے اس کا حصہ صرف ضروریات کی حد تک ہوتا ہے۔

وہ علم سے کبھی سیر نہیں ہوتا۔

اللہ کے نزدیک پستی کا اظہار اس کے نزدیک دوسروں کے سامنے عزت حاصل کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہوتا ہے۔

انکساری اس کو شرف سے زیادہ پسند ہوتی ہے۔

دوسرے کی تھوڑی سی اچھائی کو زیادہ اور اپنی زیادہ اچھائی کو بھی کم ہی سمجھتا ہے۔

وہ سب لوگوں کو خود سے بہتر اور خود کو ان سب سے بدتر سمجھتا ہے۔ اور یہی آخری حد ہے۔



قابلِ قدر انسان

انسان خلافت الٰہیہ کے عظیم منصب پر فائز اور صفات الٰہیہ کا مظہر ہے۔ لہٰذا دنیا یا دنیا کی کوئی چیز اس کے نفس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ انسان اگر اپنی اہمیت کو سمجھ لے اور اس عظیم منصب پر فائز ہونے کے بعد اس پر قائم رہے تو یہی اس کی کامیابی ہے۔

حدیث ۱۱

اِنَّ اَعۡظَمَ النَّاسِ قَدۡراً اَلَّذِیۡ لایَرٰی الدُّنۡیا لِنَفۡسِهِ خَطَراً. اَما اِنَّ اَبۡدَانَکُمۡ لَیۡسَ لَهَا ثَمَنٌ اِلَّا الۡجَنَّة، فَلَا تَبِیۡعُوۡهَا بِغَیۡرِهَا.

۔۔۔سب سے زیادہ قابلِ قدر انسان وہ ہے جو دنیا کو اپنے نفس کے مقابلے میں اہمیت نہ دے۔ یادرکھو! تمہارے بدن کی قیمت جنت کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے۔ تو اسے کسی اور چیز کے بدلے میں نہ بیچ دینا۔



عقل مند کی نشانیاں

کہتے ہیں کہ عاقل کی زبان اس کی عقل کے پیچھے ہوتی ہے۔ اسی لئے وہ سوچ سمجھ کر اور مخاطب کو مدنظر رکھ کر بولتا ہے۔ نیز اس کی امید اور عمل بھی عقل ہی کے تابع ہوتے ہیں۔ چنانچہ امامؑ عقل مند انسان کی نشانیاں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حدیث ۱۲

اِنَّ الۡعَاقِلَ لَایُحَدِّثُ مَنۡ یَخَافُ تَکۡذِیۡبَهُ، وَ لَایَسۡأَلُ مَنۡ یَخَافُ مَنۡعَهُ. وَ لَایَعِدُ مَا لَایَقۡدِرُ عَلَیۡهِ. وَ لَایَرۡجُوۡ مَا یُعَنَّفُ بِرَجَائِهِ. وَ لَایَتَقَدَّمُ عَلیٰ مَا یَخَافُ الۡعَجۡزَ عَنۡهُ.

عقلمند انسان اس سے بات ہی نہیں کرتا جس سے تکذیب کا اندیشہ ہو اور اس سے سوال ہی نہیں کرتا جس سے انکار کا خوف ہو اور ایسا وعدہ نہیں کرتا جس پر قدرت نہ رکھتا ہو اور ایسی توقع ہی نہیں رکھتا جس کا وہ مستحق نہ ہو اور نہ ایسے کام کے لئے قدم اٹھاتا ہے جسے کرنے سے عاجز ہونے کا خوف ہو۔

حیاء کے تقاضے

انسان اپنے جیسے انسانوں کے سامنے گناہ کرنے سے ڈرتا ہے اس لئے کہ اسے ان سے شرم آتی ہے لیکن اگر انسان اپنے پروردگار کے وجود پر یقین رکھتے ہوئے اس سے حیاء کرے تو گناہ سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ چنانچہ امام کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۱۳

رَحِمَ اللّٰهُ مَنِ اسْتَحْيَا مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ، فَحَفِظَ الرَّأْسَ وَ مَاحَوىٰ وَ الْبَطْنَ وَ مَا وَعىٰ. وَ ذَكَرَ الْمَوْتَ وَ الْبِلىٰ. وَ عَلِمَ اَنَّ الْجَنَّةَ مَحْفُوْفَةٌ بِالْمَكَارِهِ وَ النَّارَ مَحْفُوْفَةٌ بِالشَّهَوَاتِ.

خدا رحمت کرے اس بندے پر جو اللہ سے صحیح معنوں میں حیاء کرے۔ چنانچہ اپنے دماغ اور اس میں آنے والے خیالات پر نظر رکھے، اپنے پیٹ اور اس کو بھرنے والی چیزوں پر غور کرے اور موت اور اس کی آزمائشوں کا ذکر کرے اور جان لے کہ جنت تکلیفوں اور جہنم شہوتوں کے اندر گھری ہوئی ہے۔

☆......☆......☆

عیب چھپانا

انسان سے بہت سے گناہ، بہت سی خطائیں سرزد ہوتی ہیں۔ اگر وہ گناہ لوگوں کے سامنے آجائیں تو اس کی عزت خاک میں مل جائے۔ وہ ستارالعیوب بندوں کے گناہوں کو پوشیدہ رکھتا ہے۔ ایسے میں اگر کوئی کسی کے عیب کو ظاہر کردے اور اس کی عزت اور مقام کو لوگوں کی نظروں میں گرادے تو خدا کے نزدیک اس کا گناہ کس قدر عظیم ہوگا؟! لیکن اگر معلوم ہونے کے باوجود اس نے عیوب کو پوشیدہ رکھا تو یہ الٰہی

صفت کا مظہر ہے۔ اسی طرح غصے میں انسان اپنی عقل سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ ایسے موقع پر اگر وہ اپنے غصے پر قابو حاصل کر لے تو خدا کے پاس اس کا کیا اجر ہے؟ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۴

مَنْ كَفَّ نَفْسَهُ عَنْ اَعْرَاضِ النَّاسِ اَقَالَهُ اللّٰهُ عَثْرَتَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. وَ مَنْ كَفَّ غَضَبَهُ عَنِ النَّاسِ كَفَّ اللّٰهُ غَضَبَهُ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

جس نے اپنے آپ کو لوگوں کی عزتوں (پر انگلی اٹھانے) سے روکا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی خطائیں معاف کر دے گا۔ اور جو لوگوں سے اپنے غضب کو روکے گا اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اپنے غضب کو اس سے روک لے گا۔

☆......☆......☆

اللہ سے قریب کرنے والی چیزیں

اللہ کی معرفت حاصل کرنے کے بعد عارف انسان کی تمام تر توجہ اس بات کی طرف ہوتی ہے کہ کس طرح اپنے محبوب کا قرب حاصل کرے؟ اللہ سے قربت پیدا کرنے والی چیزوں میں حقوق اللہ بھی شامل ہیں اور حقوق العباد بھی۔ اس بارے میں امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۵

اَفْضَلُ مَا يَتَقَرَّبُ بِهِ الْعَبْدُ اِلَى اللّٰهِ بَعْدَ الْمَعْرِفَةِ بِهِ اَلصَّلَاةُ وَ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ وَ تَرْكُ الْحَسَدِ وَ الْعُجْبِ وَ الْفَخْرِ.

معرفت کے بعد بندے کو اللہ سے نزدیک کرنے والی بہترین چیز نماز، والدین کے ساتھ نیکی اور حسد، خود پسندی اور فخر کو ترک کر دینا ہے۔

هدایت پر عمل کرو

حکمت پڑھ لینے اور حکمت کی باتیں یاد کر لینے سے انسان کا شمار حکماء اور عقلاء میں نہیں ہوتا بلکہ انسان میں حکماء کی بردباری اور علماء کی رستگاری اسی وقت حاصل ہوگی جب ہدایت کی باتوں پر عمل کیا جائے۔ امامؑ ہشام سے فرماتے ہیں:

حدیث ۱۶

یَاهِشَامُ! اِنَّ کُلَّ النَّاسِ یُبْصِرُ النُّجُوْمَ وَ لٰکِنْ لَایَهْتَدِیْ بِهَا اِلَّا مَنْ یَعْرِفُ مَجَارِیَهَا وَ مَنَازِلَهَا. وَ کَذٰلِکَ اَنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ الْحِکْمَةَ وَ لٰکِنْ لَایَهْتَدِیْ بِهَا مِنْکُمْ اِلَّا مَنْ عَمِلَ بِهَا.

اے ہشام! تمام لوگ ستاروں کو دیکھتے ہیں لیکن ان سے راستہ صرف وہ سمجھ سکتا ہے جو ان کے بہاؤ اور منزلوں کو پہچانتا ہو۔ اسی طرح تم سب حکمت پڑھتے ہو لیکن ہدایت صرف وہی حاصل کرے گا جو اس پر عمل کرے گا۔

رحم دلی

ایک دوسرے پر ترحم اور رحم دلی انسانیت کی علامت ہے جبکہ خودغرضی اور خودپسندی حیوانی خصوصیات ہیں۔ موجودہ مادی اور تیز رفتار دور میں انسان اس اہم انسانی صفت سے دور ہوتا جا رہا ہے جو بہت سے معاشرتی اور اجتماعی مسائل کی پیدائش کا باعث ہے۔ اس بارے میں امامؑ ہشام کی رہنمائی فرماتے ہیں:

حدیث ۱۷

یَاهِشَامُ! مَکْتُوْبٌ فِی الْاِنْجِیْلِ "طُوْبیٰ لِلْمُتَرَاحِمِیْنَ، اُوْلٰئِکَ هُمُ الْمَرْحُوْمُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ... طُوْبیٰ لِلْمُتَوَاضِعِیْنَ فِی الدُّنْیَا، اُوْلٰئِکَ یَرْتَقُوْنَ مَنَابِرَ الْمُلْکِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ.

اے ہشام! انجیل میں تحریر ہے: کیا خوب ہیں ایک دوسرے پر رحم کرنے والے۔ قیامت کے دن ان پر رحم کیا جائے گا۔۔۔ کیا خوب ہیں دنیا میں انکساری کرنے والے۔ قیامت کے دن یہ بڑے منبروں پر فائز ہوں گے۔



بولنے والوں کی اقسام

انسان کی زبان اس کا آئینہ ہوتی ہے۔ یہ جہاں عاقل کی حکمت کو ظاہر کرتی ہے وہاں بے وقوف اور جاہل کے پردے کو بھی چاک کر دیتی ہے۔ بولنے والوں کی تین اقسام بیان کرتے ہوئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۸

اَلْمُتَكَلِّمُونَ ثَلاثَةٌ: فَرابِحٌ وَ سالِمٌ وَ شاجِبٌ. فَاَمَّا الرَّابِحُ فَالذَّاكِرُ لِلّٰهِ. وَ اَمَّا السَّالِمُ فَالسَّاكِتُ. وَ اَمَّا الشَّاجِبُ فَالَّذِیْ یَخُوضُ فِی الْبَاطِلِ. اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ الْجَنَّةَ عَلٰی کُلِّ فَاحِشٍ بَذِیٍّ قَلِیْلِ الْحَیاءِ لَایُبَالِیْ مَا قَالَ وَ لَا مَا قِیْلَ فِیْهِ.

بولنے والوں کی تین قسمیں ہیں: فائدہ اٹھانے والا، سالم رہنے والا اور بکواس کرنے والا۔ بے شک جو اللہ کا ذکر کرے وہ فائدہ اٹھانے والا ہے اور جو خاموش رہے وہ سالم رہنے والا ہے اور بکواس کرنے والا وہ ہے جو بے کار باتیں کرے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کو فحش کلام کرنے والے پر حرام کر دیا ہے کہ نہ جسے اپنے بولنے کا خیال ہو اور نہ اس بات کا خیال ہو کہ اس کے بارے میں کیا کہا جا رہا ہے۔



بدترین بندہ

منافقت (دورخی) بہت ہی بری صفت ہے جو شاید وقتی فائدہ تو پہنچادے لیکن اس کا نقصان دیرپا ہے۔ اس سے انسان کی شخصیت اور عزت اس طرح ختم ہوجاتی ہے کہ لوگ اس سے دوری اختیار کرنے لگتے ہیں۔ چنانچہ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۹

بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ يَكُوْنُ ذَا وَجْهَيْنِ وَ ذَا لِسَانَيْنِ، يُطْرِئُ أَخَاهُ اِذَا شَاهَدَهُ وَ يَأْكُلُهُ اِذَا غَابَ عَنْهُ، اِنْ اُعْطِيَ حَسَدَهُ وَ اِنِ ابْتُلِيَ خَذَلَهُ.

بدترین بندہ وہ منافق ہے جس کے دو چہرے اور دو زبانیں ہوں۔ اپنے بھائی کو دیکھ کر اس کی خوب تعریف کرے اور اس کی غیر موجودگی میں اسے ذلیل کردے۔ بھائی کو کچھ ملے تو حسد کرے اور جب وہ کسی پریشانی میں مبتلا ہو تو اسے چھوڑ دے۔

☆......☆......☆

احسان کا بدلہ احسان

نیکی کا بدلہ نیکی ہے چاہے وہ کسی کافر ہی کی طرف سے کیوں نہ ہو۔ آج کے دور میں جس تیزی سے فرقہ اور قبیلہ پرستی بڑھ رہی ہے اس نے دوسروں کے ساتھ احسان اور نیکی کے سلسلے کو کافی حد تک محدود کردیا ہے۔ جبکہ ہمارے دین کی تعلیم کیا ہے؟ امام موسیٰ کاظمؑ ہشام سے فرماتے ہیں:

حدیث ۲۰

يَاهِشَامُ! قَوْلُ اللّٰهِ 'هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ' جَرَتْ فِي الْمُؤْمِنِ وَ الْكَافِرِ وَ الْبِرِّ وَ الْفَاجِرِ. مَنْ صُنِعَ اِلَيْهِ مَعْرُوْفٌ فَعَلَيْهِ اَنْ يُكَافِئَ بِهِ.

اے ہشام! اللہ تعالیٰ کا فرمان 'احسان کا بدلہ احسان کے سوا کچھ اور نہیں' ہر مومن و کافر اور نیک و بد کے لئے ہے۔ جس کے ساتھ بھی نیکی جائے اسے ویسا ہی بدلہ دینا چاہئے۔



دنیا سانپ ھے

عاقل انسان کبھی بھی ظاہری خوب صورتی پر نہیں جاتا بلکہ ہمیشہ باطن پر توجہ دیتا ہے جبکہ سطحی اور غیر عاقل شخص ظاہر پر اپنا سب کچھ قربان کر دیتا ہے۔ دنیا بظاہر بہت خوبصورت اور لذت بخش ہے لیکن حقیقتاً بہت خطرناک ہے۔ جس نے اس سے دل لگایا اس نے اسے ہلاک کیا۔ امامؑ کا ارشاد ہے:

حدیث ۲۱

اِنَّ مَثَلَ الدُّنیَا مَثَلُ الحَیَّةِ مَسُّهَا لَیِّنٌ وَ فِی جَوْفِهَا السَّمُّ الْقَاتِلُ، یَحْذَرُهَا الرِّجَالُ ذَوُو الْعُقُولِ وَ یَهْوِیٰ اِلَیْهَا الصِّبْیَانُ بِاَیْدِیْهِم.

دنیا کی مثال سانپ کی طرح ہے۔ بظاہر ہاتھ لگانے میں تو نرم و ملائم محسوس ہوتی ہے لیکن اس کے اندر زہرِ قاتل پوشیدہ ہوتا ہے۔ صاحبانِ عقل اس سے بچتے ہیں اور بچے اپنے ہاتھوں سے اس کی جانب بڑھتے ہیں۔



محاسبہ

انسان کی پیش رفت اور ترقی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اعمال کا جائزہ لیتا رہے۔ جو عمل اس کی ترقی میں رکاوٹ ہو اس کو ختم کر دے اور جو اس کی ترقی کا باعث ہو اسے مزید تقویت دے۔ محاسبہ کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۲

لَیۡسَ مِنَّا مَنۡ لَمۡ یُحَاسِبۡ نَفۡسَهُ فِیۡ کُلِّ یَوۡمٍ، فَاِنۡ عَمِلَ حَسَناً اِسۡتَزَادَ مِنۡهُ وَ اِنۡ عَمِلَ سَیِّئاً اِسۡتَغۡفَرَ اللّٰهَ مِنۡهُ وَ تَابَ اِلَیۡهِ.

وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہر روز اپنے نفس کا محاسبہ نہ کرے۔ چنانچہ اگر اچھا کام کیا ہو تو اس میں اضافہ کی کوشش کرتا ہے اور اگر برا کام کیا ہو تو اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے استغفار اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہے۔

☆......☆......☆

دنیا کی بے رخی

ایک اور جگہ دنیا کی بے رخی کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

حدیث ۲۳

تَمَثَّلَتِ الدُّنۡیَا لِلۡمَسِیۡحِ فِیۡ صُوۡرَةِ امۡرَأَةٍ زَرۡقَاءَ فَقَالَ لَهَا: کَمۡ تَزَوَّجۡتِ؟ فَقَالَتۡ: کَثِیۡراً. قَالَ: فَکُلٌّ طَلَّقَکِ؟ قَالَتۡ: لَا! بَلۡ کُلاًّ قَتَلۡتُ. قَالَ الۡمَسِیۡحُ: فَوَیۡحٌ لِاَزۡوَاجِکِ الۡبَاقِیۡنَ، کَیۡفَ لَا یَعۡتَبِرُوۡنَ بِالۡمَاضِیۡنَ.

دنیا نیلی آنکھوں والی (حسین) عورت کی شکل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے آئی۔ آپؑ نے سوال کیا: تو نے کتنی شادیاں کی ہیں؟ کہا: بہت ساری۔ فرمایا: کیا سب نے تجھے طلاق دے دی؟ کہا: نہیں! بلکہ میں نے ہی سب کو ہلاک کر دیا۔ یہ سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: وائے ہو تیرے باقی شوہروں پر کہ وہ گزشتہ لوگوں سے عبرت حاصل کیوں نہیں کرتے!؟

تواضع

متکبر اور جابر انسان کی سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ وہ خود کو عقلِ کل سمجھتا ہے اور یہی بات اس کی ہلاکت کا باعث بن جاتی ہے۔ اس لئے کہ سخت قلب پر حکمت کی کوئی بات اثر نہیں کرتی اور وہ اپنے غیر معقول رویے اور حکمت سے خالی اقدامات کی وجہ سے ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۴

اِنَّ الزَّرْعَ یَنْبُتُ فِی السَّهْلِ وَ لَایَنْبُتُ فِی الصَّفَا. فَكَذٰلِکَ الْحِكْمَةُ تَعْمُرُ فِیْ قَلْبِ الْمُتَوَاضِعِ وَ لَا تَعْمُرُ فِیْ قَلْبِ الْمُتَكَبِّرِ الْجَبَّارِ، لِاَنَّ اللّٰهَ جَعَلَ التَّوَاضُعَ آلَةَ الْعَقْلِ وَ جَعَلَ التَّكَبُّرَ مِنْ آلَةِ الْجَهْلِ.

فصل ہموار زمین پر اگتی ہے چٹان پر نہیں۔ اسی طرح حکمت بھی متواضع دل میں بار آور ہوتی ہے اور متکبر اور جابر قلب میں نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انکساری اور تواضع کو عقل کا وسیلہ اور تکبر کو جہل کا آلہ قرار دیا ہے۔

☆......☆......☆

خاموشی

خاموشی حکمت اور عمل کی زیادتی کی علامت ہے۔ مومن فکر کرتا ہے اور عمل کرتا ہے۔ یہی عمل خدا کی قربت کا باعث بنتا ہے۔ یہ احساس اسے زیادہ بولنے سے دور رکھتا ہے جبکہ منافق کیونکہ خدا سے دور ہوتا ہے اس لئے عمل کم کرتا ہے اور بولتا زیادہ ہے۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنے جد رسول اللہ سے روایت فرماتے ہیں:

حدیث ۲۵

اِذَا رَأَیْتُمُ الْمُؤْمِنَ صَمُوتاً فَادْنُوا مِنْهُ، فَاِنَّهُ یُلْقِیْ الْحِکْمَةَ. وَ الْمُؤْمِنُ قَلِیْلُ الْکَلَامِ کَثِیْرُ الْعَمَلِ وَ الْمُنَافِقُ کَثِیْرُ الْکَلَامِ وَ قَلِیْلُ الْعَمَلِ.

اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: جب تم کسی مومن کو خاموش دیکھو تو اس سے نزدیک ہو جاؤ کیونکہ وہ حکمت کی بات کرے گا۔ مومن بولتا کم اور کام زیادہ کرتا ہے اور منافق کا بولنا زیادہ اور کام کم ہوتا ہے۔



بے عمل علماء

قرآن حکیم کے مطابق خدا سے صرف اس کے عبادت گزار علماء ہی ڈرتے ہیں۔ اور پھر یہی علماء اس بات کا باعث بنتے ہیں کہ لوگوں کو خوفِ خدا دلائیں اور خدا سے نزدیک کریں۔ جبکہ بعض اوقات علماء ہی اس بات کا باعث بن جاتے ہیں کہ لوگ خدا سے دور ہو جائیں۔ ایسے بے عمل علماء کے بارے میں جو دنیا پرست ہوں اور دنیا کی رنگینی نے انہیں فریب میں مبتلا کر دیا ہو، امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۶

اَوْحَی اللّٰهُ اِلیٰ دَاوُدَ: قُلْ لِعِبَادِیْ: لَایَجْعَلُوْا بَیْنِیْ وَ بَیْنَهُمْ عَالِماً مَفْتُوْناً بِالدُّنْیَا فَیَصُدَّهُمْ عَنْ ذِکْرِیْ وَ عَنْ طَرِیْقِ مَحَبَّتِیْ وَ مُنَاجَاتِیْ. اُولٰئِکَ قُطَّاعُ الطَّرِیْقِ مِنْ عِبَادِیْ. اِنَّ اَدْنیٰ مَا اَنَا صَانِعٌ بِهِمْ اَنْ اَنْزِعَ حَلَاوَةَ مَحَبَّتِیْ وَ مُنَاجَاتِیْ مِنْ قُلُوْبِهِمْ.

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد سے فرمایا: میرے بندوں سے کہدو: میرے اور اپنے

درمیان ایسے عالم کو بیچ میں نہ لائیں جو دنیا کا فریب خوردہ ہو۔ وہ انہیں میرے ذکر سے اور میری محبت اور مناجات کے راستے سے روک دے گا۔ یہ لوگ رہزن ہیں۔ بے شک میں ان کے ساتھ کم از کم یہ کروں گا کہ اپنی محبت اور مناجات کی مٹھاس ان کے دلوں سے دور کردوں گا۔



مشورہ کس سے کریں؟

انسان کو کئی موقعوں پر مشورے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ مشورہ کس سے کیا جائے؟ اگر کسی دنیا پرست اور خودغرض انسان سے مشورہ کیا جائے تو اس کی سوچ محدود اور ذاتی مفاد زیادہ عزیز ہوتا ہے۔ اس لئے مشورہ اس شخص سے کرنا بہتر ہے جو دوسروں کا خیر خواہ اور وسعتِ نظر رکھتا ہو۔ اس لئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۷

مُجَالَسَةُ اَهْلِ الدِّیْنِ شَرَفُ الدُّنیا وَ الْآخِرَةِ وَ مُشَاوَرَةُ الْعَاقِلِ النَّاصِحِ یُمْنٌ وَ بَرَکَةٌ وَ رُشْدٌ وَ تَوْفِیْقٌ مِنَ اللّٰهِ. فَاِذَا اَشَارَ عَلَیْکَ الْعَاقِلُ النَّاصِحُ فَاِیَّاکَ وَ الْخِلَافَ فَاِنَّ فِیْ ذٰلِکَ الْعَطَبَ.

اہلِ دین کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا دین اور دنیا میں باعثِ شرف ہے۔ خیر خواہ اور عقلمند انسان سے مشورہ کرنا بہتری، برکت، زیادتی اور اللہ کی جانب سے توفیق کا سبب ہے۔ جب کوئی خیر خواہ عاقل تمہیں کوئی مشورہ دے تو اس کی مخالفت سے پرہیز کرو کیونکہ اس کی مخالفت میں ہلاکت ہے۔



نفس کی مخالفت

اگر کبھی ایسا موقع آ جائے کہ دو کاموں کے درمیان فیصلہ کرنا ہو تو امامؑ اس مشکل کو آسان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حدیث ۲۸

اِذَا مَرَّ بِکَ أَمْرَانِ لَاتَـدْرِیْ أَیُّهُـمَـا خَیْـرٌ وَ اَصْـوَبُ، فَانْظُرْ أَیُّهُمَا أَقْرَبُ اِلیٰ هَوَاکَ فَخَالِفْهُ فَاِنَّ کَثِیْرَ الصَّوَابِ فِیْ مُخَالَفَةِ هَوَاکَ.

جب دو معاملے تمہارے سامنے آ جائیں اور تمہاری سمجھ میں نہ آئے کہ کونسا بہتر اور مناسب ہے تو دیکھو کہ ان میں سے کونسا تمہاری خواہش نفسانی سے قریب ہے۔ پس اس کی مخالفت کرو کیونکہ خواہشات نفسانی کی مخالفت میں ہی بہتری ہے۔

☆......☆......☆

خدا سے غافل علماء

علم انسان کو دنیا کی حقیقت سے آگاہ کرتا اور اس کی بے ثباتی کا یقین دلاتا ہے جس کے نتیجے میں دنیا سے دوری اور آخرت کا خوف پیدا ہوتا ہے لیکن اگر کسی عالم میں دنیا کی محبت بڑھ جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ علم صحیح طور پر اس میں رسوخ نہیں کر پایا ہے۔ پھر وہ خدا سے بھی دور ہو جائے گا۔ چنانچہ امامؑ ارشاد فرماتے ہیں:

حدیث ۲۹

یَـاهِشَـامُ! مَـنْ اَحَـبَّ الـدُّنْیَا ذَهَبَ خَوْفُ الْاٰخِرَةِ مِنْ قَلْبِهِ وَ مَا أُوْتِیَ عَبْدٌ عِلْماً فَازْدَادَ لِلدُّنْیَا حُبّاً اِلَّا ازْدَادَ مِنَ اللّٰهِ بُعْداً وَ ازْدَادَ اللّٰهُ عَلَیْهِ غَضَباً.

اے ہشام! جو دنیا سے محبت کرے گا اس کے دل سے آخرت کا خوف ختم ہو جائے گا۔ اور جس بندے کو علم دیا گیا اور دنیا سے اس کی محبت بڑھ گئی تو اللہ سے اس کی دوری بھی زیادہ ہو جائے گی اور اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب بھی زیادہ ہوگا۔



لالچ ذلت ھے

قناعت بہترین دولت ہے جو انسان کو دوسروں سے بے نیازی اور عزت عطا کرتی ہے۔ جبکہ دوسروں کے مال میں طمع انسان کی ذلت اور رسوائی کا سبب ہے۔

حدیث ۳۰

اِیَّاکَ وَ الطَّمَعَ. وَ عَلَیْکَ بِالْیَأْسِ مِمَّا فِیْ أَیْدِی النَّاسِ. وَ أَمِتِ الطَّمَعَ مِنَ الْمَخْلُوْقِیْنَ، فَاِنَّ الطَّمَعَ مِفْتَاحٌ لِلذُّلِّ وَ اخْتِلَاسُ الْعَقْلِ وَ اخْتِلَاقُ الْمُرُوَّاتِ.

اے ہشام! طمع سے بچو۔ اور لوگوں کے پاس جو چیزیں ہیں ان کی توقع نہ رکھو۔ مخلوق سے لالچ کو ختم کردو۔ کیونکہ لالچ ذلت کی چابی، عقل کی خرابی اور مروت کی کمی ہے۔



دعاء کی قبولیت کا ذریعه

مقصد تک پہنچنے کے لئے ذریعہ ضروری ہوتا ہے۔ دعا کی قبولیت کا ذریعہ حمدِ خدا، نعتِ رسولؐ اور آل پر درود ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

حدیث ۳۱

مَنْ دَعَا قَبلَ الثَّنَاءِ عَلَى اللّٰهِ وَ الصَّلاۃِ عَلَى النَّبِیِّ کَانَ کَمَنْ رَمیٰ بِسَهْمٍ بِلاوَتَرٍ.

جو شخص حمد و ثنائے الٰہی اور نبی اکرم پر درود کے بغیر دعا کرے وہ ایسا ہے جیسے بغیر کمان کے تیر پھینکے۔



یقین کا اثر

جس انسان کو یہ یقین ہو جائے کہ اسے کسی تجارت میں ایک روپیہ خرچ کر کے کئی گُنا منافع ہوگا تو اس تجارت میں دل کھول کر پیسہ لگائے گا۔ یہی یقین اگر خدا کی راہ میں خرچ کیے ہوئے مال کے بارے میں ہو جائے کہ مال ضائع نہیں ہو رہا بلکہ اس مال سے کئی گُنا منافع حاصل ہو رہا ہے تو انسان اس تجارت میں دل کھول کر خرچ کرتا ہے۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اس نفسیاتی کیفیت کا اظہار کرتے ہیں:

حدیث ۳۲

... وَ مَنْ اَیْقَنَ بِالْخَلَفِ جَادَ بِالْعَطِیَّةِ.

جسے (خرچ کیے ہوئے مال کی) جانشینی کا یقین ہو وہ دل کھول کر عطیہ دیتا ہے۔



نصف عقل

حسن معاشرت زندگی کی چاشنی ہے۔ لوگوں کے ساتھ دوستی اور اچھا سلوک شخصیت میں جاذبیت پیدا کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے انسان کبھی بھی تنہا نہیں رہتا۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام دوستی اور محبت کی اسی اہمیت کی طرف اشارہ فرماتے ہیں:

حدیث ۴۳

اَلتَّوَدُّدُ اِلَی النَّاسِ نِصفُ الْعَقلِ.

لوگوں کے ساتھ دوستی رکھنا نصف عقل ہے۔

☆......☆......☆

والدین سے اچھا سلوک

ہمارے دین نے والدین سے برے سلوک کو کسی صورت میں بھی جائز قرار نہیں دیا۔ یہاں تک کہ اگر وہ شرک کرنے پر مجبور کریں تو صرف شرک کی ممانعت کی گئی ہے لیکن اس کے باوجود دنیا میں والدین کے ساتھ اچھے سلوک کی تاکید کی جارہی ہے (سورہ لقمان آیت نمبر ۱۵)۔ لیکن والدین کے بارے میں اس قدر تاکید کے باوجود اگر کوئی ان کے ساتھ برا سلوک کرے تو امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۴۴

مَنْ اَحزَنَ وَالِدَیْهِ فَقَدْ عَقَّهُمَا.

جس نے اپنے والدین کو غمگین کیا وہ ان سے عاق ہوگیا۔

☆......☆......☆

مصیبت پر صبر

خدا اور معاد پر یقین رکھنے والا دنیا میں آنے والی مصیبتوں پر بآسانی صبر کر لیتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس دنیا کی حیثیت عارضی ہے اور اس میں موجود تمام نعمتیں خدا کی عطا کردہ ہیں۔ اگر اس میں سے کم ہو بھی جائے تو اس کی قضا پر راضی رہتا ہے اور صبر کرتا ہے۔ جس کے نتیجے میں خدا کی بارگاہ سے عظیم اجر کا مستحق قرار پاتا ہے۔ صبر کی اسی اہمیت کو ساتویں امامؑ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

حدیث ۳۵

اَلْمُصِیْبَۃُ لَاتَکُوْنُ مُصِیْبَۃً یَسْتَوْجِبُ صَاحِبُھَا اَجْرَھَا اِلَّا بِالصَّبْرِ وَ الْاِسْتِرْجَاعِ عِنْدَ الصَّدَمَۃِ.

کوئی مصیبت صاحبِ مصیبت کے لئے اس وقت تک اجر کا سبب نہیں بنتی جب تک وہ صبر نہ کرے اور صدمہ کے موقع پر استرجاع نہ کرے (اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھنا)۔



بقائے نعمت / زوال نعمت

نعمت کا چھن جانا کبھی امتحان ہوتا ہے اور کبھی نعمت سے صحیح استفادہ نہ کرنے کی سزا۔ اگر انسان خدا کی نعمات سے صحیح استفادہ کرے اور اس کا شکر بھی ادا کرے تو نعمات میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔ اس حوالے سے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۶

اَللّٰہُ یَنْزِلُ الْمَعُوْنَۃَ عَلٰی قَدْرِ الْمَؤُنَۃِ وَ یُنْزِلُ الصَّبْرَ عَلٰی قَدْرِ الْمُصِیْبَۃِ. وَ مَنِ اقْتَصَدَ وَ قَنِعَ بَقِیَتْ عَلَیْہِ النِّعْمَۃُ. وَ مَنْ بَذَّرَ وَ اَسْرَفَ زَالَتْ عَنْہُ النِّعْمَۃُ.

اللہ تعالیٰ خرچ کی مقدار کے مطابق رزق دیتا ہے اور مصیبت کی مقدار کے مطابق صبر عطا کرتا ہے۔ پس جو اعتدال سے کام لے گا اس پر نعمت باقی رہے گی اور جو اسراف وتبذیر سے کام لے اس سے نعمت زائل ہو جائے گی۔



رزق بڑھائیں

امانت داری اور سچائی انسان کا اعتماد بڑھاتی ہیں جس کی وجہ سے اس کے رزق میں اضافہ ہوتا ہے اور اس رزق میں برکت بھی ہوتی ہے۔ لیکن خیانت اور جھوٹ سے انسان کا اعتماد زائل ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کی غربت میں اضافہ ہوتا ہے اور اس ذریعے سے حاصل کیے ہوئے مال میں برکت بھی نہیں رہتی۔ امام کاظمؑ کا ارشاد ہے:

حدیث ۳۷

اَدَاءُ الْاَمَانَةِ وَ الصِّدْقُ يَجْلِبَانِ الرِّزْقَ.

امانتداری اور سچائی سے رزق حاصل ہوتا ہے۔

☆......☆......☆

خوش اخلاقی اور سخاوت کا نتیجہ

بعض خوبیاں دوسری متعدد خوبیوں کی بنیاد ہوا کرتی ہیں۔ ان میں خوش اخلاقی اور سخاوت بھی شامل ہیں۔ انسان کے دل میں دوسروں کا خیال ہو، ان کے ساتھ اچھی طرح پیش آئے، یہی چیز باعث بنتی ہے کہ وہ بہت سی نیکیوں مثلاً حسنِ ظن، خیرات وغیرہ کو انجام دیتا اور برائیوں مثلاً سوءِ ظن، حسد اور بخل وغیرہ سے پرہیز کرتا ہے۔

حدیث ۳۸

اَلسَّخِیُّ الْحَسَنُ الْخُلْقِ فِیْ کَنَفِ اللّٰهِ، لَایَتَخَلَّی اللّٰهُ عَنْهُ حَتّٰی یُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ.

خوش اخلاق اور سخی انسان اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہوتا ہے۔ اللہ جب تک اسے جنت میں داخل نہ کردے اس کا ساتھ نہیں چھوڑتا۔

نت نئی بلاؤں کی وجہ

موجودہ دور میں لوگ نت نئی بیماریوں اور بلاؤں میں مبتلا ہو رہے ہیں۔اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۹

كُلَّمَا اَحْدَثَ النَّاسُ مِنَ الذُّنُوبِ مَالَمْ يَكُونُوا يَعْمَلُونَ اَحْدَثَ اللّٰهُ لَهُمْ مِنَ الْبَلاءِ مَالَمْ يَكُونُوا يَعُدُّونَ.

جب لوگ نت نئے ایسے گناہ کرتے ہیں جو گزشتہ لوگ نہیں کیا کرتے تھے تو اللہ ان پر نت نئی بلائیں نازل کرتا ہے جو دوسروں پر نہیں آئی تھیں۔

☆......☆......☆

انجام و آغاز

قبرستان میں جانے کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔جس کی وجہ یہ ہے کہ انسان اپنے انجام کو یاد رکھے کہ جلد یا بدیر اسے بھی اسی مقام پر آنا ہے۔اس تربیتی نکتے کو بیان کرتے ہوئے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

حدیث ۴۰

قَالَ علیہ السلام عِنْدَ قَبْرٍ حَضَرَهُ: اِنَّ شَيْئاً هٰذَا آخِرُهُ لَحَقِيقٌ اَنْ يُزْهَدَ فِي اَوَّلِهِ. وَ اِنَّ شَيْئاً هٰذَا اَوَّلُهُ لَحَقِيقٌ اَنْ يُخَافَ آخِرُهُ.

ایک قبر کے پاس کھڑے ہو کر آپؑ نے فرمایا: جس چیز (دنیا) کی انتہاء یہ ہو اس کی ابتداء ہی سے پرہیز کرنا سزاوار ہے۔اور جس چیز (آخرت) کی ابتداء یہ ہو اس کی انتہاء سے ڈرنا سزاوار ہے۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام

امام ہشتم حضرت علی رضا علیہ السلام کی تاریخ ولادت ۱۱ ذیقعدہ ۱۴۸ ہجری ہے اور دوسری روایت کے مطابق سن ولادت ۱۵۳ ہجری ہے۔ آپؑ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے فرزند تھے۔ مادرِ گرامی کا نام نجمہ ہے جو ام البنین کے نام سے مشہور ہیں۔ آپؑ کا اسمِ مبارک علی، کنیت ابوالحسن اور مشہور لقب رضا ہے۔ علامہ طبرسی نے لکھا ہے، کیونکہ خدا، خدا کا رسولؐ، ائمہ طاہرین، موافقین ومخالفین غرض سب آپ سے راضی تھے، اس لئے لوگ آپ کو امام رضا کہا کرتے تھے۔ غریب الغرباء، معین الضعفاء اور سلطان العرب والعجم آپؑ ہی کے القاب ہیں۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا دور بنو عباس کی حکومت میں گزرا، آپ کی ولادت کے وقت منصور دوانیقی کی حکومت تھی پھر اس کے بعد ۱۵۸ھ میں مہدی عباسی، ۱۶۹ھ میں ہادی عباسی، ۱۷۰ھ میں ہارون رشید، ۱۹۴ھ میں امین اور ۱۹۸ھ میں مامون تختِ سلطنت پر قابض ہوئے۔ بنو عباس کے ان تمام حکمرانوں کی اہلبیت دشمنی اور سادات کُشی تاریخ کی ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی زندگی قید و بند کی صعوبتیں جھیلتے گزری۔ بالآخر حالتِ اسیری ہی میں آپؑ کو زہر دے کر شہید کر دیا گیا۔ امام علی رضاؑ ان تمام حالات سے براہِ راست مربوط و متاثر تھے۔ اپنے والد کی شہادت کے بعد جب آپ بالفعل منصبِ

امامت پر فائز ہوئے تو ہارون رشید کا دورِ حکومت تھا۔ آپؑ کے عہدِ امامت کے ابتدائی دس سال ہارون رشید کے دورِ حکومت میں گزرے، مدینۃ الرسول پر ہارون رشید کی لشکر کشی اور سادات کا قتل عام اسی زمانے کا واقعہ ہے۔ اگرچہ اس واقعہ کے اسباب و محرکات سے آپؑ کا کوئی ربط و تعلق نہیں تھا لیکن ہارون نے آپؑ کو موردِ الزام ٹھہرایا اور آپؑ کی نقل وحرکت پر پابندی لگا دی۔ پھر سیاست اور ملکی حالات نے کچھ ایسا پلٹا کھایا کہ ہارون اپنے ہی مسائل میں الجھ کر رہ گیا اور امامؑ کی طرف سے اس کی مخالفانہ توجہ ہٹ گئی۔ امام رضا علیہ السلام نے اس وقفۂ سکون سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تبلیغِ دین اور اشاعتِ علم کے فریضہ پر مزید توجہ مرکوز فرمائی۔

ہارون کے بعد مامون رشید نے اپنی مصلحتوں کے تحت آپؑ کو ولی عہدی کا منصب قبول کرنے پر مجبور کیا۔ اگرچہ امام علی رضا علیہ السلام کو نہ ولی عہدی کی تمنا تھی اور نہ آپؑ اس منصب کے دنیاوی فوائد کی طرف ملتفت تھے لیکن جب مامون رشید نے مزید انکار کرنے کی صورت میں قتل کی دھمکی دی تو آپؑ نے مجبوراً مامون کی پیشکش کو قبول فرما کر اسے تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام کے لئے وسیلہ بنایا۔ چنانچہ جب آپؑ کی ولی عہدی مامون رشید کے دنیاوی مفادات کے خلاف ثابت ہوئی تو اس نے اپنے فیصلے کو بدل دیا۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام اخلاقِ محمدیؐ اور کردارِ مرتضویؑ کا آئینہ تھے۔ جب آپؑ کو ولی عہد مقرر کیا گیا تو مامون نے ہر چند کوشش کی کہ آپؑ قصرِ شاہی میں مقیم ہوں اور آپؑ کے مصاحبین' امراء اور اہل دولت ہوں مگر آپؑ نے اس کو پسند نہ فرمایا۔ غرباء پروری، فقراء نوازی، غلاموں کے ساتھ حسنِ سلوک، محتاجوں اور ضرورت مندوں کی

امداد آپؑ کا معمول تھا۔ جب تک محتاجوں کو کھانا نہ بھیج دیتے، خود نوش نہیں فرماتے۔ علم ومروت اور عفوو درگزر آپؑ کا شعار تھا۔ آپؑ کا قول ہے کہ اپنے برادرِ ایمانی کی غلطیوں کو معاف کرو، اس کے عیوب پر پردہ ڈالو، اگر تم پر کوئی جھوٹا الزام لگائے تو صبر سے کام لو اور زمانے کے مصائب کو برداشت کرو اور بدلہ وانتقام کا خیال دل سے نکال دو اور ظالم کو خدا کے حوالے کرو، کیونکہ وہی اس کے ظلم کی بہتر سزا دینے والا ہے۔

ائمہ معصومین علیہم السلام کی خصوصیت رہی ہے کہ ہر دوست و دشمن ان حضرات کو ہمیشہ علوم اور اسرارِ خداوندی کا گنجینہ سمجھتا رہا۔ امام علی رضا علیہ السلام کی ذاتِ گرامی علم ومعرفت کا وہ سرچشمہ تھی جس سے طالبانِ علم اور تشنگانِ معرفت ہمیشہ سیراب ہوتے رہے۔ جب آپؑ مدینے سے خراسان کی طرف جاتے ہوئے نیشاپور پہنچے تو زائرین کا ایک ہجوم تھا جو آپؑ کی زیارت کا مشتاق اور آپؑ کے ارشادات سننے کا متمنی تھا۔ اس موقعہ پر آپؑ نے ایک حدیثِ قدسی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا' لوگو! مجھ سے میرے پدرِ بزرگوار امام موسیٰ کاظمؑ نے اپنے آباء واجداد کے سلسلے سے روایت کی ہے کہ حضرت محمدؐ سے جبرئیل نے کہا کہ خدا فرماتا ہے کہ کلمہ ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' میرا قلعہ ہے جو میرے قلعہ میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہوا۔'' یہ کہہ کر امامؑ خاموش ہوگئے اور آپؑ کی سواری چند قدم آگے بڑھ گئی۔ پھر آپؑ نے سواری روکی اور سر کو عماری سے باہر نکال کر فرمایا: لوگو! آگاہ ہو جاؤ کہ میں نے جو کچھ کہا وہ کئی شرطوں کے ساتھ ہے اور میں بھی انھیں شرائط میں سے ایک شرط ہوں۔

امامؑ کے اس ارشاد کا مقصد یہ تھا کہ کلمۂ توحید عذابِ الٰہی سے محفوظ رہنے کی ضمانت ہے لیکن اس کے ساتھ ایک شرط آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت کا اقرار اور دیگر

شرائط ائمہ معصومین علیہم السلام کی ولایت کو تسلیم کرنا ہے۔ جو توحید کے ساتھ رسالت اور امامت کی شرائط کو تسلیم کرے گا وہی عذابِ الٰہی سے محفوظ رہے گا۔اس وقت مجمع میں جو لوگ قلم ودوات لے کر اس حدیث کو لکھ رہے تھے،ان کی تعداد بیس ہزار بتائی جاتی ہے۔آپؑ کی شہادت زہر آلود انگوروں سے واقع ہوئی جو مامون نے پیش کیے تھے۔ تاریخِ شہادت ۱۷ صفر ۲۰۳ ہجری ہے۔



حقیقی مومن

کیا خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے احکامات پر صرف ایمان لانے سے کوئی بھی شخص سچا ''مومن'' بن سکتا ہے؟ حقیقی مومن وہ ہے جس پر اس ایمان کے اثرات مرتب ہوں اور اس کی ذاتی اور اجتماعی زندگی میں یہ اثرات نظر آئیں۔

امام رضا علیہ السلام حقیقی مومن کی تین خصلتیں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حدیث ۱

لَایَکُوْنُ الْمُؤْمِنُ حَتّٰی یَکُوْنَ فِیْهِ ثَلَاثُ خِصَالٍ:

سُنَّةٌ مِنْ رَبِّهٖ، ۲. وَ سُنَّةٌ مِنْ نَبِیِّهٖ، ۳. وَ سُنَّةٌ مِنْ وَلِیِّهٖ.

فَاَمَّا السُّنَّةُ مِنْ رَّبِّهٖ فَکِتْمَانُ سِرِّهٖ.

وَ اَمَّا السُّنَّةُ مِنْ نَّبِیِّهٖ فَمُدَارَاةُ النَّاسِ.

وَ اَمَّا السُّنَّةُ مِنْ وَّلِیِّهٖ فَالصَّبْرُ فِی الْبَأْسَاءِ وَ الضَّرَّاءِ.

مومن اس وقت تک سچا مومن نہیں ہے جب تک اس میں تین خصلتیں نہ ہوں:

پروردگار کی سنت، نبی کی سنت اور ولی کی سنت۔

پروردگار کی سنت اپنے راز کو چھپانا ہے۔

نبی کی سنت لوگوں کے ساتھ نرم رویہ رکھنا ہے۔

اور ولی کی سنت تنگدستی اور پریشانی میں صبر کرنا ہے۔

☆......☆......☆

نیکی کا حسن اور برائی کا قباحت

نیکی کا اپنا ایک حُسن ہے۔اس حُسن میں اس وقت چار چاند لگ جاتے ہیں جب اسے دوسروں سے چھپا کر انجام دیا جائے۔

اسی طرح برائی کا انجام دینا قبیح ہے لیکن اس کا ظاہر کرنا شرمندگی اور ذلت میں اضافہ کرتا ہے۔اگر برائی کو پوشیدہ رکھا جائے تو اس کی بخشش کی امید زیادہ ہوتی ہے۔ امامؑ اس بارے میں فرماتے ہیں:

حدیث ۲

اَلْمُسْتَتِرُ بِالْحَسَنَةِ یَعْدِلُ سَبْعِیْنَ حَسَنَةً، وَ الْمُذِیْعُ بِالسَّیِّئَةِ مَخْذُوْلٌ، وَ الْمُسْتَتِرُ بِالسَّیِّئَةِ مَغْفُوْرٌ لَهُ.

نیکی کو چھپانے والا ستر نیکیوں کی برابری کرتا ہے اور برائی کا اظہار کرنے والا متروک ہوگا اور برائی کو چھپانے والا بخشا جائے گا۔

☆......☆......☆

عقل کے کمال کی دس صفات

انسان اور حیوان میں بنیادی فرق عقل کا ہے جتنی عقل کامل ہوگی اتنی ہی انسانیت کمال پر ہوگی۔امامؑ عقل کے کمال کی دس صفات بیان کرتے ہیں:

حدیث ۳

لَایَتِمُّ عَقلُ امرِءٍ مُسلِمٍ حَتّٰی یَکُوْنَ فِیْهِ عَشرُ خِصَالٍ:

اَلْخَیرُ مِنهُ مَأْمُوْلٌ، وَ الشَّرُّ مِنهُ مَأْمُوْنٌ، یِستَکْثِرُ قَلِیْلَ الْخَیرِ مِنْ غَیرِهِ، وَ یَستَقِلُّ کَثِیْرَ الْخَیرِ مِنْ نَفسِهِ، لَایَسْأَمُ مِنْ طَلَبِ الْحَوَائِجِ اِلَیْهِ، وَ لَایَمَلُّ مِنْ طَلَبِ الْعِلْمِ طُوْلَ دَهرِهِ، اَلْفَقرُ فِی اللّٰهِ اَحَبُّ اِلَیْهِ مِنَ الْغِنیٰ، وَ الذُّلُّ فِی اللّٰهِ اَحَبُّ اِلَیْهِ مِنَ الْعِزِّ فِیْ عَدُوِّهِ، وَ الْخَمُوْلُ اَشْهیٰ اِلَیْهِ مِنَ الشُّهرَةِ.

ثُمَّ قَالَ: اَلْعَاشِرَةُ وَ مَا الْعَاشِرَةُ؟ قِیْلَ لَهُ: مَاهِیَ؟ قَالَ: لَایَریٰ اَحَدٌ اِلَّا قَالَ: هُوَ خَیرٌ مِنِّیْ وَ اَتْقیٰ.

ایک مسلمان کی عقل اس وقت تک کامل نہیں ہوتی جب تک اس میں دس خصلتیں نہ پائی جائیں:

۱۔اس سے خیر کی امید ہو۔

۲۔اس کی برائی سے (لوگ) محفوظ ہوں۔

۳۔دوسرے کی کم نیکی کو بھی زیادہ سمجھے۔

۴۔اپنی زیادہ نیکی کو بھی قلیل قرار دے۔

۵۔اس سے حاجت طلب کی جائے تو حوصلہ نہ ہارے۔

۶۔طویل مدت تک علم حاصل کرنے سے نہ گھبرائے۔

۷۔اللہ کے مقابلے میں فقر اُسے بے نیازی سے زیادہ عزیز ہے۔

۸۔اللہ کی راہ میں ذلت اُسے دشمنِ خدا کے سامنے عزت سے زیادہ محبوب ہے۔

۹۔ گمنامی اسے شہرت سے زیادہ پسند ہے۔

پھر فرمایا: اور دسویں چیز تو بہت ہی خوب ہے۔ پوچھا گیا: وہ کیا ہے؟ تو فرمایا:

۱۰۔ جب بھی کسی کو دیکھے تو کہے: وہ مجھ سے بہتر اور باتقویٰ تر ہے۔



بہتر دوست / بدترین دشمن

دوست وہ ہوتا ہے جو برائی اور بھلائی میں تمیز کر سکے جبکہ دشمن وہ ہے جو برائی میں دھکیل دے اور نیکی سے دور کر دے۔

انسانی عقل جس کو باطنی نبی بھی کہا گیا ہے اس کی بہترین دوست ہے کیونکہ ہر مقام پر اس کی رہنمائی کرتی ہے اور ہر عمل کو انجام دینے سے پہلے اس کے صحیح یا غلط ہونے اور اس کے نتائج کی نشاندہی کرتی ہے۔ اس بہترین دوست کے مقابلے میں جہالت بدترین دشمن ہے کیونکہ یہ ہر برائی کی جڑ ہے۔ غفلت یا لاعلمی نیکیوں سے دور رکھتی ہے اور برائیوں میں مبتلا کرتی ہے۔ اسی لئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۴

صَدِيقُ كُلِّ امْرِءٍ عَقْلُهُ وَ عَدُوُّهُ جَهْلُهُ.

ہر انسان کی عقل اس کی دوست اور اس کی جہالت اس کی دشمن ہے۔



احمق کی نشانی

خدا کی یاد ایک ایسا سرمایہ ہے جس کا مقابلہ کوئی شئے نہیں کر سکتی وہ مالکِ کُل اور قادرِ مطلق ہے۔ جسے وہ مل گیا اسے سب کچھ مل گیا اور جس نے اسے کھو دیا اس نے

کچھ بھی نہیں پایا۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کو عاقل ہی سمجھ سکتا ہے جب کہ احمق اور بیوقوف انسان خدا سے غافل اور اپنی دنیا ہی میں مگن رہتا ہے۔ امامؑ سے حماقت کی نشانی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا:

حدیث ۵

مَنْ كَانَ لَهُ شَيْءٌ يُلْهِيهِ عَنِ اللّٰهِ.

انسان کے پاس کوئی ایسی چیز ہو جو اسے اللہ سے غافل کر دے۔

☆......☆......☆

شادی کی رسومات

شادی بیاہ کے موقع پر اگر چہ اکثر رسومات فضول ہیں بلکہ اکثر خلافِ دین بھی ہیں، لیکن بعض اچھی رسمیں ایسی بھی ہیں کہ جن کی خود دین تاکید کرتا ہے مثلاً شادی کے موقع پر مہمانوں کو کھانا کھلانے کے بارے میں امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ٦

مِنَ السُّنَّةِ اِطْعَامُ الطَّعَامِ عِنْدَ التَّزْوِيجِ .

شادی کے موقع پر کھانا کھلانا سنت ہے۔

☆......☆......☆

صلۂ رحم

صلۂ رحم یعنی انسان اپنے نزدیکی رشتہ داروں سے مستقل اپنا رابطہ برقرار رکھے اور ان کے حقوق کو ادا کرتا رہے۔ اسلام میں اس کی بہت تاکید کی گئی ہے اور اس کے بے شمار فوائد بیان کئے گئے ہیں۔ خود امام رضاؑ رسول اکرمؐ سے روایت کرتے ہیں:

حدیث ۷

مَنْ ضَمِنَ لِیْ وَاحِدَةً ضَمِنْتُ لَهُ اَرْبَعَةً: یَصِلُ رَحِمَهُ فَیُحِبُّهُ اللّٰهُ، وَ یُوَسِّعَ عَلَیْهِ رِزْقَهُ، وَ یَزِیْدُ فِیْ عُمْرِهِ، وَ یُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ الَّتِیْ وَعَدَهُ.

جو شخص مجھے ایک بات کی ضمانت دے میں اسے چار باتوں کی ضمانت دوں گا۔ وہ صلۂ رحم کرے، تو اللہ اس سے محبت کرے گا، اس کے رزق میں کشادگی عطا کرے گا، اس کی عمر میں اضافہ کرے گا اور اسے اس جنت میں داخل کرے گا جس کا اسے وعدہ دیا تھا۔



بهترین صلۂ رحم

صلۂ رحم کی ادائیگی میں جو بات اہمیت رکھتی ہے وہ مسلسل رابطہ ہے چاہے وہ کسی طرح بھی ممکن ہو اور دوسرے یہ کہ اس کی ذات سے تکلیف نہ پہنچے۔ اس بات کو بیان کرتے ہوئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۸

صِلْ رَحِمَکَ وَ لَوْ بِشَرْبَةٍ مِنْ مَاءٍ، وَ اَفْضَلُ مَا تُوْصَلُ بِهِ الرَّحِمُ کَفُّ الْاَذٰی عَنْهَا.

اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلۂ رحم کرو اگر چہ ایک گھونٹ پانی کے ساتھ ہی ہو۔ اور بہترین چیز جس سے صلۂ رحم کیا جائے، وہ ان کو تکلیف دینے سے گریز ہے۔



انبیاءؑ کا اسلحہ

اگر تاریخ کا مشاہدہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ گروہ جس کی خدا نے سب سے زیادہ مدد کی اور انھیں فرعون و نمرود جیسی بڑی قوتوں کے مقابلہ میں کامیاب کیا، انبیاءؑ کا گروہ تھا۔ ان کی کامیابی کی بنیادی وجہ وہ اسلحہ ہے جو ہر نبیؑ کے ہمراہ ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ امام علی رضا علیہ السلام اپنے اصحاب سے فرمایا کرتے تھے:

حدیث ۹

عَلَیْکُمْ بِسِلَاحِ الْاَنْبِیَاءِ. فَقِیْلَ: وَ مَا سِلَاحُ الْاَنْبِیَاءِ؟ قَالَ: اَلدُّعَاءُ.

انبیاء کا ہتھیار اٹھالو۔ پوچھا گیا کہ انبیاء کا ہتھیار کیا ہے؟ تو فرمایا: دعا۔

☆......☆......☆

خاموشی

خاموشی انسان کو تفکر کا موقع فراہم کرتی ہے جس سے حکمت کے دروازے کھلتے ہیں۔ خاموشی دوسروں کی برائی سے محفوظ رکھتی ہے اسی لئے اس سے محبت اور دوستی بھی بڑھتی ہے۔ یہی رہنمائی امام علی رضاؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۰

اَلصَّمْتُ بَابٌ مِنْ اَبْوَابِ الْحِکْمَةِ. اِنَّ الصَّمْتَ یَکْسِبُ الْمَحَبَّةَ، اِنَّهُ دَلِیْلٌ عَلٰی کُلِّ خَیْرٍ.

خاموشی حکمت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ بے شک خاموشی محبت کا باعث ہے۔ بے شک یہ ہر خوبی کی علامت ہے۔

☆......☆......☆

توکل کی حقیقت

توکل خدا پر ایمان کا مظہر ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ انسان یقین کر لے کہ نفع، نقصان، بخشش و امان بندوں کے ہاتھ میں نہیں بلکہ صرف خدا ان کا ذمہ دار ہے۔ کسی سے امید نہ لگائے اور کسی سے نہ ڈرے۔ توکل کی حقیقت کے بارے میں پوچھا گیا تو امامؑ فرمایا:

حدیث ۱۱

اَنْ لَا تَخَافَ اَحَداً اِلَّا اللّٰهَ.

توکل کی حقیقت یہ ہے کہ تم خدا کے علاوہ کسی سے نہ ڈرو۔

☆......☆......☆

بدترین انسان

انسانیت یعنی دوسروں کا خیال رکھنا اور ان کے کام آنا۔ بدترین انسان وہ ہے جو خودغرض ہو، دوسروں کا خیال نہ رکھے اور ظلم کرے۔ اسی لئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۲

اِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْ مَنَعَ رَفْدَهُ وَ اَكَلَ وَحْدَهُ وَ جَلَدَ عَبْدَهُ.

بے شک بدترین انسان وہ ہے جو مدد کرنے سے گریز کرے، تنہا کھانا کھائے اور اپنے ماتحت کی پٹائی کرے۔

☆......☆......☆

بخل، حسد، جھوٹ

دین کے احکامات میں حکمت ہوتی ہے اور یہ انسان کے لئے فائدہ مند ہوتے

ہیں۔ اگر دین ہمیں یہ حکم دیتا ہے کہ بخل اور کنجوسی نہ کرو تو اس کی حکمت یہ ہے کہ بخل سے مال سے محبت پیدا ہوتی ہے اور یہ محبت انسان کا آرام وسکون چھین لیتی ہے۔ اگر دین حسد سے روکتا ہے تو اس کی حکمت یہ ہے کہ انسان زندگی کی لذت سے محروم ہو جاتا ہے۔ ان ہی حکمتوں کو بیان کرتے ہوئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۳

لَیسَ لِبَخِیلٍ رَاحَۃٌ، وَ لَا لِحَسُودٍ لَذَّۃٌ، وَ لَا لِمُلُوکٍ وَفَاءٌ، وَ لَا لِکَذُوبٍ مُرُوَّۃٌ.

بخیل کو سکون نہیں ملتا، حاسد کو لذت نہیں ملتی، بادشاہوں کی جانب سے وفا نہیں اور جھوٹے سے مروت کی توقع نہیں۔

☆......☆......☆

جو خدا سے راضی ہو خدا اس سے راضی

جو مشیتِ خدا پر راضی ہے، خدا اس سے راضی رہتا ہے۔ اس رضایت کی بہترین مثالیں دیتے ہوئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۴

اَحْسِنِ الظَّنَّ بِاللّٰہِ، فَاِنَّ مَنْ حَسُنَ ظَنُّہُ بِاللّٰہِ کَانَ عِنْدَ ظَنِّہِ وَ مَنْ رَضِیَ بِالْقَلِیلِ مِنَ الرِّزْقِ قُبِلَ مِنْہُ الْیَسِیرُ مِنَ الْعَمَلِ. وَ مَنْ رَضِیَ بِالْیَسِیرِ مِنَ الْحَلَالِ خَفَّتْ مَؤُنَتُہُ. وَ نُعِّمَ اَھْلُہُ وَ بَصَّرَہُ اللّٰہُ دَاءَ الدُّنْیَا وَ دَوَائَھَا وَ اَخْرَجَہُ مِنْھَا سَالِماً اِلٰی دَارِ السَّلَامِ.

اللہ سے حسن ظن رکھو کیونکہ جو اللہ سے اچھا گمان رکھے گا اللہ اس کے حسن ظن کے

ساتھ ہے۔ جو کم روزی پر راضی ہے اس سے معمولی عمل بھی قبول کیا جائے گا اور جو کم (رزقِ) حلال پر راضی رہے اس کا بار ہلکا ہوگا اور اس کا خاندان نعمت میں ہوگا اور خدا اس کو دنیا کے درد اور اس کی دوا سے آگاہ کر دے گا اور اسے دنیا سے صحیح وسالم جنت کے دار السلام تک پہنچا دے گا۔

☆......☆......☆

ارکان ایمان

صرف ظاہر میں مومن کہلانے سے ایمان دل میں راسخ نہیں ہوتا بلکہ ایمان کے اثرات ہیں جو اس کے ارکان کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں:

حدیث ۱۵

اَلْاِیْمَانُ اَرْبَعَةُ اَرْکَانٍ: اَلتَّوَکُّلُ عَلَی اللّٰهِ، وَ الرِّضَا بِقَضَاءِ اللّٰهِ وَ التَّسْلِیْمُ لِاَمْرِ اللّٰهِ، وَ التَّفْوِیْضُ اِلَی اللّٰهِ.

ایمان کے چار ستون ہیں: اللہ پر توکل، قضائے الٰہی پر رضامندی، حکمِ خدا پر تسلیم اور کام کو اللہ کے سپرد کرنا۔

☆......☆......☆

بہترین بندے

جب امام رضاؑ سے بہترین بندوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا:

حدیث ۱۶

اَلَّذِیْنَ اِذَا اَحْسَنُوا اِسْتَبْشَرُوا، وَ اِذَا اَسَاءُوا اِسْتَغْفَرُوا، و اِذَا اُعْطُوا شَکَرُوا، وَ اِذَا ابْتُلُوا صَبَرُوا، وَ اِذَا غَضِبُوا عَفَوْا.

یہ وہ لوگ ہیں کہ جب نیکی کریں تو خوش ہوتے ہیں، برائی کر بیٹھیں تو استغفار کرتے ہیں، جب انہیں کچھ عطا کیا جاتا ہے تو شکر کرتے ہیں، جب بلا آتی ہے تو صبر کرتے ہیں اور جب غضبناک ہوتے ہیں تو عفوودرگذر سے کام لیتے ہیں۔



فقیر اور امیر میں تفریق

کسی کی تعظیم وتکریم کا معیار مال ودولت نہیں بلکہ اس کی شخصیت ہے۔اس لئے فقیر اور امیر میں تفریق کی سخت مذمت کی گئی ہے اور ان کے ساتھ یکساں رویے کی روایات میں بہت زیادہ تاکید ہے۔امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۷

مَنْ لَقِیَ فَقِیْراً مُسْلِماً فَسَلَّمَ عَلَیْهِ خِلَافَ سَلَامِهِ عَلَی الْاَغْنِیَاءِ لَقِیَ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَ هُوَ عَلَیْهِ غَضْبَانُ.

جوانسان کسی غریب مسلمان سے ملاقات کرے اور اسے اس طرح سے سلام نہ کرے جس طرح سے مالدار کو سلام کرتا ہے تو وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس عالم میں ملاقات کرے گا کہ وہ اس پر غضبناک ہوگا۔



مومن کی پریشانی دور کرنا

کسی کی مشکل کو برطرف کرنا اور پریشانی دور کرنے کا بہت بڑا اجر ہے۔ایک اجر کو بیان کرتے ہوئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۸

مَنْ فَرَّجَ عَنْ مُؤْمِنٍ فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْ قَلْبِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

جو کسی مومن کی پریشانی کو دور کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے دل سے (پریشانی کو) دور کرے گا۔

☆......☆......☆

ہر حال میں میانہ روی

اعتدال اور میانہ روی بہت سے مسائل سے نجات دلاتی ہے۔ فقر و غربت میں دوسرے کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے دور رکھتی ہے اور ثروت و آسائش میں نقصان اور زیاں سے بچاتی ہے۔ امام علی رضاؑ کا ارشاد ہے:

حدیث ۱۹

عَلَيْكُمْ بِالْقَصْدِ فِى الْغِنىٰ وَ الْفَقْرِ.

بے نیازی ہو یا نیازمندی، میانہ روی سے کام لو۔

☆......☆......☆

نیکی کرو چاہے چھوٹی

خدا کے ہاں اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اسی لئے کمیت سے زیادہ کیفیت کی اہمیت ہے۔ نیکی اگرچہ چھوٹی کیوں نہ ہو لیکن اگر خلوص سے انجام دی جائے تو اس کا اجر خدا کے نزدیک بہت زیادہ ہے۔ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۰

(وَ عَلَيْكُمْ بِا) الْبِرِّ مِنَ الْقَلِيْلِ وَ الْكَثِيْرِ. فَاِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالىٰ يَعْظُمُ شِقَّةَ التَّمْرَةِ حَتّٰى يَأْتِىَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَجَبَلِ اُحُدٍ.

کم ہو یا زیادہ، نیکی کرتے رہو۔ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن کھجور کے ٹکڑے کو بھی اس قدر بڑا کر دے گا جیسے احد کا پہاڑ۔



دوست سے ملاقات

کہا جاتا ہے کہ وہ شخص غریب ہے جس کا کوئی دوست نہ ہو اور اس سے زیادہ غریب وہ ہے جس کا دوست ہو اور وہ اسے کھو دے۔۔۔ دوستی رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس دوستی کا اظہار کیا جائے۔ دوستی کے اظہار کے بہت سے طریقے ہو سکتے ہیں لیکن بہترین طریقہ یہ ہے کہ دوست سے ملتا رہے اور اس سے اپنے خلوص اور محبت کا اظہار کرے۔ اسی لئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۱

تَزَاوَرُوا تَحَابُّوا وَ تَصَافَحُوا وَ لَا تَحَاشَمُوا.

ایک دوسرے سے ملاقات کرو تا کہ ایک دوسرے سے محبت ہو۔ آپس میں مصافحہ کرو اور ایک دوسرے پر غصہ نہ کرو۔



راز داری

راز داری دو قسم کی ہے:

۱۔ دوسروں کے راز پوشیدہ رکھنا اور ان کے عیوب ظاہر نہ کرنا۔

۲۔ اپنے انفرادی اور اجتماعی اَسرار کا پوشیدہ رکھنا۔

ان دونوں کو فاش کرنا نفس کی کمزوری اور عقل کی کمی کی دلیل ہے۔ اس کی سختی سے مذمت کرتے ہوئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۲

عَلَیْکُمْ فِی اُمُورِکُمْ بِالْکِتْمَانِ فِی اُمُوْرِ الدِّیْنِ وَ الدُّنیا. فَاِنَّهُ رُوِیَ "اِنَّ الْاِذَاعَةَ کُفْرٌ" وَ رُوِیَ "اَلْمُذِیْعُ وَ الْقَاتِلُ شَرِیْکَانِ" وَ رُوِیَ "مَا تَکْتُمُهُ مِنْ عَدُوِّکَ فَلَایَقِفُ عَلَیْهِ وَلِیُّکَ".

اپنے دینی و دنیاوی امور میں راز داری رکھو کیونکہ روایت کی گئی ہے کہ "فاش کرنا کفر ہے" اور یہ بھی روایت ہے کہ "راز فاش کرنے والا اور قاتل دونوں شریک ہیں" نیز یہ بھی روایت ہے کہ "جس بات کو تم اپنے دشمن سے پوشیدہ رکھتے ہو اس پر تمہارا دوست بھی واقف نہ ہونے پائے"۔



مشکلات سے بچنے کا غلط راستہ

قرآن کی نظر میں مومن امانت کا محافظ اور عہد کا پابند ہوتا ہے۔ وعدہ کی پابندی کو نیکی کی علامت قرار دیا گیا۔ روایات میں یہاں تک آیا ہے کہ جو اپنے وعدہ کی پاسداری نہ کرے اس کے پاس ایمان نہیں۔

بعض لوگ جب مسائل کا شکار ہوتے ہیں تو دھوکہ دہی اور عہد شکنی کا راستہ اپنا لیتے ہیں جو انھیں مزید مشکلات میں گرفتار کر دیتا ہے۔

حدیث ۲۳

لَایَعْدَمُ الْمَرْءُ دَائِرَةَ السَّوْءِ مَعَ نَکْثِ الصَّفْقَةِ وَ لَایَعْدَمُ تَعْجِیْلَ الْعُقُوْبَةِ مَعَ ادِّرَاءِ الْبَغْیِ.

عہد و پیمان توڑ کر کوئی انسان مشکلات کے بھنور سے نہیں نکل سکتا۔ اور نہ کوئی انسان مکاری سے ستم کر کے سزا کے شکنجے سے بچ سکتا ہے۔

درست رویہ

زندگی میں کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ ہرایک کے ساتھ اس کی شخصیت کے مطابق رویہ رکھا جائے۔امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۴

اِصْحَبِ السُّلْطَانَ بِالْحَذَرِ، وَ الصَّدِیْقَ بِالتَّوَاضُعِ ، وَ الْعُدُوَّ بِالتَّحَرُّزِ وَ الْعَامَّةَ بِالْبُشْرِ.

حکمران کے ساتھ بچتے ہوئے، دوست کے ساتھ انکساری سے، دشمن کے ساتھ احتیاط سے اور عوام کے ساتھ اچھی طرح رہو۔

☆......☆......☆

مجاھد فی سبیل اللّٰہ سے زیادہ اجر

اکثر اوقات برائیوں کی بنیاد مالی مشکلات ہوتی ہیں جو اگر مسلسل جاری رہیں تو پورا معاشرہ فاسد ہوسکتا ہے۔ چنانچہ زیادہ روزی حاصل کر کے اپنے خاندان والوں کو پریشانی سے بچانا بھی جہاد ہے۔

حدیث ۲۵

اِنَّ الَّذِیْ یَطْلُبُ مِنْ فَضْلٍ یَکُفُّ بِهِ عِیَالَهُ اَعْظَمُ اَجْراً مِنَ الْمُجَاهِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ.

بے شک جو انسان اپنے خاندان کی کفالت کے لئے زیادہ روزی کی تلاش میں رہتا ہے، اس کا اجر مجاہد فی سبیل اللہ سے زیادہ ہے۔

☆......☆......☆

مصیبت اور مصلحت

مومن پر مصیبت مصلحت کا تقاضا ہے خدا چاہتا ہے کہ بیماری اور دیگر دنیاوی مصیبتوں میں مبتلا کر کے اس کے گناہ معاف کر دے اور صبر و استقامت سے اس کے درجات میں اضافہ ہو۔ جب کہ یہی مصیبت اور بیماری کافر کے لئے عذاب کا باعث ہوتی ہے۔ خدا چاہتا ہے کہ کافر اس دنیا میں بھی عذاب میں مبتلا رہے اور آخرت میں بھی سخت عذاب کا مزہ چکھے۔

حدیث ۲۶

اَلْمَرَضُ لِلْمُؤْمِنِ تَطْهِيْرٌ وَ رَحْمَةٌ، وَ لِلْكَافِرِ تَعْذِيْبٌ وَ لَعْنَةٌ. وَ اِنَّ الْمَرَضَ لَايَزَالُ بِالْمُؤْمِنِ حَتّٰى لَايَكُوْنَ عَلَيْهِ ذَنْبٌ.

مرض مومن کے لئے تطہیر اور رحمت ہے اور کافر کے لئے عذاب اور لعنت۔ بیماری مومن کے ساتھ رہتی ہے یہاں تک کہ اس پر کوئی گناہ نہ رہے۔

☆......☆......☆

نعمتوں کا حساب

انسان جتنا زیادہ خدا کی نعمتوں سے استفادہ کرے گا اتنا ہی اسے روزِ محشر حساب دینا پڑے گا اور اس وقت اس کثرت کا مقابلہ اس کے اعمال کی کثرت سے کیا جائے گا۔ اگر اس کے نیک اعمال کی تعداد بھی زیادہ ہوئی تو چھٹکارا ملے گا ورنہ ان نعمتوں سے زیادہ حساب کی قیمت ادا کرنی پڑے گی۔ چنانچہ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۷

مَنْ لَمْ يَقْنَعْهُ مِنَ الرِّزْقِ اِلَّا الْكَثِيْرُ لَمْ يَكْفِهِ مِنَ الْعَمَلِ اِلَّا الْكَثِيْرُ، وَ مَنْ كَفَاهُ مِنَ الرِّزْقِ اَلْقَلِيْلُ فَاِنَّهُ يَكْفِيْهِ مِنَ الْعَمَلِ اَلْقَلِيْلُ.

جو رزق کثیر کے سوائے کسی اور پر قناعت نہیں کرتا، اسے کثیر عمل کے علاوہ کوئی اور چیز کفایت نہیں کر سکتی اور جسے قلیل رزق کفایت کر جائے اس کے لئے قلیل عمل بھی کافی ہوگا۔



صبر کرنے کا اجر

صبر جہاں آنے والی مصیبت کی شدت کو کم کرتا ہے وہاں پروردگار کی بارگاہ میں صابر کو عظیم اجر کا مستحق قرار دیتا ہے۔ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۸

مَا ابْتُلِیَ مُؤْمِنٌ بِبَلِیَّۃٍ فَصَبَرَ عَلَیْھَا اِلَّا کَانَ لَہٗ اَجْرُ اَلْفِ شَھِیْدٍ.

مومن جب بھی کسی مصیبت میں گرفتار ہو اور اس پر صبر کرے تو اس کے لئے ایک ہزار شہیدوں کا اجر ہے۔



گناہ نہ کرو

جس طرح سے خدا کی اطاعت اس کی رحمت اور اس کی نعمتوں میں زیادتی کا باعث ہے اسی طرح اس کی معصیت نعمتوں میں کمی اور عذاب کا سبب ہے لیکن بعض وجوہات کی بنا پر یہ عذاب فوری طور پر بندوں پر نازل نہیں ہوتا۔ ان وجوہات کو بیان کرتے ہوئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۹

اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَ جَلَّ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَ لَیْلَۃٍ مُنَادِیاً یُنَادِیْ: مَھْلاً مَھْلاً

عِبَادَ اللّٰهِ عَنْ مَعَاصِي اللّٰهِ. فَلَوْلَا بَهَائِمُ رُتَّعٌ وَ صَبِيَّةٌ رُضَّعٌ وَ شُيُوْخٌ رُكَّعٌ لَصُبَّ عَلَيْكُمُ الْعَذَابُ صَبّاً، تُرَضُّوْنَ بِهِ رَضّاً.

ہر دن اور رات میں اللہ کی جانب سے ایک منادی یہ ندا دیتا ہے کہ اے بندگانِ خدا! اللہ کی نافرمانی سے باز آجاؤ۔ اگر مویشی نہ چرتے، شیرخوار دودھ نہ پیتے اور بوڑھے رکوع نہ کرتے تو اللہ تم پر بھرپور عذاب نازل کر دیتا اور تم پاش پاش ہو جاتے۔

☆......☆......☆

سات مذاق

کبھی کبھار انسان اپنا مذاق آپ اڑاتا ہے۔ ایسے چند موقعوں کی نشاندہی امام علی رضا علیہ السلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حدیث ۳۰

سَبْعَةُ اَشْيَاءٍ بِغَيْرِ سَبْعَةِ الْاَشْيَاءِ مِنَ الْاِسْتِهْزَاءِ:

۱. مَنِ اسْتَغْفَرَ لِسَانَهُ وَ لَمْ يَنْدَمْ بِقَلْبِهِ فَقَدِ اسْتَهْزَأَ بِنَفْسِهِ.

۲. مَنْ سَأَلَ اللّٰهَ التَّوْفِيْقَ وَ لَمْ يَجْتَهِدْ فَقَدِ اسْتَهْزَأَ بِنَفْسِهِ.

۳. وَ مَنِ اسْتَحْزَمَ وَ لَمْ يَحْذُرْ فَقَدِ اسْتَهْزَأَ بِنَفْسِهِ.

۴. وَ مَنْ سَأَلَ اللّٰهَ الْجَنَّةَ وَ لَمْ يَصْبِرْ عَلَى الشَّدَائِدِ فَقَدِ اسْتَهْزَأَ بِنَفْسِهِ.

۵. وَ مَنْ تَعَوَّذَ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ وَ لَمْ يَتْرُكْ شَهَوَاتِ الدُّنْيَا فَقَدِ اسْتَهْزَأَ بِنَفْسِهِ.

٦. وَ مَنْ ذَكَرَ اللّٰهَ وَ لَمْ يَشْتَقْ اِلٰى لِقَائِهٖ فَقَدِ اسْتَهْزَأَ بِنَفْسِهٖ.

٧. . . . . .

سات باتیں سات چیزوں کے بغیر مذاق ہیں:

ا۔ جو زبان سے استغفار کرے لیکن دل سے نادم نہ ہو تو اس نے اپنا مذاق اڑایا۔

۲۔ جس نے اللہ سے توفیق طلب کی لیکن خود کوشش نہیں کی تو اس نے اپنے ساتھ مذاق کیا۔

۳۔ جس نے اللہ سے ہشیاری طلب کی لیکن احتیاط سے کام نہ لیا اس نے اپنا استہزاء کیا۔

۴۔ جس نے اللہ سے جنت کا سوال کیا لیکن مشکلات پر صبر نہیں کیا تو اس نے اپنے ساتھ تمسخر کیا۔

۵۔ جس نے اللہ سے دوزخ میں جانے سے پناہ مانگی لیکن دنیا کی شہوتوں کو ترک نہیں کیا تو اس نے اپنا استہزاء کیا۔

٦۔ جو اللہ کو یاد کرے لیکن اس سے ملاقات کا اشتیاق نہ رکھے اس نے اپنے ساتھ مذاق کیا۔

۷۔۔۔۔۔۔ (حدیث میں ساتویں بات کا ذکر نہیں ہے)

☆......☆......☆

اهل و عیال کو سهولت

انسان رزق و روزی اور مال و دولت اس لئے حاصل کرنے کی جدوجہد کرتا ہے کہ وہ اور اس کے اہل وعیال آرام و آسائش کی زندگی گزارے لیکن کتنا بدبخت ہے وہ

انسان جو اتنا خود غرض ہو کہ اس مال و دولت اور دنیاوی نعمتوں سے اپنے اہل و عیال کو بھی فائدہ نہ پہنچا سکے۔ اس بارے میں امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۱

صَاحِبُ النِّعْمَةِ يَجِبُ اَنْ يُوَسِّعَ عَلٰى عِيَالِهِ.

جس پر اللہ کی نعمتیں ہوں اسے اپنے اہل و عیال کو سہولت دینی چاہئے۔

☆......☆......☆

ناپسندیدہ باتیں

بہت سے افعال ایسے ہیں جو خدا کی ناپسندیدگی کا باعث اور انسان کی عزت و وقار کے خاتمے کا سبب ہیں۔ امامؑ ان میں سے چند اعمال کی طرف اشارہ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۲

اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْقِيلَ وَ الْقَالَ وَ اِضَاعَةَ الْمَالِ وَ كَثْرَةَ السُّؤَالِ.

بے شک اللہ تعالیٰ قیل وقال (بے مقصد بحث مباحثہ) کو، مال ضائع کرنے کو اور بہت زیادہ مانگنے کو پسند نہیں کرتا۔

☆......☆......☆

سخت کام

حالات کے نشیب و فراز میں انسان کی حقیقت کا اندازہ ہوتا ہے۔ بہت سے مقامات انسانی زندگی میں ایسے آتے ہیں جب انسان کے لئے حق پر عمل کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ ایسے تین مقامات کے بارے میں امام علی رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۳۳

اَشَدُّ الْاَعْمَالِ ثَلاثَۃٌ: اِعْطَاءُ الْحَقِّ مِنْ نَفْسِکَ وَ ذِکْرُ اللّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ وَ مُوَاسَاۃُ الْاَخِ فِی الْمَالِ.

تین کام بہت سخت ہیں: اپنے مقابلے میں حق عطا کرنا، ہر حال میں اللہ کو یاد کرنا اور مال کے معاملے میں اپنے دینی بھائی کے ساتھ ایثار کرنا۔

☆......☆......☆

گناهان کبیره کا راسته

اگر مالک کی نافرمانی کی حیثیت سے دیکھا جائے تو گناہ چاہے صغیرہ ہو یا کبیرہ دونوں برابر ہیں۔ نافرمانی نافرمانی ہے، چھوٹی ہو یا بڑی۔ دوسری طرف نعمتوں کی کثرت سے لازم ہے کہ منعم (نعمت دینے والا) کی اطاعت کی جائے اور حکم عدولی سے پرہیز کیا جائے۔ اسی حقیقت کو امامؑ اس طرح فرماتے ہیں:

حدیث ۳۴

اَلصَّغَائِرُ مِنَ الذُّنُوْبِ طُرُقٌ اِلَی الْکَبَائِرِ وَ مَنْ لَمْ یَخَفِ اللّٰہَ فِی الْقَلِیْلِ لَمْ تَخَفْہُ فِی الْکَثِیْرِ، وَ لَو لَمْ یُخِفِ اللّٰہُ النَّاسَ بِجَنَّۃٍ وَ نَارٍ لَکَانَ الْوَاجِبُ اَنْ یُطِیْعُوْہُ وَ لَایَعْصُوْہُ لِتَفَضُّلِہِ عَلَیْھِمْ وَ اِحْسَانِہِ اِلَیْھِمْ وَ مَابَدَأَ بِہِ مِنْ اِنْعَامِہِ الَّذِیْ مَا اسْتَحَقُّوْہُ.

گناہانِ صغیرہ گناہانِ کبیرہ کے لئے راستہ ہیں۔ جو اللہ سے قلیل پر نہیں ڈرتا وہ کثیر پر بھی نہیں ڈرے گا۔ اگر اللہ نے انسان کو جنت اور جہنم سے نہ ڈرایا ہوتا تو بھی لوگوں پر اس کے فضل و احسان اور جن نعمتوں کا انہیں کوئی استحقاق

نہ تھا وہ بھی ان کو دینے کی وجہ سے ان پر واجب تھا کہ اس کی اطاعت کریں اور اس کی نافرمانی سے پرہیز کریں۔



نفس کا محاسبہ

وہ انسان نقصان میں رہتا ہے جو نفس کے کنٹرول میں ہو جبکہ وہ انسان جو نفس کو اپنے قابو میں کرلے، دنیا میں بھی کامیاب رہتا ہے اور آخرت میں بھی۔ نفس کو مستقل محاسبہ کر کے قابو کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں؟

حدیث ۳۵

مَنْ حَاسَبَ نَفْسَهُ رَبِحَ، وَ مَنْ غَفِلَ عَنْهَا خَسِرَ، وَ مَنْ أَخَافَ اَمِنَ، وَ مَنِ اعْتَبَرَ أَبْصَرَ، وَ مَنْ أَبْصَرَ فَهِمَ، وَ مَنْ فَهِمَ عَلِمَ.

جس نے اپنے نفس کا محاسبہ کیا اس نے فائدہ اٹھایا، جو غافل رہا وہ خسارے میں رہا۔ جو ڈرا وہ امان میں رہا اور جس نے عبرت حاصل کی اسے بصیرت ملی اور جسے بصیرت ملی وہ سمجھ گیا اور جو سمجھا اسے علم نصیب ہوا۔



نعمتوں میں اضافہ

اگر کسی اجرت پر کام کرنے والے کو یہ کہا جائے کہ تم اگر فلاں کام کرو گے تو تمہاری اجرت دوگنی کر دی جائے گی تو وہ کس تن دہی سے وہ کام انجام دیتا ہے۔ خدا بار بار یہ کہہ رہا ہے کہ میرا شکر ادا کرو میں نعمتوں میں اضافہ کر دوں گا۔ میری نافرمانی نہ کرو تا کہ یہ نعمتیں ضائع نہ ہوں۔ تو ہے کوئی سننے والا اور عمل کرنے والا!

امام رضا علیہ السلام اس بارے میں فرماتے ہیں:

حدیث ۳۶

اِتَّقُوا اللّٰهَ اَیُّهَا النَّاسُ! فِیْ نِعَمِ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ. فَلَاتَنْفِرُوهَا عَنْکُمْ بِمَعَاصِیْهِ. بَلِ اسْتَدِیْمُوهَا بِطَاعَتِهٖ وَ شُکْرِهٖ عَلٰی نِعَمِهٖ وَ اَیَادِیْهِ.

اے لوگو! جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے تمہیں دی ہیں ان کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور ان کو اللہ کی نافرمانی کر کے خود سے دور نہ کرو بلکہ اس کی نعمتوں اور فضل و کرم کا شکریہ ادا کر کے اور اس کی اطاعت کر کے انہیں قائم و دائم رکھو۔

☆......☆......☆

روزے کا فلسفہ

خدا کی ہر عبادت کے کچھ مقاصد ہیں، روزے کے بعض مقاصد کو بیان کرتے ہوئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۷

فَاِنْ قِیْلَ فَلِمَ اُمِرُوا بِالصَّوْمِ؟ قِیْلَ: لِکَیْ یَعْرِفُوا اَلَمَ الْجُوْعِ وَ الْعَطَشِ، فَیُسْتَدَلُّوا عَلٰی فَقْرِ الْآخِرَةِ، وَ لِیَکُوْنَ الصَّائِمُ خَاشِعاً ذَلِیْلاً مُسْتَکِیْناً مَأْجُوراً مُحْتَسِباً عَارِفاً صَابِراً لِمَا اَصَابَهُ مِنَ الْجُوْعِ وَ الْعَطَشِ، فَیَسْتَوْجِبَ الثَّوَابَ. مَعَ مَا فِیْهِ مِنَ الْاِنْکِسَارِ عَنِ الشَّهَوَاتِ وَ لِیَکُوْنَ ذٰلِکَ وَاعِظاً لَهُمْ فِی الْعَاجِلِ وَ رَائِضاً لَهُمْ عَلٰی اَدَاءِ مَا کَلَّفَهُمْ وَ دَلِیْلاً فِی الْآجِلِ، وَ لِیَعْرِفُوا شِدَّةَ مَبْلَغِ ذٰلِکَ عَلٰی اَهْلِ الْفَقْرِ وَ الْمَسْکَنَةِ فِی الدُّنْیَا، فَیُؤَدُّوا اِلَیْهِمْ مَا افْتَرَضَ اللّٰهُ تَعَالٰی لَهُمْ فِیْ اَمْوَالِهِمْ...

اگر پوچھا جائے کہ روزہ کا حکم کیوں دیا گیا ہے تو کہا جائے گا کہ تا کہ لوگ بھوک پیاس کی تکلیف کو پہچان لیں اور اس طرح آخرت کی نیاز کی طرف توجہ کریں، تا کہ روزہ دار خاشع ہو، (خدا کے سامنے) ذلیل و مسکین ہو، اجر پائے، محتسب اور صاحبِ معرفت بنے اور بھوک و پیاس کی تکلیف پر صبر کرے اور اس طرح ثواب کا حقدار ہو جائے۔ اس کے ساتھ اس سے شہوتوں کا زور بھی ٹوٹتا ہے۔ اور دنیا میں نصیحت کرنے والا اور لوگوں کو اللہ کی دی ہوئی ذمہ داریوں پر عمل کرنے کا عادی بنانے والا اور آخرت کی طرف رہنمائی کرنے والا ہو۔ (اور یہ بھی وجہ ہے کہ) روزہ رکھنے والے دنیا میں غریبوں اور مسکینوں کی پریشانیوں کی شدت کو پہچان لیں اور ان کے مال میں جو کچھ اللہ نے ان (غریبوں) کے لئے واجب کیا ہے، وہ ان تک پہنچائیں۔

صدقہ

صدقہ اگر خلوص کے ساتھ دیا جائے تو خدا کی بارگاہ میں مقبول ہے، اگر چہ کم ہی ہو لیکن اگر اس میں خلوص زیادہ ہو تو اس کی اہمیت خدا کے نزدیک بہت زیادہ ہے۔ چنانچہ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۸

تَصَدَّقْ بِالشَّيْءِ وَ اِنْ قَلَّ، فَاِنَّ كُلَّ شَيْءٍ يُرَادُ بِهِ اللّٰهُ وَ اِنْ قَلَّ بَعْدَ اَنْ تَصْدُقَ النِّيَّةُ فِيْهِ عَظِيْمٌ...

صدقہ دو چاہے کم ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے کہ خدا کے لئے تھوڑی سی چیز بھی اگر صدقِ نیت سے ہو تو عظیم ہے۔

اسلام مکمل دین

دین اسلام ایک مکمل دین ہے جس میں انسان کی ہر انفرادی اور اجتماعی ضرورت کا خیال رکھا گیا ہے۔ جبکہ دیگر ادیان اور مکاتب میں جھول نظر آتا ہے کہ اگر ایک ضرورت کو پورا کرتے ہیں تو دوسری ضرورت رہ جاتی ہے۔ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۹

اِنَّ اللّٰـهَ عَزَّ وَ جَلَّ اَمَرَ بِثَلاثَةٍ مَقْرُونٍ بِهَا ثَلاثَةٌ اُخْریٰ: اَمَرَ بِالصَّلاةِ وَ الزَّكٰوةِ. فَمَنْ صَلّٰی وَ لَمْ يُزَكِّ لَمْ يَقْبَلْ مِنْهُ صَلٰوتَهُ. وَ اَمَرَ بِالشُّكْرِ لَهُ وَ لِلْوَالِدَيْنِ فَمَنْ لَمْ يَشْكُرْ وَالِدَيْهِ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ. وَ اَمَرَ بِاتِّقَاءِ اللّٰهِ وَ صِلَةِ الرَّحِمِ فَمَنْ لَمْ يَصِلْ رَحِمَهُ لَمْ يَتَّقِ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ.

اللہ تعالیٰ نے (قرآن میں) تین چیزوں کو تین چیزوں سے ملا کر حکم دیا ہے:

ا۔ نماز کا حکم زکات کے ساتھ دیا ہے۔ لہذا جس نے نماز پڑھی مگر زکات نہ دی تو اس کی نماز مقبول نہیں ہے۔

۲۔ اپنے شکر کا حکم والدین کے شکر کے ساتھ قرار دیا۔ لہذا جس نے والدین کا شکرادا نہ کیا اس نے خدا کا بھی شکرادا نہ کیا۔

۳۔ تقویٰ کا حکم صلۂ رحم کے ساتھ دیا۔ اس لئے جس نے صلۂ رحم نہ کیا اس نے تقویٰ الٰہی اختیار نہ کیا۔

☆......☆......☆

حبِ آل محمد علیہم السلام

محبت پیروی کا تقاضا کرتی ہے۔ اسی لئے محمد و آل محمد علیہم السلام کی محبت کا دم بھرنے والے اگر نیک اعمال انجام نہ دیں تو ایسی محبت کو سچی محبت کس طرح کہا جا سکتا ہے؟ عام طور پر یہ تصور کیا جاتا ہے کہ ہم نیک اعمال انجام دیں یا نہ دیں، آل محمد سے دوستی ہمیں نجات دلا دے گی، اس تصور کو مسترد کرتے ہوئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۴۰

لَاتَـدَعُو الْعَمَلَ الصَّالِحَ وَ الْاِجْتِهَادَ فِی الْعِبَادَةِ اِتِّکَالاً عَلیٰ حُبِّ آلِ مُـحَمَّدٍ وَ لَا تَدَعُوا حُبَّ آلِ مُحَمَّدٍ لِاَمْرِهِمْ اِتِّکَالاً عَلَی الْعِبَادَةِ فَاِنَّهُ (لَایُقْبَلُ) اَحَدُهُمَا دُونَ الْآخَرِ.

آلِ محمد کی دوستی پر تکیہ کرتے ہوئے عمل صالح اور کوشش کو ترک نہ کرو اور نہ عمل صالح پر تکیہ کرتے ہوئے محبت آلِ محمد کو چھوڑو۔ کیونکہ ان دونوں میں سے ایک کو چھوڑ کر دوسرے کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

☆......☆......☆

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام

آپؑ کا اسمِ گرامی محمد، مشہور لقب تقی اور کنیت ابو جعفر ہے۔ تاریخ ولادت ۱۰ رجب ۱۹۵ھ اور تاریخِ شہادت ۲۹ ذیقعدہ ۲۲۰ ہجری ہے۔

آپؑ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے فرزند تھے۔ شیخ مفید، علامہ طبرسی، علامہ ابن شہر آشوب جیسے علماء نے تحریر کیا ہے کہ حضرت امام علی رضاؑ کا امام محمد تقی علیہ السلام کے علاوہ کوئی بیٹا نہ تھا۔ آپؑ کی ولادت سے قبل لوگ امام علی رضا علیہ السلام کو لاولد ہونے کا طعنہ دیتے تھے لیکن جس طرح اللہ نے ابراہیم اور زکریا علیہما السلام کو بڑھاپے میں اولاد عطا فرما کے اسحٰق اور یحییٰ علیہما السلام کو اپنی نشانی بنایا، اسی طرح امام علی رضا علیہ السلام کے اس فرزند کی ولادت اللہ کی قدرت کی دلیل ہے۔ دراصل اربابِ حکومت کا تو مدعا ہی یہ تھا کہ ائمہ معصومین علیہم السلام کا سلسلۂ ہدایت منقطع ہو جائے تا کہ ان پاکیزہ ہستیوں کے علمی اقتدار اور روحانی اثرات سے حکومت کو جو خطرہ تھا وہ ٹل جائے۔ اس لئے حکومت کا مفاد اسی بات میں تھا کہ امام علی رضا علیہ السلام لاولد مشہور رہیں۔ اس کے علاوہ مفاد پرست گروہ جیسے فرقۂ واقفیہ کے ماننے والے جو اپنے دنیاوی مفاد کے عوض اللہ کی آیتوں کو فروخت کرنے سے دریغ نہیں کرتے تھے، یہ سمجھتے تھے کہ پروردگارِ عالم نے اپنے ولی امام علی رضا علیہ السلام کو اولاد کی نعمت سے محروم رکھا ہے اور آپؑ کا لاولد ہونا آپؑ کی امامت کے خلاف دلیل ہے۔ راوی کہتا ہے کہ کسی نے امام رضا علیہ السلام کو ایک خط میں لکھا کہ آپؑ

کیسے امام ہو سکتے ہیں جبکہ آپؑ سے کوئی لڑکا نہیں۔ اس کے جواب میں آپؑ نے غضبناک ہوکر فرمایا کہ تم نے یہ کیسے جان لیا کہ میرے بیٹا نہیں ہوگا۔ خدا کی قسم چند روز گزرنے والے ہیں کہ خدا مجھے لڑکا دے گا جو حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا ہوگا۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی ولادت نے مخالفین کے اعتراضات کا سدِ باب کر کے سلسلۂ امامت کے تسلسل کی توثیق فرمائی اور پھر اپنی کمسنی کے باوجود جب آپؑ عہدۂ امامت پر فائز ہوئے تو دنیا نے آپؑ کی علمی بصیرت، تبلیغی صلاحیت اور تدبر و حکمت کو ہر طرح جانچ کر یہ محسوس کر لیا کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ آلِ محمد علیہم السلام میں اول، اوسط، آخر سب محمد ہیں اور ان کے چھوٹے اور بڑے میں بلحاظ سن و سال، علم و حکمت اور عصمت و طہارت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں، تو یہ اقوال کس قدر علمی صداقت کے آئینہ دار ہیں۔

امام محمد تقی علیہ السلام کو اپنے والد سے فیض علم و تربیت حاصل کرنے کا بہت کم موقع ملا۔ ابھی آپؑ کا سن مبارک چھ سال تھا کہ مامون رشید نے آپؑ کے والد بزرگوار امام علی رضا علیہ السلام کو مدینہ سے ہجرت پر مجبور کیا اور ساتھ ہی یہ شق بھی لگادی کہ آپؑ کے اہل و عیال مدینہ ہی میں رہیں گے۔ اسی عالمِ غربت میں غریب الغرباء امام علی رضاؑ کی شہادت واقع ہوئی۔ اور ۸ سال کے مختصر سن میں عہدۂ امامت کی عظیم ذمہ داریاں امام محمد تقی علیہ السلام سے متعلق ہوگئیں۔ خاندانِ رسالت کی عظمت سے ناواقف اور سلسلۂ امامت کی بزرگی سے بے بہرہ لوگ اسی غلط فہمی کا شکار تھے کہ وہ علمی کمال اور روحانی اقتدار جو ائمہ اہلبیت علیہم السلام کا امتیاز رہا ہے اس سے امام محمد تقیؑ اپنی کمسنی کی وجہ سے محروم

ہوں گے۔ لیکن عباسی خلیفہ مامون رشید جب ایک مرتبہ مدینے کے بازار سے گزر رہا تھا تو اسے امام محمد تقی علیہ السلام سے گفتگو کا موقع ملا۔ جب مامون نے آپؑ کے علم کا امتحان لینا چاہا تو آپؑ نے اسی لب ولہجہ میں جواب دیا جو خاندانِ رسالت کا اختصاص ہے، فرمایا: اللہ نے اپنے دریائے قدرت میں چھوٹی مچھلیاں پیدا کی ہیں اور سلاطین وقت اپنے باز سے ان مچھلیوں کا شکار کر کے ہم اہلبیت رسالت کے علم کا امتحان لیتے ہیں۔

مامون رشید امامؑ کی علمی فضیلت سے متاثر ہو کر آپؑ کو دارالحکومت لے گیا۔

پھر اپنی مصلحتوں کے تحت اس نے چاہا کہ اپنی بیٹی ام الفضل کا عقد امام محمد تقی علیہ السلام سے کر دے۔ عباسی خاندان کے لوگ اس بات کو اپنے دنیاوی مفادات کے خلاف سمجھتے تھے۔ جب مامون رشید نے امام علی رضا علیہ السلام کو اپنا ولیعہد بنایا تھا اور ان کے ساتھ اپنی بیٹی کا عقد کیا تھا تو اس وقت بھی عباسی امراء نے اس کے خلاف ردِعمل کا اظہار کیا تھا۔ اب جب امام علی رضا علیہ السلام کے کم سن فرزند کی بابت مامون کی تجویز سامنے آئی تو اس پر بھی خاندانِ عباسی کے لوگ سخت معترض ہوئے۔ مامون نے امامؑ کی علمی فضیلت کو وجہ جواز بنایا۔ چنانچہ مامون رشید نے امامؑ کی علمی فضیلت کو ثابت کرنے کے لئے ایک یادگار علمی مناظرہ کا اہتمام کیا جس میں اس وقت کے سب سے بڑے عالم اور قاضی یحییٰ ابن اکثم کے سوال پر تنقیحات قائم کر کے امام محمد تقی علیہ السلام نے اس کو لاجواب کر دیا۔ پھر آپؑ نے ایک سوال فرمایا، جس کا جواب دینے سے یحییٰ ابن اکثم معذور رہے۔ تاریخ وسیر کی کتابوں میں اس مناظرہ کی تفصیلات درج ہیں۔ قاضی یحییٰ ابن اکثم کے مقابلے میں علمی فتح حاصل کر کے امام محمد تقی علیہ السلام نے کم سنی کے باوجود اپنی علمی فضیلت کو عملی طور پر ثابت کر دیا اور لوگوں نے دیکھا کہ خاندانِ رسالت کے منتخب افراد کو اللہ

تعالیٰ نے عصمت وطہارت کے ساتھ علم وحکمت سے بھی نوازا ہے۔ مامون نے آپؑ کی علمی برتری کو وجہ جواز بنا کر اپنی بیٹی ام الفضل کا عقد امام تقی علیہ السلام کے ساتھ کر دیا۔ شاہی خاندان سے اس رشتہ کے باوجود آپؑ نے اپنے رہن سہن اور طرزِ معاشرت میں کوئی تبدیلی نہ آنے دی۔ شاہی خاندان سے رشتہ امامؑ کے لئے کوئی شرف یا فضیلت نہ تھی بلکہ یہ ابتلاء وآزمائش کا ایک قرینہ تھا کہ ترغیبِ دنیا کے مقابلے میں صاحبانِ علم کیسے اپنے معیار تقویٰ کو برقرار رکھتے ہیں۔ امام محمد تقی علیہ السلام اپنے تدبر اور حکمت کے سبب اس امتحان سے کامیاب گزرے اور آپؑ کی زندگی زہد وتقویٰ کا ایسا مثالی نمونہ رہی کہ آپ کا لقب ہی تقی ہو گیا۔

مومن کی ضرورت

مومن ہمیشہ ترقی کی راہ پر گامزن اور کمال کی جانب بڑھتا رہتا ہے۔ اس کے لئے اسے تین بنیادی چیزوں کی ہمیشہ ضرورت رہتی ہے۔ نویں امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱

اَلْمُؤْمِنُ یَحْتَاجُ اِلیٰ تَوْفِیقٍ مِنَ اللّٰهِ وَ وَاعِظٍ مِنْ نَفْسِهِ وَ قَبُوْلٍ مِمَّنْ یَنْصَحُهُ.

مومن کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے توفیق، خود اپنی جانب سے ایک واعظ اور جو نصیحت کرے اس کی بات کو قبول کرنے کی ضرورت رہتی ہے۔

☆......☆......☆

استحکام سے پہلے اظہار

انسان جب بھی کسی کام کا ارادہ کرے یا شروع کرے تو جب تک وہ مستحکم نہ ہو جائے اس کا بے جا تذکرہ اس کام کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اس لئے ارشاد ہوتا ہے:

حدیث ۲

اِظْهَارُ الشَّیْءِ قَبْلَ اَنْ یُسْتَحْکَمَ مَفْسَدَةٌ لَهُ.

کسی چیز کے پائیدار اور مضبوط ہونے سے پہلے اس کا اظہار کرنا اس کی خرابی کا سبب ہے۔



نعمتیں اور شکر

اللہ نے ہر چیز کو انسان کے لئے خلق کیا تا کہ یہ اشرف المخلوقات ان نعمتوں سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی زندگی کے مقصد کے حصول کے لئے کوشاں رہے۔ نعمتوں کا یہ سلسلہ پروردگار کی جانب سے منقطع نہیں ہوتا مگر یہ کہ خود انسان کفرانِ نعمت کر کے انھیں دور کر دے۔ بہت سے گناہ ایسے ہیں جو نعمتوں کو بدل دیتے ہیں۔ نعمتوں پر شکر ادا نہ کرنے سے یہ سلسلہ منقطع ہوسکتا ہے۔ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳

لَایَنْقَطِعُ الْمَزِیْدُ مِنَ اللّٰہِ حَتّٰی یَنْقَطِعَ الشُّکْرُ مِنَ الْعِبَادِ .

اللہ تعالیٰ کی جانب سے نعمتوں کی زیادتی ختم نہیں ہوتی جب تک بندے کی جانب سے شکر منقطع نہ ہو جائے۔



خود کو فریب نہ دو

اکثر لوگ جانتے بوجھتے گناہ اس لئے کرتے ہیں کہ انھیں توبہ کی امید ہوتی ہے کہ خدا تو بڑا بخشنے والا ہے ہم توبہ کریں گے اور وہ بخش دے گا۔ لیکن یہ بہت بڑا فریب ہے جو انسان اپنے آپ کو دیتا ہے۔ گناہ ایک دلدل کی مانند ہے، جتنا دلدل میں دھنستا جائے گا اتنا ہی ہلاکت کی جانب بڑھتا جائے گا اور پھر نہ معلوم توبہ کا موقع میسر آئے یا

نہیں۔ گناہ کر کے انسان اپنے آپ کو نقصان اور اپنی صلاحیتوں کو ختم کرتا ہے لہٰذا گناہ جہاں مالک کی معصیت اور نافرمانی ہے وہاں خود کو کمال سے دور کرنا بھی ہے۔ پس توبہ کی امید میں گناہ کرنے سے بڑھ کر فریب کیا ہوسکتا ہے۔ اسی لئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۴

تَـأْخِيـرُ التَّـوْبَةِ اِغْتِـرَارٌ وَ طُوْلُ التَّسْوِيْفِ حَيْرَةٌ وَ الْاِعْتِذَارُ عَلَى اللّٰهِ هَلَكَةٌ وَ الْاِصْرَارُ عَلَى الذَّنْبِ اَمْنٌ لِمَكْرِ اللّٰهِ (فَلَا يَامَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُوْنَ).

توبہ میں تاخیر کرنا ایک قسم کی خود فریبی ہے۔ جھوٹا وعدہ دینا ایک قسم کا تحیر و پریشانی ہے، خدا کے مقابلے میں عذر تراشنا ہلاکت ہے، گناہوں پر اصرار کرنا خدا کے مکر سے محفوظ سمجھنا ہے (مکرِ خدا سے صرف گھاٹا اٹھانے والے ہی بے خوف ہوتے ہیں)



بولنے والے کی پیروی

کبھی انسان کسی کی گفتگو سُن کر اس سے متاثر ہو جاتا ہے اور اس کی باتوں پر عمل شروع کر دیتا ہے۔ اگر وہ شخص خدا پرست ہوگا تو یقیناً سننے والا بھی خدا پرستی کی جانب قدم بڑھائے گا۔ اگر خدانخواستہ اس کی زبان شیطان کی زبان ہوئی تو وہ سننے والے کو خدا سے دور کر دے گا۔ اس لئے گفتگو کی ظاہری چاشنی کو نہ دیکھا جائے بلکہ باطنی عقائد کا اندازہ کرنے کے بعد ہی کسی کی گفتگو سنی جائے۔ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۵

مَنْ اَصْغیٰ اِلیٰ نَاطِقٍ فَقَدْ عَبَدَہُ، فَاِنْ کَانَ النَّاطِقُ عَنِ اللّٰہِ فَقَدْ عَبَدَ اللّٰہَ وَ اِنْ کَانَ النَّاطِقُ یَنْطِقُ عَنْ لِسَانِ اِبْلِیْس فَقَدْ عَبَدَ اِبْلِیْسَ.

جس نے کسی بولنے والے کی باتوں کو سنا اس نے اس کی عبادت کی۔ تو اگر بولنے والا خدا کی باتیں کرتا ہے تو اس نے خدا کی عبادت کی اور اگر بولنے والا شیطان کی زبان سے بول رہا ہے تو اس نے ابلیس کی عبادت کی۔



ترقی کا راستہ

ہر انسان چاہتا ہے کہ ترقی کرے لیکن ترقی کرنے اور کمال تک پہنچنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان مشکلات کا مقابلہ کر سکے اور خود پر پوری طرح قابو رکھے تا کہ ہر اس کام سے خود کو دور رکھ سکے جو اس کی ترقی میں رکاوٹ ہو۔ مشکلات کا مقابلہ اور خود پر کنٹرول کے ذرائع بیان کرتے ہوئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ٦

تَوَسَّدِ الصَّبْرَ وَ اعْتَنِقِ الْفَقْرَ وَ ارْفَضِ الشَّهَوَاتِ وَ خَالِفِ الْهَوىٰ وَ اعْلَمْ اَنَّکَ لَنْ تَخْلُوَ مِنْ عَیْنِ اللّٰہِ فَانْظُرْ کَیْفَ تَکُوْنُ.

صبر پر تکیہ کرو اور غربت کو آغوش میں لو۔ خواہشات نفسانی کو ترک کرو اور ہوا و ہوس کی مخالفت کرو۔ اور جان لو کہ اللہ کی نظر سے بچ نہیں سکتے اس لئے دیکھو کہ تم کیسے ہو؟

بھائی سے ملاقات

محبت بہت سے مسائل کا حل ہے اور باہمی محبت پیدا کرنا عقلمندی کی علامت ہے۔ باہمی ملاقات سے محبت بڑھتی ہے۔ اسی لئے امامؑ اس کی تاکید فرماتے ہیں:

حدیث ۷

مُلَاقَاتُ الْاَخْوَانِ نَشْرَةٌ وَ تَلْقِيحٌ لِلْعَقْلِ وَ اِنْ كَانَ نَزْراً قَلِيلاً.

بھائیوں سے ملاقات عقل کا فروغ اور زیادتی ہے اگرچہ کم اور قلیل ہی ہو۔

☆......☆......☆

دشمن کی خوشی

دشمن ہمیشہ یہ چاہتا ہے کہ اس کا رقیب نقصان اٹھائے اور کسی قسم کا فائدہ اسے نہ پہنچے، وہ ترقی نہ کر سکے اور ہمیشہ تنزلی کا شکار رہے۔ جو چیز انسان کو سب سے زیادہ نقصان پہنچاتی ہے وہ نفس کی پیروی ہے جو اسے پستی کی طرف لے جاتی ہے اور کامیابی سے دور رکھتی ہے۔ اس لئے امام محمد تقی علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۸

مَنْ اَطَاعَ هَوَاهُ اَعْطىٰ عَدُوَّهُ مُنَاهُ.

جس نے اپنی ہوا ہوس کی پیروی کی اس نے اپنے دشمن کی آرزو پوری کر دی۔

☆......☆......☆

شہوت کی سرکشی

شہوت کی پیروی سرکش گھوڑے پر سواری کی مانند ہے۔ جس طرح سرکش گھوڑا اپنے سوار کو زمین پر پٹخ دیتا ہے یا کم از کم اسے صحیح راستے سے ہٹا دیتا ہے اسی طرح شہوت بھی انسان کو ہلاک کر دیتی ہے یا کم از کم اس کے مقصد سے دور کر دیتی ہے۔

حدیث ۹

رَاكِبُ الشَّهَوَاتِ لَاتُسْتَقَالُ لَهُ عَثْرَةٌ.

جو شہوت کے گھوڑے پر سوار ہے وہ لغزش سے محفوظ نہیں۔

☆......☆......☆

کسی اور سے دل لگانا

انسان سراپا نیاز ہے اور خداوند متعال ایسا بے نیاز ہے کہ جس کے پاس انسان کی نیاز اور اس کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے سب کچھ ہے۔ اگر ایک لمحہ اس کی نظرِ کرم منقطع ہو جائے تو یہ دنیا انسان کے لئے جہنم بن جائے۔ خدا کسی بندے کو اس کے حال پر نہیں چھوڑتا مگر وہ جو خدا کے علاوہ کسی اور سے امید رکھے۔

حدیث ۱۰

... وَ مَنِ انْقَطَعَ اِلٰی غَیْرِ اللّٰهِ وَكَلَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ.

۔۔۔اور جو غیر خدا سے دل لگائے اللہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔

☆......☆......☆

سخت محنت کامیابی کی ضمانت

خدا کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا، سخت محنت انسان کو مقصد تک پہنچاتی ہے۔ اس لئے جب ہدف مشکل ہو اور مقصد عظیم تو سخت کوشش اور محنت ضروری ہوتی ہے جس کے بغیر انسان کو کامیابی نہیں ہوتی۔ امام جوادؑ کا ارشاد ہے:

حدیث ۱۱

اِتَّئِدْ تُصِبْ اَوْ تَكِدْ.

سخت محنت کرو تا کہ مقصد کو حاصل کر لو ورنہ رنج و غم کے ساتھ محروم رہو گے۔

نعمت پر شکر

جس طرح گناہ کا مواخذہ ہوگا اور توبہ کرنے سے وہ گناہ معاف ہوجاتا ہے۔ اسی طرح نعمت کا حساب کتاب ہوگا اور اگر اس نعمت پر شکر ادا کردیا جائے تو حساب کتاب سے بچا جاسکتا ہے۔ امامؑ اس بارے میں فرماتے ہیں:

حدیث ۱۲

نِعْمَةٌ لَاتَشْكُرُ كَسَيِّئَةٍ لَاتَغْفِرُ.

جس نعمت کا شکر ادا نہیں کرو گے وہ اس برائی کی طرح ہے جس کا تم نے استغفار نہیں کیا۔



دعا

گناہ بلاؤں کے نزول کا سبب بنتے ہیں جبکہ دعا اور استغفار گناہوں کو بخشوا کر بلاؤں کو دور کرنے کا باعث ہیں۔ امامؑ مختصر جملے میں یہ عظیم پیغام دے رہے ہیں:

حدیث ۱۳

بِالدُّعَاءِ تُصْرَفُ الْبَلِيَّةُ.

دعا کرنے سے بلائیں دور ہوتی ہیں۔

علم کے بغیر عمل

علم روشنی ہے جو عمل کا راستہ دکھاتا ہے۔ بغیر علم کے عمل کرنے والا ایسا ہے جیسے اندھیرے میں تیر چلانے والا جو اپنے ہدف سے زیادہ دوسری چیزوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ چنانچہ جاہل اگر مخلص ہو تو بھی کیونکہ صحیح راستہ اور طریقہ اسے نہیں معلوم ہوتا اس لئے اس کا عمل فائدے سے زیادہ نقصان پہنچاتا ہے۔

حدیث ۱۴

مَنْ عَمِلَ عَلٰی غَیْرِ عِلْمٍ مَا یُفْسِدُ اَکْثَرُ مِمَّا یُصْلِحُ.

جو بغیر علم کے عمل کرے گا اس کی خرابیاں اصلاح سے زیادہ ہوں گی۔

☆......☆......☆

جاهل کی خاموشی

اکثر اجتماعی مسائل اور لوگوں کے درمیان اختلاف کا سبب جہلاء کا عمل دخل ہوا کرتا ہے۔ وہ اپنی جاہلانہ باتوں سے لوگوں کے درمیان نفرت پیدا کرتا ہے۔ اس لئے جاہل کی خاموشی اس کے بولنے سے کہیں زیادہ بہتر قرار دی گئی۔

حدیث ۱۵

لَوْ سَکَتَ الْجَاهِلُ مَا اخْتَلَفَ النَّاسُ.

اگر جاہل انسان خاموش رہے تو لوگوں میں اختلاف نہ ہو۔

☆......☆......☆

صالح رهبر

اگر کسی قوم کا رہبر اور رہنما صالح ہو تو پوری قوم پر اس کے اثرات پڑتے ہیں لیکن اگر رہبریت فاسد ہو جائے تو قوم بھی فاسد ہو جاتی ہے اور ان امور کی اصلاح ممکن نہیں رہتی۔ اسی لئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۶

بِالرَّاعِیْ تَصْلَحُ الرَّعِیَّةُ.

لوگوں کے امور کی اصلاح ان کے رہبر سے ہوتی ہے۔

ظاہری دوست ، باطنی دشمن

بہت سے لوگ بظاہر بڑے متقی اور پرہیز گار نظر آتے ہیں۔ نماز، روزہ بھی بجا لاتے ہیں لیکن ان کی باطنی صفات اچھی نہیں ہوتیں۔ عبادات کو بظاہر انجام دیتے ہیں لیکن اس کے باطنی اثرات سے محروم رہتے ہیں۔ یعنی بظاہر خدا کے دوست لگتے ہیں لیکن درحقیقت خدا کے دشمن ہیں۔ امام جوادؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۷

لَاتَكُنْ وَلِيّاً لِلّٰهِ فِي الْعَلَانِيَةِ، عَدُوّاً لَهُ فِي السِّرِّ.

بظاہر اللہ کے دوست اور باطن میں اس کے دشمن مت بنو۔

☆......☆......☆

عمل کرنے کے لئے چار چیزیں

نعمت سے بہرہ مند ہونا اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ انسان نعمت دینے والے کی اطاعت کرے اور شکرِ نعمت ادا کرے۔

اس دنیا میں چار بہترین نعمتیں ہیں جو کسی بھی عمل کو انجام دینے کے لئے ضروری ہیں، اور جب یہ چاروں چیزیں انسان کو میسر ہوں تو عمل نہ کرنے کا کوئی بہانہ اس کے پاس نہیں رہتا۔ وہ چار نعمتیں کیا ہیں؟ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۸

اَرْبَعُ خِصَالٍ تُعِيْنُ الْمَرْءَ عَلَى الْعَمَلِ: اَلصِّحَّةُ وَ الْغِنیٰ وَ الْعِلْمُ وَ التَّوْفِيْقُ.

چار چیزیں انسان کو عمل پر مجبور کر دیتی ہیں: صحت و تندرستی، بے نیازی، علم اور (خدا کی جانب سے) توفیق۔

سب سے بڑی برائی

ہر برائی انسان کی ذات کو نقصان پہنچاتی ہے اور زندگی اس پر تنگ ہو جاتی ہے لیکن وہ برائی جو سب سے زیادہ انسان کو نقصان پہنچاتی ہے اور اس کی عزت کو خاک میں ملا دیتی ہے وہ لالچ اور طمع ہے۔

حدیث ۱۹

... وَ لاَ اَفْسَدُ لِلرِّجَالِ مِنَ الطَّمَعِ .

۔۔۔ لالچ سے زیادہ کوئی چیز انسان کو فاسد کرنے والی نہیں۔

گناہ ... موت کا سبب

نیکی انسان کی زندگی میں اچھے اثرات مرتب کرتی ہے جبکہ گناہ کے اثرات برے ہوتے ہیں۔ ہر نیکی اور گناہ کا اثر بھی مختلف ہوتا ہے۔ بہت سے گناہ انسان کی زندگی کو گھٹا دیتے ہیں جیسے زنا، قطع رحم اور جھوٹ وغیرہ۔ اس کے برخلاف بہت سی نیکیاں ایسی ہیں جو انسان کی عمر کو بڑھا دیتی ہیں جیسے پاکدامنی، صلۂ رحم وغیرہ۔

حدیث ۲۰

مَوْتُ الْاِنْسَانِ بِالذُّنُوْبِ أَكْثَرُ مِنْ مَوْتِهِ بِالْأَجَلِ وَ حَيَاتُهُ بِالْبِرِّ أَكْثَرُ مِنْ حَيَاتِهِ بِالْعُمْرِ .

لوگ طبیعی موت کے بجائے گناہوں کی وجہ سے زیادہ مرتے ہیں اور ان کی زندگی عمر طبیعی کے بجائے نیکی کے سبب سے زیادہ گزرتی ہے۔

☆......☆......☆

دوستی کی تین خصلتیں

دوستی ایک نعمت ہے اس لئے ہمیشہ دوستوں سے اچھا رویہ رکھنا چاہے تا کہ دوستی برقرار رہے۔امامؑ دوستی برقرار رکھنے کی تین صفات بیان کرتے ہیں:

حدیث ۲۱

ثَلَاثُ خِصَالٍ تُجْلَبُ بِهَا الْمَوَدَّةُ: أَلْاِنْصَافُ وَ الْمُعَاشَرَةُ وَ الْمُوَاسَاةُ فِي الشِّدَّةِ وَ الْاِنْطِوَاءُ عَلىٰ قَلْبٍ سَلِيْمٍ.

تین خصلتوں سے دوستی حاصل ہوتی ہے: انصاف، سختی میں ساتھ رہنا اور مدد کرنا اور پاکیزہ دل کے ساتھ زندگی گزارنا۔

بلندی کا زینہ

ہر انسان ترقی کرنا اور بلندی پر پہنچنا چاہتا ہے لیکن اس کے لئے مضبوط قوتِ ارادی کا ہونا ضروری ہے۔مضبوط قوتِ ارادی اسی وقت حاصل ہوسکتی ہے جب اللہ پر کامل بھروسہ اوراس کی قدرت پر یقین ہو۔امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۲

اَلثِّقَةُ بِاللّٰهِ ثَمَنٌ لِكُلِّ غَالٍ وَ سُلَّمٌ اِلىٰ كُلِّ عَالٍ.

اللہ پر بھروسہ ہر قیمتی چیز کی قیمت اور ہر بلند چیز کے لئے زینہ ہے۔

☆......☆......☆

دل قربت کا راستہ

عبادات کے بجالانے کا اصل فلسفہ قربِ پروردگار ہے۔ ہر نماز برائی سے محفوظ کر کے انسان کو اپنے پروردگار سے نزدیک کرتی ہے، روزہ اس میں پرہیز گاری پیدا کرتا ہے۔قرب اور محبت صرف دل سے حاصل ہوتی ہے اگر ظاہری اعضاء عبادت

میں مصروف ہوں اور دل مردہ ہو تو اس عبادت سے قرب حاصل نہیں ہوتا۔ اور ایسی عبادت کا کیا فائدہ جو معبود سے نزدیک کرنے کا سبب نہ بنے۔

حدیث ۲۳

اَلْقَصْدُ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی بِالْقُلُوْبِ اَبْلَغُ مِنْ اِتْعَابِ الْجَوَارِحِ بِالْاَعْمَالِ.

دل سے اللہ تعالیٰ کا قصد کرنا اعضاء و جوارح کو زحمت میں ڈالنے سے زیادہ مفید ہے۔

☆......☆......☆

خائن کا امین

خیانت ایک بہت بڑا جرم ہے اور خیانت کرنے والا مجرم ہے۔ ایسے شخص سے دوستی رکھنا یا اس کی کسی بات یا مال کا امین بننا خود خیانت ہے۔ اگر انسان اسے اس جرم سے نجات دلا سکتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اس سے ترکِ تعلق کرلے۔

حدیث ۲۴

کَفٰی بِالْمَرْءِ خِیَانَۃً اَنْ یَکُوْنَ اَمِیْناً لِلْخَوَنَۃِ.

انسان کے خیانت کار ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ خائنوں کا امین ہو۔

☆......☆......☆

دوست یا دشمن

دوست وہی ہے جو حقیقت کو بیان کرے اور غلطیوں کی نشاندہی کرے۔ وہ دوست جو اپنی ذاتی خواہشات کی تکمیل کے لئے حقیقت کو چھپائے اور جانتے بوجھتے صحیح بات نہ کرے، وہ دوست نہیں بلکہ دشمن ہے۔ امام جوادؑ کا ارشاد ہے:

حدیث ۲۵

قَدْ عَادَاکَ مَنْ سَتَرَ عَنْکَ الرُّشْدَ اِتِّبَاعاً لِمَا تَهْوَاهُ.

جس نے تیری پسند اور خواہش کی خاطر تجھ سے ہدایت کو پوشیدہ رکھا اس نے تجھ سے دشمنی کی۔

☆......☆......☆

تین چیزیں

ایک مومن کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی ہے کہ اپنے پروردگار کو راضی رکھے اور معصیت سے پرہیز کرتے ہوئے ان اعمال کو بجالانے کی فکر کرے جس سے اس کا پروردگار خوش ہو۔ ایسے تین اعمال بیان کرتے ہوئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۶

ثَلَاثٌ یَبْلُغْنَ بِالْعَبْدِ رِضْوَانَ اللّٰہِ تَعَالیٰ: کَثْرَةُ الْاِسْتِغْفَارِ وَ لِیْنُ الْجَانِبِ وَ کَثْرَةُ الصَّدَقَةِ.

وَ ثَلَاثٌ مَنْ کُنَّ فِیْہِ لَمْ یَنْدُمْ: تَرْکُ الْعَجَلَةِ وَ الْمَشْوَرَةُ وَ التَّوَکُّلُ عَلَی اللّٰہِ عِنْدَ الْعَزْمِ.

تین چیزیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو بندے تک پہنچاتی ہیں: استغفار کی زیادتی، نرم مزاجی اور کثرت سے صدقہ دینا۔

اور تین چیزیں ایسی ہیں کہ جوان کا خیال رکھے گا وہ نادم نہ ہوگا: جلد بازی کو ترک کرنا، مشورہ کرنا اور فیصلے کے وقت اللہ پر بھروسہ کرنا۔

☆......☆......☆

امامؑ کی نصیحت

نصیحت قبول کرنا عقلمندی کی علامت ہے۔اس سے انسان ترقی کرتا اور کامیاب زندگی گزارتا ہے۔نصیحت خیر کی جانب راہنمائی کرتی ہے، شر سے محفوظ رکھتی ہے، غلطیوں اور خامیوں کی نشاندہی کرتی ہے، خوبیوں اور نیکیوں کو پختہ کرتی ہے۔

حدیث ۲۷

فَاِنِّیْ اُوْصِیْکَ بِتَقْوَی اللّٰہِ فَاِنَّ فِیْھَا السَّلَامَۃَ مِنَ التَّلَفِ، وَ الْغَنِیْمَۃَ فِی الْمُنْقَلَبِ. اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَ جَلَّ یَقِیْ بِالتَّقْوٰی عَنِ الْعَبْدِ مَا عَزَبَ عَنْہُ عَقْلُہُ وَ یُجْلِیْ بِالتَّقْوٰی عَنْہُ عَمَاہُ وَ جَھْلَہُ.

میں تم کوتقوائے الٰہی کی وصیت کرتا ہوں اس لئے کہ اس میں ہلاکت سے بچاؤ اور آخرت کے لئے غنیمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے ذریعے بندے سے اس چیز کو بچالیا ہے جس سے اس کی عقل دور ہو جاتی ہے اور تقویٰ کے ذریعے اس سے نابینائی اور جہالت کو دور کر دیا ہے۔

☆......☆......☆

دوستی اور دشمنی خدا کی خاطر

دنیا سے دل نہ لگانا اگرچہ مشکل ہے لیکن جو یہ کام کرلے، اسے اطمینان اور سکون میسر آجاتا ہے اور جو خدا سے وابستہ ہو جائے اسے عزت مل جاتی ہے۔ ان دونوں کے حصول میں انسان کا اپنا فائدہ ہے۔ اگر کوئی اپنے خدا سے حقیقی محبت رکھتا ہے تو اس کی دوستی اور دشمنی بھی خدا کے لئے ہی ہونی چاہیے۔ جو خدا کا دوست ہو وہی اس کا دوست اور جو خدا کا دشمن ہو وہ اس کا بھی دشمن قرار پائے۔ امام محمد تقی علیہ السلام اس حقیقت کی جانب رہنمائی فرماتے ہیں:

حدیث ۲۸

اَوۡحَی اللّٰهُ اِلیٰ بَعۡضِ الۡاَنۡبِیَاءِ: اَمَّا زُهۡدُکَ فِی الدُّنۡیَا فَتُعَجِّلُکَ الـرَّاحَةَ. وَ اَمَّا انۡقِطَاعُکَ اِلَیَّ فَیُعَزِّزُکَ بِیۡ وَ لٰکِنۡ هَلۡ عَادَیۡتَ لِیۡ عَدُوّاً وَ وَالَیۡتَ لِیۡ وَلِیّاً؟

اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نبی کی جانب وحی نازل فرمائی: دنیا سے تمہارا زہد تمہیں جلد سکون پہنچاتا ہے اور تمہارا سب سے کٹ کر میری طرف توجہ کرنا تمہیں میری خاطر عزت دیتا ہے۔ لیکن (سوال یہ ہے کہ) کیا تم نے میری خاطر میرے کسی دشمن سے دشمنی مول لی اور میرے کسی دوست سے میرے لئے دوستی کی؟!

☆......☆......☆

نعمتوں کے چھن جانے پر صبر

خدا ہمیں عدم سے وجود میں لایا اور زندگی کی نعمت سے نوازا۔ مال و دولت، اولاد، والدین اور دنیا کی دوسری نعمتیں سب اسی کی عطا کردہ ہیں۔ اب اگر وہ کوئی نعمت ہم سے واپس لے لے تو اس پر صبر و شکر کرنا چاہیے جو کہ عظیم اجر و ثواب کا باعث ہے لیکن عام طور پر جب کوئی نعمت چھن جائے، کوئی عزیز ہم سے بچھڑ جائے یا مال و دولت کم ہو جائے تو صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے۔ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۹

... فَمَنۡ غَلَبَ جَزَعُهُ عَلیٰ صَبۡرِهِ حَبِطَ اَجۡرُهُ.

۔۔۔جس کی فریاد اس کے صبر پر غالب آ گئی اس کا اجر ضائع ہو گیا۔

نیک کام کا اجر

انسان اگر مجبوراً کوئی نیک کام کرے تو رغبت سے وہ کام انجام نہیں دیتا اس لئے اس کام کا اسے کوئی اجر بھی نہیں ملتا۔ لیکن اگر انسان کسی نیک کام میں بذاتِ خود حاضر نہ ہو لیکن اس کام پر راضی ہو اور اس کے لئے دعا کرے اور مکمل ہونے پر خوش ہو تو وہ اس کام میں برابر کا شریک اور اجر کا مستحق ہے۔

حدیث ۳۰

مَنْ شَهِدَ اَمْراً فَكَرِهَهُ كَانَ كَمَنْ غَابَ عَنْهُ وَ مَنْ غَابَ عَنْ اَمْرٍ فَرَضِيَهُ كَانَ كَمَنْ شَهِدَهُ.

جو شخص کسی کام میں موجود ہو مگر اس سے راضی نہ ہو وہ مثلِ غائب شخص کے ہے اور جو کسی کام میں غائب ہو مگر اس پر خوش اور راضی ہو تو وہ موجود شخص کی طرح ہے۔

☆......☆......☆

انسان کی عزت

ہر انسان دین کا محتاج ہے۔ اگر دین نہ ہو تو زندگی گزارنا مشکل ہو جائے۔ مکمل دین انسان کے لئے عزت کا باعث ہے۔ امام جوادؑ کا فرمان ہے:

حدیث ۳۱

اَلدِّيْنُ عِزٌّ وَ الْعِلْمُ كَنْزٌ وَ الصَّمْتُ نُوْرٌ.

دین عزت ہے، علم خزانہ ہے اور خاموشی نور ہے۔

☆......☆......☆

علماء کی عزت

جہاں فساد برپا ہو، گمراہی عام ہو اور علماء کی عزت اور احترام نہ ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ علماء نے اپنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ذمہ داری ادا نہیں کی اور اس طرح انھوں نے اپنے مقام اور منصب کے ساتھ خیانت کی جس کی وجہ سے ان کی عزت اور وقار ختم ہو گیا۔ امامؑ اس بارے میں فرماتے ہیں:

حدیث ۳۲

اَلْعُلَمَاءُ فِیْ اَنْفُسِهِمْ خَانَةٌ اِنْ کَتَمُوا النَّصِیْحَةَ اِنْ رَاَوْا تَائِهاً ضَالّاً لَایَهْدُوْنَهُ اَوْ مَیِّتاً لَایُحْیُوْنَهُ.

اگر علماء اپنی نصیحت کو چھپالیں، کسی سرگرداں اور گمراہ انسان کو دیکھیں تو اس کی ہدایت نہ کریں اور کسی کو (معنوی طور پر) مردہ دیکھیں اور اس کو زندہ نہ کریں تو انہوں نے اپنے آپ سے خیانت کی۔

☆......☆......☆

لوگوں کا حاجت طلب کرنا

اگر لوگ کسی شخص سے کسی خیر کی امید لگاتے ہیں یا اپنی حاجت طلب کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی توفیقات اس کے شاملِ حال ہو گئی ہیں۔

لوگ اگر کسی سے اپنی ضرورت طلب کریں تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کے غنی ہونے میں خدا کی مدد شامل ہے۔ اور جو خدا کی خاطر انفاق کرے گا لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت بھی بڑھ جائے گی۔ امامؑ کا ارشاد ہے:

حدیث ۳۳

مَنِ اسْتَغْنیٰ بِاللّٰهِ اِفْتَقَرَ النَّاسُ اِلَیْهِ وَ مَنِ اتَّقیٰ اللّٰهَ اَحَبَّهُ النَّاسُ.

جو خدا کی مدد سے مالدار ہوگا لوگ اس کے محتاج ہوں گے اور جو اللہ سے ڈرے گا لوگ اس سے محبت کریں گے۔

☆......☆......☆

ظلم پر راضی

ظلم کے خلاف آواز اٹھانا اجتماعی عدل کے قیام کے لئے انتہائی ضروری ہے جبکہ ظلم پر راضی رہنا ظلم کرنے کے مترادف ہے۔ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۴

اَلْعَامِلُ بِالظُّلْمِ وَ الْمُعِیْنُ عَلَیْهِ وَ الرَّاضِیُ شُرَکَاءُ.

ظلم کرنے والا، اس کا مددگار، اس پر راضی رہنے والے سب ہی (ظلم) میں شریک ہیں۔

☆......☆......☆

اللہ کی رضا یا بندوں کی؟!

بندوں کی رضایت کا حصول اور انھیں خوش رکھنا اسلامی احکامات میں سے ایک ہے لیکن اس کا درجہ دوسرے نمبر ہے۔ پہلے درجہ پر خدا کی خوشنودی کا حصول ضروری ہے۔ اس لئے کبھی اگر خدا کی خوشنودی کے حصول میں بندوں کی خوشنودی رکاوٹ بن جائے تو بندوں کی رضا کو قربان کرکے خدا کی رضا کو حاصل کرنا ضروری ہوگا۔ اس بارے میں امام محمد تقی علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۳۵

ثَوَابُ النَّاسِ بَعْدَ ثَوَابِ اللّٰهِ وَ رِضَا النَّاسِ بَعْدَ رِضَا اللّٰهِ.

لوگوں کی جزا اللہ کی جزا کے بعد اور لوگوں کی خوشنودی (کا رتبہ) اللہ کی رضا کے بعد ہے۔



خدا کی حکومت

خدا انسان کی شہ رگ سے زیادہ نزدیک ہے، وہی اس پر ناظر اور اس کا پالنے والا ہے۔ جس کی وہ پرورش اور کفالت کرے اسے نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اور جو اس سے فرار کرنا چاہے اس سے فرار نہیں کرسکتا اس لئے کہ جہاں بھی جائے وہاں اس کی حکومت پائے گا۔ کوئی ایسا مقام نہیں، کوئی گوشہ نہیں جو اس کی قدرت اور حکومت سے باہر ہو۔ امام محمد تقیؑ کا فرمان ہے:

حدیث ۳۶

كَيْفَ يُضَيَّعُ مَنْ اَللّٰهُ كَافِلُهُ، وَ كَيْفَ يَنْجُوْ مَنْ اَللّٰهُ طَالِبُهُ؟

جس کی کفالت اللہ کرے وہ کیسے ضائع ہوسکتا ہے؟ اور جس کے پیچھے خدا ہو وہ کیسے فرار کرسکتا ہے؟



بدسلوکی

حُسنِ معاشرت اور لوگوں کے ساتھ اچھی طرح پیش آنا دوسروں کے نزدیک آنے اور مسائل کے دور ہونے کا سبب ہے۔ جو انسان لوگوں کے ساتھ اچھی طرح

پیش آتا ہے، لوگوں کی محبت اس سے بڑھتی ہے اور لوگ مشکل وقت اور پریشانی میں اس کا ساتھ دینے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ لیکن اس کے برخلاف وہ شخص جو دوسروں سے برا سلوک کرے اور وقت پر کام نہ آئے، وہ مشکلات میں اکیلا رہ جاتا ہے اور ان کو حل کرنے کے قابل نہیں رہتا۔

حدیث ۳۷

مَنْ هَجَرَ الْمُدَارَةَ قَارَبَهُ الْمَكْرُوْهُ.

جس نے لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک ترک کیا، ناگوار چیزیں اس کے نزدیک ہوگئیں۔

☆......☆......☆

کام شروع کرنے سے پہلے

جب تک کسی کام کو اچھی طرح سمجھ نہ لیا جائے اس کی ابتداء نہیں کرنی چاہیے اس لئے کہ بغیر سوچے سمجھے شروع کیا جانے والا کام نقصان کا باعث ہوتا ہے اور اس سے نکلنا آسان نہیں رہتا۔ اسی لئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۸

مَنْ لَمْ يَعْرِفِ الْمَوَارِدَ اَعْيَتْهُ الْمَصَادِرُ.

جو کسی کام میں داخل ہونے کو نہ پہچانے وہ نکلنے کے راستوں سے بھی عاجز ہوگا۔

☆......☆......☆

شریر انسان

شریر انسان اگرچہ بظاہر بہت تیز نظر آتا ہے اور لوگ اس کی تیزی سے فائدہ اٹھانے کے لئے اس کے دوست بن جاتے ہیں لیکن وہ اپنی شریر طبیعت کے باعث

ہمیشہ اسی ٹوہ میں رہتا ہے کہ کس طرح دوسرے کونقصان پہنچائے۔ یہ شرارتی طبیعت جہاں دوسروں کونقصان پہنچاتی ہے وہاں اس طبیعت سے اس کے دوست کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔اسی لئے ایسے شخص سے بچنے کی تاکید کرتے ہوئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۹

اِیَّاکَ وَ مُصَاحَبَةَ الشَّرِیْرِ. فَاِنَّهُ کَالسَّیْفِ یَحْسُنُ مَنْظَرُهُ وَ یَقْبَحُ اَثَرُهُ.

برے انسان کی صحبت سے پرہیز کرو کیونکہ وہ تلوار کی طرح ہے جو دیکھنے میں خوب صورت اور اثر میں خطرناک ہے۔

☆......☆......☆

مومن کی عزت

مومن کے نزدیک اس کی عزت اوروقار مال ودولت سے کہیں زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔اسی لئے وہ قناعت کے زیور سے آراستہ رہتا ہے اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس کی طرف آنکھ اٹھا کرنہیں دیکھتا۔امام محمد تقی علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۴۰

عِزُّ الْمُؤْمِنِ فِیْ غِنَاهُ عَنِ النَّاسِ.

مومن کی عزت اس میں ہے کہ وہ لوگوں سے بے نیاز رہے۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام

آئمہ اثنا عشر کے سلسلۂ مبارکہ میں چار معصوموں کا اسم گرامی ''علی'' ہے۔ امامِ اول امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام، امام چہارم حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام، امام ہشتم حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام اور امام دہم حضرت علی ابن محمد النقی علیہ السلام۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے والد کا اسمِ مبارک محمد تقی علیہ السلام ہے اور آپؑ کی والدۂ ماجدہ جناب سمانہ خاتون تھیں۔ ولادت کی تاریخ ۵ رجب ۲۱۴ھ ہے۔ جائے ولادت صریا نامی ایک قریہ ہے جو مدینہ کے قریب واقع ہے۔ تاریخِ شہادت ۳ رجب سن ۲۵۴ ہجری اور مدت حیات ۴۰ سال ہے۔

ائمہ اہلبیت علیہم السلام کا علم، علمِ لدنی ہوتا ہے، ہر امام اپنے بعد والے امام کی تربیت فرماتا ہے تاکہ امر الٰہی پورا ہو اور دنیا پر حجت قائم ہو سکے۔ کسی معصوم کی تربیت غیر معصوم سے ممکن نہیں ہے۔ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو اپنے بابا کے فیضِ تربیت سے استفادہ کا بہت کم موقع ملا۔ والد کی شہادت کے بعد امام علی نقی علیہ السلام جو اس وقت صرف چھ برس کے تھے، مدینہ میں مرجعِ خلائق بن گئے۔ یہ مرجعیت آپؑ کے علمی کمالات اور آپؑ کی شخصیت کی اس روحانی عظمت کی وجہ سے تھی جو اللہ نے آپؑ کو اور آپؑ کے آباء و اجداد کو عطا فرمائی ہے۔ اللہ نے لوگوں کے دل آلِ ابراہیم علیہ السلام کی طرف موڑ دیئے اور آلِ محمد علیہم السلام کی محبت کو مومنوں کے دل کی زینت قرار دیا۔ آلِ محمد علیہم السلام نے اپنے

علم، تقویٰ، انسان دوستی اور خدا ترسی کے ذریعے اپنی شخصیت میں دلکشی کے اتنے گوشے اُجاگر کر لئے تھے کہ لوگوں کے دل ان کی طرف کھنچتے تھے، حالانکہ حکومت کا خوف اور دنیا کی لالچ اس محبت کی راہ میں ہمیشہ حائل رہی مگر حقیقی محبت، خوف یا لالچ کو کب خاطر میں لاتی ہے۔ محبت تو وہ وفاداری بشرط استواری ہے جو تسلیم کی خو اور ایثار و قربانی کے شعار سے جلا پاتی ہے۔ ائمہ علیہم السلام کی شخصیتیں اہلِ ایمان کی ایسی ہی محبت کا مرکز ہیں۔

بے شک اللہ نے اپنے اولیاء کو جو علم اور جو طاقت عطا کی ہے وہ اس کی اپنی عظمت و قدرت کی نشانیاں ہیں۔ اللہ نے جسے کائنات کے لئے حجت بنایا اسے کائنات پر تصرف بھی عطا کیا ہے۔ انبیاء اور اولیاء سے ضرورت کے مطابق ایسے معجزات اور کرامتوں کا ظہور ہوتا رہا ہے۔ امام علی نقی علیہ السلام کی زندگی میں ایسے بے شمار واقعات ہیں۔ مثال کے طور پر جب آپؑ کو مدینہ سے سامرہ لے جایا جا رہا تھا تو آپؑ نے راستے کے لئے گرم کپڑے اور گرم ٹوپیاں تیار کرنے کا حکم دیا جبکہ وہ گرمی کا موسم تھا۔ لوگ امامؑ کے اس فعل کو عبث سمجھ رہے تھے لیکن دورانِ سفر بارش اور ژالہ باری نے آپؑ کی پیش بینی کو صحیح ثابت کر دیا۔ اسی طرح کا ایک واقعہ یہ ہے کہ جب ایک شعبدہ باز نے کھانے کے دوران آپؑ کے ساتھ گستاخی کی اور بادشاہِ وقت متوکل اور اس کے حلقہ بگوش اسے آپؑ کی ہتک کا باعث سمجھ کر خوش ہوئے تو چونکہ آپؑ کی تضحیک سے وہ منصبِ امامت کی توہین کرنا چاہتے تھے اس لئے آپؑ نے حکم دیا اور شیر کی تصویر نے مجسم شیر بن کر شعبدہ باز کو نگل لیا۔ ایک اور موقعہ پر جب ایک عورت نے زینب بنتِ علی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کیا تو متوکل نے آپؑ سے ایسی دلیل کا مطالبہ کیا جس سے وہ

عورت جھوٹی ثابت ہو سکے۔ اس پر آپؑ نے اس حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف توجہ دلائی کہ ''درندوں پر میری اولاد کا گوشت حرام ہے۔'' متوکل نے اصرار کیا کہ اس حدیث کی صداقت خود امام علی نقی علیہ السلام عملی طور پر ثابت کریں۔ چنانچہ آپؑ شیروں کے کٹہرے میں تشریف لے گئے۔ درندے آپؑ کے گرد طواف کرنے لگے۔ آپؑ نے شفقت سے اپنی آستین ان پر پھیری اور وہ امامؑ کے قدموں میں سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ یہ اور اسی قسم کے دیگر واقعات آپؑ کی سیرت کی وقتی جھلکیاں ہیں۔ آپؑ کی سیرت کا جوہر وہی تقدس وتقویٰ اور تعلیم و تدریس ہے جو آپؑ کے منصبِ امامت کا تقاضا ہے۔

آپؑ کی زندگی پے در پے امتحان و آزمائش کا نمونہ ہے۔ قید و بند کی صعوبتیں آپؑ کی خاندانی وراثت تھیں۔ ان صعوبتوں سے آپؑ بھی دوچار ہوئے۔ لیکن آزادی کا دور ہو یا قید کا زمانہ، آپؑ نے ہر حال میں ثابت قدمی اور صبر و استقلال کا مظاہرہ فرمایا۔ لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک، یہاں تک کہ اپنے دشمنوں تک کی خیر خواہی کی۔ متوکل جس کے ہاتھوں آپؑ کو بے شمار مصیبتیں اٹھانا پڑیں جب ایک دفعہ وہ ایسے مرض میں مبتلا ہوا جس سے بچنے کی امید نہ رہی تو آپؑ ہی کے تجویز کردہ علاج سے اس نے شفا پائی۔ محتاجوں اور ضرورت مندوں کی مدد، علم و حکمت کی تعلیم اور رجوع الی اللہ کی تربیت آپؑ کی سیرت کا امتیازی وصف ہے۔ قید کے زمانے میں آپؑ کا طریقہ یہ تھا کہ آپؑ کے مصلے کے سامنے ایک قبر کھدی تیار رہتی تھی۔ مطلب یہ تھا کہ جو شخص موت کے لئے اتنا آمادہ ہو کہ ہر وقت کھدی ہوئی قبر اپنے لئے تیار رکھے وہ حکومت کے ظلم و جبر سے خائف ہو کر اپنے فرائض منصبی یعنی حقیقی اسلام کی تعلیم و اشاعت سے کیسے دستبردار ہو سکتا ہے۔ امام علی نقی علیہ السلام کی پوری زندگی اسی بے خوفی کے ساتھ اپنے فرائض

کو پورا کرتے گزری۔ تا اینکہ ۲۵۴ھ کو آپؑ کو شہید کر دیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ ۔ آپؑ کا روضۂ اقدس سامرہ میں مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔ خالص سونے سے بنی ہوئی اس فلک بوس عمارت کو سنہری مسجد بھی کہا جاتا ہے۔



عمل سے بڑھ کر عامل

انسان فطرتاً نیکی کو پسند کرتا ہے، مودبّ گفتگو اسے اچھی لگتی ہے اور علم سے محبت کرتا ہے لیکن ان تینوں سے بڑھ کر وہ ذات ہے جو انھیں وجود میں لے کر آ رہی ہے یعنی نیکی سے بڑھ کر نیکی کرنے والا ہے، اچھی گفتگو سے بڑھ کر اس کی ادائیگی کرنے والا ہے اور علم سے بڑھ کر اس علم کا حامل عالم ہے۔ اس لئے کہ نیکی نظر نہیں آتی اگر اسے انجام دینے والا نہ ہوتا، اچھی گفتگو کا حُسن دکھائی نہ دیتا اگر گفتگو کرنے والا اسے اپنی زبان سے مزین نہ کرتا ہے اور علم زینت نہ بنتا اگر عالم اسے آراستہ نہ کرتا۔ اسی لئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱

خَیْرٌ مِنَ الْخَیْرِ فَاعِلُهُ وَ اَجْمَلُ مِنَ الْجَمِیْلِ قَائِلُهُ وَ اَرْجَحُ مِنَ الْعِلْمِ عَامِلُهُ...

نیکی سے بہتر اس کو انجام دینے والا ہے اور اچھی بات سے حسین اس کو بولنے والا ہے اور علم سے بڑھ کر اس پر عمل کرنے والا ہے۔۔۔



تنقید کا طریقہ

غلط بات پر تنقید کرنا اور دوسرے کو برائی سے بچانا ایک اچھا عمل ہے لیکن اگر یہ اچھے انداز سے نہ کی جائے تو نا صرف یہ کہ اس کا اثر نہیں ہوتا بلکہ دشمنی اور کینہ پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ امامؑ تنقید کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حدیث ۲

عَاتِبْ فُلَاناً وَ قُلْ لَهُ: اِنَّ اللّٰهَ اِذَا اَرَادَ بِعَبْدٍ خَيراً اِذَا عُوتِبَ قَبِلَ.

فلاں کو سرزنش کرو اور اس سے کہہ دو کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ نیکی کرنا چاہتا ہے تو (اسے ایسا بنا دیتا ہے کہ) جب اسے سرزنش کیا جائے تو وہ اسے قبول کرے۔

☆......☆......☆

استحقاق سے زیادہ کی طلب

قناعت پسندی جہاں انسان کی عزت بڑھاتی ہے وہاں بہت سے مقامات پر اسے شرمندگی اور ناکامی سے بھی محفوظ رکھتی ہے۔ اس لئے کہ اگر وہ حرص و ہوس کا شکار ہو کر اپنے حق سے زیادہ طلب کرے گا تو اسے ناامیدی اور شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ چنانچہ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳

مَنْ سَأَلَ فَوْقَ قَدْرِ حَقِّهِ فَهُوَ اَوْلیٰ بِالْحِرْمَانِ.

جو اپنے حق سے زیادہ طلب کرے گا وہ ناکامی اور محرومی کا زیادہ حقدار ہے۔

☆......☆......☆

عزت و کرامت

دنیا میں ہر چیز سے بڑھ کر عزت اور کرامت ہے جو کہ اعلیٰ انسانی صفات کے ذریعے ہی ممکن ہے کیونکہ صاحبِ شخصیت اور عزت وہی ہوسکتا ہے جو صفات حسنہ سے مزین اور صفات سیئہ سے دور رہے۔ جو اس حقیقت کو سمجھے گا وہی عزت دار ہوگا اور جو نہ سمجھے اس کا مقدر ذلت اور خفت ہے۔ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۴

صَلاحُ مَنْ جَهِلَ الْكَرَامَةَ هَوَانُهُ.

جو کرامت کی اہمیت سے ناواقف ہو وہ ذلت و رسوائی کا سزاوار ہے۔

☆......☆......☆

حلم و بردباری

حلم و بردباری عزت و کرامت کے حصول کے لئے ایک بنیادی شرط ہے جب کہ حلم یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کا اسیر نہ ہو بلکہ نفس کو اپنا اسیر بنا کر رکھے اور خشم اور غصہ کے موقع پر خود پر قابو رکھے۔ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۵

اَلْحِلْمُ اَنْ تَمْلِكَ نَفْسَكَ وَ تَكْظِمَ غَيْظَكَ مَعَ الْقُدْرَةِ عَلَيْهِ..

بردباری یہ ہے کہ تم اپنے نفس کو قابو میں رکھو اور کسی پر طاقت رکھنے کے باوجود اپنے غصے کو پی لو۔

☆......☆......☆

خودپسندی

انسان اگر اپنی برائیاں اور خامیاں خود دیکھ لے تو وہ دوسروں سے پوشیدہ ہو جاتی ہیں لیکن اگر وہ نہ دیکھ پائے اور اپنے آپ سے راضی ہو جائے تو دوسرے اس کی برائیوں کو دیکھ کر اس کو سرزنش کرتے ہیں۔ اسی لئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ٦

مَنْ رَضِیَ عَنْ نَفْسِهِ كَثُرَ السَّاخِطُوْنَ عَلَيْهِ..

جو اپنے آپ سے راضی ہوا اس پر اعتراض کرنے والے بہت ہوں گے۔

☆......☆......☆

بداخلاقی

کج خلقی اور بداخلاقی انسان کی عزت اور شخصیت کو خاک میں ملا دیتی ہے۔ لوگ اس سے دور ہو جاتے ہیں اور دنیا اس پر تنگ ہو جاتی ہے۔ اس لئے امامؑ اسے بڑی مصیبت قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

حدیث ٧

شَرُّ الرَّزِيَّةِ سُوْءُ الْخُلْقِ...

بدترین مصیبت بداخلاقی ہے۔

☆......☆......☆

غنی، فقیر اور ذلیل

ہر انسان چاہتا ہے کہ غنی اور مالدار بنے تا کہ دوسروں کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے لیکن بہت سے لوگ مال ہونے کے باوجود اپنی آرزوؤں کی تکمیل کے لئے دست

گدائی دراز کرتے ہیں۔ لہذا اصل سرمایہ مال نہیں بلکہ قناعت ہے جو کم پر راضی رکھے اور دوسروں سے مانگنے کی ذلت سے دور کردے۔ جو اس قناعت کا مالک نہ ہو وہی دراصل فقیر ہے۔ چنانچہ امام علی نقیؑ کا قول ہے:

حدیث ۸

اَلْغِنیٰ قِلَّةُ تَمَنِّیکَ وَ الرِّضیٰ بِمَا یَکْفِیکَ. وَ الْفَقْرُ شَرَہُ النَّفْسِ وَ شِدَّةُ الْقُنُوطِ. وَ الْمَذَلَّةُ اِتبَاعُ الْیَسِیْرِ وَ النَّظْرُ فِی الْحَقِیْرِ.

تمناؤں کی کمی اور جو تمہارے لئے کافی ہو اس پر رضامندی سچا سرمایہ ہے۔ نفس کی ہوس اور شدید مایوسی حقیقی غربت ہے۔ کوتاہ بینی اور معمولی اور حقیر چیزوں کی طرف نظر رکھنا ذلت ہے۔

☆......☆......☆

دور اندیشی

وہی انسان زندگی میں کامیاب ہے جو فرصت کے لمحات سے استفادہ کرے کیونکہ فرصت کے لمحات بہت دیر سے آتے ہیں اور بہت جلدی چلے جاتے ہیں۔ اس لئے عقل مندی اور دور اندیشی یہ ہے کہ ان کو ضائع نہ کیا جائے۔ چنانچہ جب آپؑ سے دور اندیشی کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا:

حدیث ۹

ھُوَ اَنْ تَنْظُرَ فُرْصَتَکَ وَ تُعَاجِلَ مَا اَمْکَنَکَ.

دور اندیشی یہ ہے کہ موقع کا انتظار کرو اور جو تمہارے لئے ممکن ہو اس پر عمل کرو۔

☆......☆......☆

مالک نفس یا اسیر نفس

جس کی زندگی کی باگ ڈور اس کے اپنے ہاتھ میں ہو وہی دنیا اور آخرت میں کامیاب انسان ہے لیکن اگر اپنے نفس کا اسیر ہو جائے تو یہ نفس ایک ایسا سرکش گھوڑا ہے جو اپنے سوار کو گمراہی کی تاریک گہرائیوں میں پھینک دیتا ہے جہاں نہ دنیا ملتی ہے نہ آخرت۔ چنانچہ امامؑ کا ارشاد ہے:

حدیث ۱۰

رَاکِبُ الْحَرُوْنِ اَسِیْرُ نَفْسِهِ.

نفس کا اسیر وحشی گھوڑے پر سوار ہے۔

☆......☆......☆

زبان

زبان انسان کا ایک عضو ہے اور اسے انسان کے قابو میں ہونا چاہیے کہ کب بولے اور کیا بولے لیکن اگر زبان بغیر سوچے سمجھے چلے اور قابو میں نہ ہو تو وہ نادانی اور جہالت کی علامت ہے۔ ارشاد امامؑ ہے:

حدیث ۱۱

اَلْجَاهِلُ اَسِیْرُ لِسَانِهِ.

جاہل اپنی زبان کا اسیر ہوتا ہے۔

☆......☆......☆

بے جا بحث

بے جا اور لا حاصل بحث و مباحثہ کہ جس کا مقصد صرف اپنی بات کو منوانا ہو جہاں انسان کی کم علمی کی علامت ہے وہاں اس کی دیرینہ دوستی کو بھی ختم کر سکتا ہے اور بعض اوقات دشمنی تک پیدا کر دیتا ہے۔ اسی لئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۲

أَلْمِرَاءُ يُفْسِدُ الصَّدَاقَةَ الْقَدِيْمَةَ وَ يُحَلِّلُ الْعَقْدَ الْعُقْدَةَ الْوَثِيْقَةَ. وَ أَقَلُّ مَا فِيْهِ أَلْمُغَالَبَةُ وَ الْمُغَالَبَةُ أُسُّ أَسْبَابِ الْقَطِيْعَةِ.

بحث و تکرار پرانی دوستی کو بھی برباد کر دیتی ہے اور مضبوط عہد و پیمان کو بھی توڑ دیتی ہے۔ اس کا کم از کم اثر دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے کی خواہش ہے جو کہ جدائی کی بنیاد ہے۔

☆......☆......☆

دل میں کینہ نہ رکھو

دل میں کینہ رکھنا دیمک کی مانند دوستی اور رفاقت کو ختم کر دیتا ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ انسان کسی کی برائی کو دیکھ کر اسے اپنے دل میں رکھنے کے بجائے اس پر ناراضگی کا اظہار کر دے۔ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۳

اَلْعِتَابُ مِفْتَاحُ التَّعَالِيْ، وَ الْعِتَابُ خَيْرٌ مِنَ الْحِقْدِ...

سرزنش غلبہ حاصل کرنے کی چابی ہے اور سرزنش کینہ سے بہتر ہے۔

☆......☆......☆

چاپلوسی

دین انسان کو عزت اور شخصیت دیتا ہے اسی لئے چاپلوسی سے دور رہنے کی ہدایت کرتا ہے کیونکہ چاپلوسی کمزوری اور ضعف کی علامت ہے اور اس کی ہوشیاری کو ختم کرنے کا باعث بنتی ہے۔ امام علی النقی علیہ السلام کا ارشاد ہے:

حدیث ۱۴

اِنَّ کَثْرَۃَ الْمَلَقِ یَھْجَمُ عَلَی الْفِطْنَۃِ، فَاِذَا حَلَلْتَ مِنْ اَخِیکَ مَحَلَّ الثِّقَۃِ فَاعْدِلْ عَنِ الْمَلَقِ اِلیٰ حُسْنِ النِّیَّۃِ.

زیادہ چاپلوسی کرنا انسان کی ذہانت اور ہوشیاری کو نقصان پہنچاتا ہے اگر اپنے بھائی میں کوئی نیکی دیکھو تو چاپلوسی کے بجائے حسنِ نیت اختیار کرو۔

☆......☆......☆

صابر پر ایک مصیبت

اگر انسان کسی ناخوشگوار حادثہ پر صبر کر لے تو اس حادثہ کی تلخی پر ہی معاملہ ختم ہو جاتا ہے لیکن اگر صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دے تو دو مصیبتیں اس کے دامن گیر ہو جاتی ہیں۔ ایک اس حادثہ سے غم کی مصیبت اور دوسری بے صبری سے حاصل ہونے والے غم کی مصیبت۔ اسی لئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۵

اَلْمُصِیبَۃُ لِلصَّابِرِ وَاحِدَۃٌ وَ لِلْجَازِعِ اِثْنَتَانِ..

مصیبت، صبر کرنے والے کے لئے ایک اور نالہ وفریاد کرنے والے کے لئے دو ہیں۔

حسد اور تکبر

حسد ایک عظیم گناہ ہے جس کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں جو اس بات کی جانب اشارہ کرتی ہیں کہ جس طرح خشک لکڑی کو آگ جلا ڈالتی ہے اسی طرح حسد نیکیوں کی جلا دیتا ہے۔ غرور اور تکبر بھی ایک بری صفت ہے جو لوگوں کو دور کرنے اور نفرت پیدا کرنے کا باعث بنتی ہے۔ امامؑ کا ارشاد ہے:

حدیث ۱٦

اَلْحَسَدُ مَاحِقُ الْحَسَنَاتِ وَ الزَّهْوُ جَالِبُ الْمَقْتِ..

حسد نیکیوں کو ختم کر دیتی ہے اور غرور و خود پسندی نفرت و بیزاری کا سبب بنتی ہے۔

☆......☆......☆

طلبِ علم میں رکاوٹ

علم زینت ہے، کمال ہے جس کے حصول کی بنیاد لاعلمی کا احساس ہے لیکن اگر احساس ہی نہ ہو اور انسان یہ سمجھنے لگے کہ وہ سب جانتا ہے تو یہی خو پسندی حصولِ علم میں رکاوٹ بن جاتی ہے اور جہالت اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

حدیث ۱۷

اَلْعُجْبُ صَارِفٌ عَنْ طَلَبِ الْعِلْمِ، وَ دَاعٍ اِلَی التَّخَمُّطِ فِی الْجَهْلِ.

خود پسندی انسان کو حصولِ علم سے دور کر دیتی ہے اور اسے جاہلانہ تکبر کی طرف لے جاتی ہے۔

☆......☆......☆

کنجوسی اور لالچ

خوشگوار زندگی کے لئے اقتصادی طور پر متوازن رہنا ضروری ہے۔ لہذا نہ بخیل بن جائے اور نہ ہی لالچی کہ یہ دونوں بدترین صفات ہیں۔ امامؑ کا فرمان ہے:

حدیث ۱۸

اَلْبُخْلُ اَذَمُّ الْاَخْلَاقِ وَ الطَّمْعُ سَجِیَّةٌ سَیِّئَةٌ.

کنجوسی مذموم ترین عادت اور لالچ بدترین خصلت ہے۔

☆......☆......☆

دوستی

کہتے ہیں کہ اگر کسی کو پہچاننا ہے تو یہ دیکھو کہ اس کے دوست کیسے ہیں اگر اچھے دوستوں کی محافل میں اٹھتا بیٹھتا ہے تو نیک اور اگر برے دوست اس کے ہم نشین ہیں تو بد، اس لئے کہ ۔

کبوتر با کبوتر باز با باز
کند ہم جنس با ہم جنس پرواز

حدیث ۱۹

مُخَالَطَةُ الْاَشْرَارِ تَدُلُّ عَلیٰ شَرِّ مَنْ یُخَالِطُهُمْ..

برے لوگوں کی ہم نشینی اس بات کی دلیل ہے کہ جو ان کا ہم نشین ہے وہ بھی برا ہے۔

☆......☆......☆

کفرانِ نعمت

نعمتوں پر شکر اس کی زیادتی کا سبب بنتا ہے۔ خود قرآن میں فرمان ہے کہ اگر تم میرا شکر ادا کرو تو میں نعمتوں میں ضرور اضافہ کروں گا۔ اس کے برعکس کفرانِ نعمت زوال کا باعث بنتی ہے۔ وارثِ قرآن امام علی نقیؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۰

اَلْكُفْرُ لِلنِّعَمِ أَمَارَةُ الْبَطَرِ وَ سَبَبٌ لِلتَّغْيِيرِ..

کفرانِ نعمت سرمستی کی نشانی اور زوال (نعمت) کا سبب ہے۔

☆......☆......☆

ندامت اور ذلت

خوشگوار زندگی کے لئے ضروری ہے کہ صبر سے کام لیا جائے اور کسی خواہش کے حصول کے لئے، لجاجت اور لالچ سے کام نہ لیا جائے کیونکہ کسی چیز کا بے جا اصرار اور خواہش بے سکون کر دیتی ہے اور آخر کار اسے ندامت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۱

اَللَّجَاجَةُ مُسْلِبَةٌ لِلسَّلَامَةِ وَ مُوْدِيَةٌ لِلنَّدَامَةِ.

ضد بازی سلامتی کو چھین لیتی ہے اور ندامت تک پہنچا دیتی ہے۔

☆......☆......☆

مزاح کی حد

مزاح، ہنسنا ہنسانا اگر چہ زندگی کے لئے ضروری ہے لیکن اس کی ایک حد ہے۔ اور وہ یہ کہ دوسروں کی تحقیر نہ ہو اور ان کا مذاق نہ اڑایا جائے اور اگر ایسا ہو تو یہ جہالت اور نادانی کی علامت ہے۔ امام نقیؑ کا ارشاد ہے:

حدیث ۲۲

اَلْھَزْءُ فَکَاھَۃُ السُّفَھَاءِ وَ صَنَاعَۃُ الْجَھَالَۃِ.

تمسخر کرنا احمقوں کی تفریح اور جاہلوں کا کام ہے۔

☆......☆......☆

والدین کے حقوق ادانہ کرنے کے اثرات

ہر گناہ کا ایک اثر ہے۔ والدین کے حقوق کی ادائیگی نہ کرنا ایک عظیم گناہ ہے جس کے دنیاوی اثرات بھی بہت سخت ہیں۔ ان ہی اثرات میں سے کچھ نعمتوں میں کمی، نسل میں کمی، ذلت اور شرمندگی ہیں۔

حدیث ۲۳

اَلْعُقُوْقُ یَعْقِبُ الْقِلَّۃَ وَ یُؤَدِّیْ اِلَی الذِّلَّۃِ.

عاق ہونا (والدین کے حقوق کی پامالی) کمی کا باعث ہے اور ذلت و رسوائی تک پہنچاتا ہے۔

☆......☆......☆

نیند اور طعام کی لذت

کسی چیز کی کمی اس کی لذت کو بڑھا دیتی ہے۔ آج کا انسان چاہتا ہے کہ لذت حاصل کرے؛ لیکن نیند کے مزے لینا چاہتا ہے زیادہ سونے سے، کھانے کی لذت حاصل کرنا چاہتا ہے شکم کو بھر لینے سے، جبکہ کم سونا نیند کو اور بھوک غذا کو لذیذ بنا دیتی ہے۔ امامؑ رہنمائی فرماتے ہیں:

حدیث ۲۴

اَلسَّهَرُ اَلَذُّ لِلْمَنَامِ وَ الْجُوْعُ یَزِیْدُ فِیْ طِیْبِ الطَّعَامِ.

شب بیداری نیند کی لذت کو بڑھاتی ہے اور بھوک کھانے کی لذت میں اضافہ کرتی ہے۔

☆......☆......☆

موت کی یاد

انسان جب تک موت کو یاد رکھتا ہے سرکشی سے دور رہتا ہے اور دوسروں کے حقوق کو پامال نہیں کرتا۔ امامؑ اصلاح اور تہذیب کا بہترین طریقہ بتاتے ہیں:

حدیث ۲۵

اُذْکُرْ مَصْرَعَکَ بَیْنَ یَدَیْ اَهْلِکَ حَیْثُ لَا طَبِیْبَ یَمْنَعُکَ وَ حَبِیْبَ یَنْفَعُکَ.

اپنے بستر مرگ کو اپنے گھر والوں کے سامنے یاد کرو۔ کیونکہ نہ کوئی طبیب تمہیں اس بچا سکتا ہے اور نہ کوئی دوست تمہیں فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

☆......☆......☆

پاکیزگی اور آراستگی

عام طور پر یہ تصور کیا جاتا ہے کہ اسلام بننے سنورنے کا مخالف ہے۔ درحقیقت ایسا نہیں بلکہ کچھ پابندیوں کے ساتھ نا صرف بننے سنورنے کو جائز قرار دیتا ہے بلکہ خود کو پاک صاف اور آراستہ رکھنا خدا کی محبوبیت کا باعث ہے۔ اس کی دلیل کو بیان کرتے ہوئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۶

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْجَمَالَ وَ التَّجَمُّلَ، وَ یَکْرَہُ الْبُؤْسَ وَ الْبَائِسَ. فَاِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَ جَلَّ اِذَا اَنْعَمَ عَلٰی عَبْدِہٖ نِعْمَۃً اَحَبَّ اَنْ یَرٰی عَلَیْہِ اَثَرَھَا.

بے شک اللہ تعالیٰ خوبصورتی اور آرائش سے محبت کرتا ہے اور کثافت و آلودگی کو پسند نہیں کرتا۔ بے شک جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو نعمت دیتا ہے تو چاہتا ہے کہ اس کا اثر بندے پر نظر آئے۔

☆......☆......☆

موت سے خوف کیوں؟

انسان جب کسی چیز کو نہیں جانتا تو اس سے خوف کھاتا ہے۔ امامؑ سے کسی نے سوال کیا کہ بعض لوگ موت سے ڈرتے کیوں ہیں تو آپؑ نے فرمایا:

حدیث ۲۷

لِاَنَّھُمْ جَھِلُوْہُ فَکَرِھُوْہُ، وَ لَوْ عَرَفُوْہُ وَ کَانُوْا مِنْ اَوْلِیَاءِ اللّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ حَبُّوْہُ، وَ لَعَلِمُوْا اَنَّ الْاٰخِرَۃَ خَیْرٌ مِنَ الدُّنْیَا.

کیونکہ وہ موت سے واقف نہیں ہیں اس لئے اسے ناپسند کرتے ہیں۔ اگر وہ اسے جانتے اور خدائے عز وجل کے دوستوں میں سے ہوتے تو موت سے محبت کرتے اور جان لیتے کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے۔



عدالت کی اهمیت

معاشرے پر عدالت کی حاکمیت کی اتنی اہمیت ہے کہ جب حق حاکم اور عدالت حکم فرما ہو تو کسی پر سوءِ ظن کرنا جائز نہیں۔ اس کے برعکس اگر ظلم کی حاکمیت ہو تو جب تک مطمئن نہ ہو جائے حسنِ ظن کرنا صحیح نہیں۔ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۸

اِذَا کَانَ زَمَانٌ اَلْعَدْلُ فِیهِ أَغْلَبُ مِنَ الْجَوْرِ فَحَرَامٌ أَنْ یَظُنَّ بِاَحَدٍ سُوْءً حَتّٰی یُعْلَمَ ذٰلِکَ مِنْهُ. وَ اِذَا کَانَ زَمَانٌ اَلْجَوْرُ فِیهِ اَغْلَبُ مِنَ الْعَدْلِ فَلَیْسَ لِأَحَدٍ اَنْ یَظُنَّ بِأَحَدٍ خَیْراً مَا یُعْلَمُ ذٰلِکَ مِنْهُ.

جب ایسا زمانہ آجائے جس میں عدل کو ظلم پر غلبہ حاصل ہو تو کسی پر بدگمانی کرنا حرام ہے یہاں تک کہ یہ بات ثابت ہو جائے اور جب ایسا زمانہ آجائے کہ جس میں ظلم کو عدل وانصاف پر غلبہ حاصل ہو تو کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ دوسرے کے بارے میں حُسنِ ظن رکھے یہاں تک کہ یہ بات معلوم نہ ہو جائے۔



بے جا توقع

متوکل عباسی ایک ظالم، عہد شکن اور بدگمان انسان تھا۔ امامؑ نے اس کی ان صفات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے فرمایا:

حدیث ۲۹

لَاتَطْلُبِ الصَّفَاءَ مِمَّنْ کَدَرْتَ عَلَیْهِ وَ لَا الْوَفَاءَ مِمَّنْ غَدَرْتَ بِهِ وَ لَاالنُّصْحَ مِمَّنْ صَرَفْتَ سُوْءَ ظَنِّکَ اِلَیْهِ، فَاِنَّمَا قَلْبُ غَیْرِکَ لَکَ کَقَلْبِکَ لَهُ..

جس کے ساتھ تم نے تلخی کی ہے اس سے خوبی طلب نہ کرو اور جس کے ساتھ تم نے غداری کی ہے اس سے وفاداری نہ مانگو اور جس سے تم بدگمان ہو اس سے خیر خواہی کی خواہش نہ کرو۔ کیونکہ دوسرے کا دل تیرے بارے میں وہی ہے جو تیرا دل اس کے بارے میں ہے۔

☆......☆......☆

شکرِ نعمت .... نعمتوں میں اضافہ

بہت سے گناہ نعمتوں کو زائل کر دیتے ہیں جبکہ نیکیاں نعمتوں کو برقرار رکھتی ہیں اور شکر ان میں اضافہ کا باعث بنتا ہے۔ مشکلات، مسائل اور پریشانیوں کی دلدل میں انسان اپنی زندگی کی جانب نگاہ کرے کہ گناہ کتنے انجام دیئے اور نیکیاں کتنی۔ اور پھر نتیجہ نکالے کہ ان مسائل اور مشکلات کا ذمہ دار کون ہے۔

حدیث ۳۰

اَبْقُوْا النِّعَمَ بِحُسْنِ مُجَاوَرَتِهَا، وَ الْتَمِسُوْا الزِّیَادَةَ بِالشُّکْرِ

عَلَیْہَا، وَ اعْلَمُوْا اَنَّ النَّفْسَ اَقْبَلُ شَیْءٍ لِمَا اَعْطَیْتَ، وَ اَمْنَعُ شَیْءٍ لِمَا مَنَعْتَ فَاحْمِلُوْھَا عَلٰی مَطِیَّةٍ لَاتَبْطِیْءُ..

نعمتوں کے ساتھ اچھی طرح رہ کر انہیں باقی رکھو اور ان کا شکر ادا کر کے زیادتی طلب کرو اور جان لو کہ تم اپنے نفس کو جو کچھ دو گے وہ قبول کر لے گا اور جس سے روکو گے، وہ رک جائے گا۔ اس لئے اسے اچھی رفتار کی سواری دو۔

☆......☆......☆

جھل اور بخل

انسان کی انسانیت میں اخلاق کا کردار بہت اہم ہے۔ اس لئے جو چیز بدترین اخلاق شمار ہو وہ انسان کو حیوان بنا دیتی ہیں۔ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۱

اَلْجَھْلُ وَ الْبُخْلُ اَذَمُّ الْاَخْلَاقِ..

جہالت اور کنجوسی مذموم ترین عادتیں ہیں۔

☆......☆......☆

باطن کی خوبصورتی

اگر انسان کا باطن اچھا نہ ہو تو اس کا ظاہر کتنا ہی خوبصورت کیوں نہ ہو اسے فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ جس طرح کسی پھل کی ظاہری خوبصورتی لیکن باطنی تلخی اس بات کا باعث بنتی ہے کہ اسے دور پھینک دیا جائے اسی طرح باطنی طور پر بدکردار اور بداخلاق انسان سے لوگ دوری اختیار کر لیتے ہیں۔ لہذا اصل خوبصورتی انسان کی باطنی خوبصورتی ہے۔ امام ہادی النقیؑ کا ارشاد ہے:

حدیث ۳۲

حُسْنُ الصُّوْرَةِ جَمَالٌ ظَاهِرٌ وَ حُسْنُ الْعَقْلِ جَمَالٌ بَاطِنٌ.

شکل وصورت کی خوبی ظاہری حسن ہے اوراچھی عقل باطنی خوبی ہے۔

☆......☆......☆

وہ انسان دھوکے میں ہے..

خدا کے عذاب سے امان کی امید میں اگر انسان مغرور ہو جائے اور مسلسل گناہ انجام دیتا رہے تو وہ دھوکے میں ہے۔امامؑ کا ارشاد ہے:

حدیث ۳۳

اِنَّ مِنَ الْغِرَّةِ بِاللّٰهِ اَنْ يُصِرَّ الْعَبْدُ عَلَى الْمَعْصِيَةِ وَ يَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ الْمَغْفِرَةَ.

اللہ کے بارے میں دھوکے میں رہنے کی ایک نشانی یہ ہے کہ بندہ گناہ کرنے پر اصرار کرے اور اللہ سے مغفرت کی تمنا بھی کرے۔

☆......☆......☆

راہ خدا فقط

ہر امامؑ کی طرح امام علی نقی علیہ السلام نے بھی ہمیشہ اور ہر حال میں رضائے خدا کو ملحوظِ خاطر رکھا۔اس راہ میں کتنی ہی مشکلات جھیلیں اور مصائب برداشت کیے لیکن کسی ایسے راستے کا تصور بھی نہیں کیا جس میں خدا نہ ہو۔چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

حدیث ۳۴

لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِياً وَسِيْعاً لَسَلَكْتُ وَادِيَ رَجُلٍ عَبَدَ اللّٰهَ وَحْدَهُ خَالِصاً..

اگر سب لوگ ہموار وادی پر گامزن ہو جائیں تو میں اس شخص کی وادی (راستے) پر چلوں گا جو خلوص کے ساتھ اللہ کی عبادت کرے۔

☆......☆......☆

کمزوروں پر غصہ

غصہ حرام ہے اور اس کے مقابلے میں بردباری انسان کی بلندی اور عظمت کی علامت ہے۔ خاص طور پر کمزوروں اور ماتحت افراد پر غصہ سے پرہیز کرنا چاہیے اس لئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۵

اَلْغَضَبُ عَلیٰ مَنْ تَمْلِکُ لُؤْمٌ.

ماتحتوں پر غصہ کرنا پستی ہے۔

☆......☆......☆

علماء کی اہمیت

زمانۂ غیبت میں مسلمانوں پر علماء کا بڑا حق ہے اور اس زمانے میں ان کا کردار انتہائی اہم ہے۔ دینِ اسلام کا فروغ، اسلامی شریعت کا دفاع اور اسلامی اصولوں کی حفاظت علمائے دین کے بنیادی ترین کاموں میں سے ہیں۔ چنانچہ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۶

لَوْلَا مَنْ یَبْقیٰ بَعْدَ غَیْبَةِ قَائِمِکُمْ (علیه السلام) مِنَ الْعُلَمَاءِ الدَّاعِیْنَ اِلَیْهِ وَ الدَّالِّیْنَ عَلَیْهِ وَ الذَّابِّیْنَ عَنْ دِیْنِه بِحُجَجِ وَ الْمُنْقِذِیْنَ لِضُعَفَاءِ عِبَادِ اللّٰهِ مِنْ شَبَاکِ اِبْلِیْس وَ مَرَدَتِهِ وَ مِنْ

فَخَاخِ النَّوَاصِبِ لَمَا بَقِیَ اَحَدٌ اِلَّا ارْتَدَّ عَنْ دِیْنِ اللّٰہِ وَ لٰکِنَّھُمُ الَّذِیْنَ یُمْسِکُوْنَ اَزِمَّۃَ قُلُوْبِ ضُعَفَاءِ الشِّیْعَۃِ کَمَا یُمْسِکُ صَاحِبُ السَّفِیْنَۃِ سُکَّانَھَا، اُولٰئِکَ ھُمُ الْاَفْضَلُوْنَ عِنْدَ اللّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ.

اگر قائمؑ کی غیبت کے بعد ایسے علماء نہ ہوتے کہ جو اس کی طرف دعوت دیتے، چاہنے والوں کے لئے ان کی روش کو بیان کرتے، برھان ودلیل سے ان کے دین کا دفاع کرتے، کمزور اور سیدھے سادے بندوں کو ابلیس اور اس کے چیلوں اور ناصبیوں اور راندۂ درگاہ لوگوں کے چنگل سے نجات نہ دلاتے تو تمام لوگ حق سے منہ موڑ لیتے اور ایمان کی حقیقت ان پر مشتبہ ہو جاتی۔ لیکن علماء نے کمزور شیعوں کے دلوں کی لگام اس طرح اپنے ہاتھ میں لے رکھی ہے جس طرح کشتی بان کشتی کے پتوار سنبھالتا ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالٰی کے نزدیک سب سے افضل ہیں۔



دنیا اور آخرت

عقل مند وہ ہے جو پائیدار اور باقی رہنے والی چیز کو اپنا لے اور عارضی اور فانی چیز سے دست بردار ہو جائے۔ دنیا آزمائش کی جگہ لیکن عارضی اور فانی ہے جبکہ آخرت اجر وثواب کا مقام اور باقی رہنے والی ہے۔ عقل مند انسان دنیا کی آزمائش میں کامیاب ہو کر آخرت کے باقی رہنے والے ثواب کو ترجیح دے گا۔

حدیث ۳۷

اِنَّ اللّٰہَ جَعَلَ الدُّنیا دَارَ بَلوىٰ، وَ الْآخِرَۃَ دَارَ عُقبىٰ، وَ جَعَلَ بَلوَى الدُّنیا لِثَوابِ الْآخِرَۃِ سَبَباً، وَ ثَوَابَ الْآخِرَۃِ مِنْ بَلوَى الدُّنیا عِوَضاً..

اللہ تعالیٰ نے دنیا کو جائے امتحان اور آخرت کو مکانِ نتیجہ قرار دیا ہے۔ اور دنیا کی بلاؤں کو آخرت کے ثواب کا سبب اور آخرت کے ثواب کو دنیا کی بلاؤں کا عوض بنایا ہے۔

☆......☆......☆

بردباری اور حلم

بردباری اور حلم ایک ایسی صفت ہے جو اگر ظالم کے پاس ہو تو اس کے ظلم کو چھپا دیتی ہے اور اگر حقدار کے پاس نہ ہو تو اس کے حق کو ضائع کر دیتی ہے۔

حدیث ۳۸

اِنَّ الظَّالِمَ الْحَالِمَ یَکَادُ اَنْ یُغطِّیَ عَلىٰ ظُلْمِهِ بِحِلْمِهِ وَ اِنَّ الْمُحِقَّ السَّفِیهَ یَکَادُ اَنْ یُطفِیَٔ نُوْرَ حَقِّهِ بِسَفَهِهِ..

ظالم لیکن بردبار انسان ممکن ہے اپنے ظلم پر اپنے حلم کے ذریعہ پردہ ڈال دے اور حقدار لیکن بے وقوف انسان اپنی حماقت سے اپنے ہی نورِ حق کو بجھا دے۔

☆......☆......☆

خالص دوست

اچھا دوست ایک نعمت ہے اسی لئے اگر کوئی اچھا اور مخلص دوست مل جائے تو اس کی دوستی کو ٹھکرانا نہیں چاہیے۔

حدیث ۳۹

مَنْ جَعَلَ لَکَ وُدَّہُ فَاجْمَعْ لَہُ طَاعَتَکَ..

جو تمہیں اپنی پر خلوص دوستی پیش کرے تم اسے اپنی اطاعت پیش کر دو۔

☆......☆......☆

دنیا

انسان جب کوئی کاروبار کرتا ہے تو وہ جانتا ہے کہ اس میں کبھی نفع ہوگا اور کبھی نقصان۔ اس لئے جب اسے نفع کے ساتھ نقصان ہوتا ہے تو اسے تکلیف نہیں ہوتی۔ دنیا بھی ایک بازار کی مانند ہے جہاں نفع و نقصان سب ممکن ہے انسان کو یہ سوچ کر کہ یہ عارضی مقام ہے نہ نفع کے حصول پر مغرور ہونا چاہیے اور نہ ہی نقصان کی صورت میں غمگین۔

حدیث ۴۰

اَلدُّنیَا سُوْقٌ رَبِحَ فِیْھَا قَوْمٌ وَ خَسِرَ فِیْھَا آخَرُوْنَ..

دنیا ایک بازار ہے جس میں کچھ لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں اور کچھ لوگ نقصان۔

☆......☆......☆

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

آپؑ کا اسمِ مبارک حسن، کنیت ابو محمد اور مشہور لقب عسکری ہے۔ ولادت باسعادت ۱۰ ربیع الثانی ۲۳۲ھ ہجری کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔

آپؑ کے والد ماجد کا نام حضرت علی نقی علیہ السلام اور والدہ کا اسمِ گرامی حدیثہ خاتون ہے۔ جس وقت متوکل عباسی نے آپ کے پدر بزرگوار امام علی نقی علیہ السلام کو مدینہ سے ہجرت پر مجبور کیا، آپؑ کا سن چار سال تھا۔ آپؑ بھی اپنے والد کے ساتھ سامرہ تشریف لے آئے۔ پھر اس کے بعد آلِ محمد علیہم السلام کو مراجعت کا موقع نہ مل سکا۔ امام حسن عسکریؑ نے کمسنی ہی سے ان آفات و مصائب کا تجربہ کیا جو حکومت کی طرف سے خاندانِ رسالت کو پیش آتے رہے اور پھر آپؑ کی اپنی زندگی مسلسل ابتلاء و آزمائش سے دوچار رہی جسے آپؑ نے اپنے لئے حصولِ سعادت و کرامت جان کر قبول فرمایا۔

وہ لوگ جنھیں پروردگار عالم نے انسانوں کی ہدایت کے لئے منتخب فرمایا ہے، ان کی زندگی کا ہر لمحہ پیروی کا نمونہ ہوتا ہے۔ امام حسن عسکری علیہ السلام کے بچپن کا واقعہ ہے کہ ایک دن آپؑ ایسی جگہ کھڑے تھے جہاں کچھ بچے کھیل کود میں مصروف تھے۔ اتفاقاً ادھر سے بہلول دانا گزرے۔ انھوں نے دیکھا کہ سب بچے کھیل کود میں مصروف ہیں اور آپؑ تنہا کھڑے گریہ فرما رہے ہیں۔ اس نے امامؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ شاید آپ اس چیز کے لئے رو رہے ہیں جس سے دوسرے بچے کھیل رہے ہیں۔ اگر ایسا

ہے تو میں ایسی ہی چیز آپ کو خرید کر لے دوں۔ آپؑ نے فرمایا کہ ہم کھیلنے کے لئے نہیں پیدا ہوئے بلکہ ہم علم وعبادت کے لئے خلق ہوئے ہیں۔ بہلول نے پوچھا کہ یہ آپ نے کیسے جانا؟ اس پر آپؑ نے فرمایا: کیا تم نے نہیں پڑھا کہ خدا فرماتا ہے کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تم کو عبث پیدا کیا ہے؟ اور کیا تم ہماری طرف پلٹ کر نہ آؤ گے؟

اپنے والد کی شہادت کے بعد منصبِ ہدایت کی براہِ راست ذمہ داری آپؑ سے متعلق ہوگئی اور اب حکومت کی مخالفت کا مرکز بھی آپؑ ہی کی ذات ٹھہری۔ حکومت نہیں چاہتی تھی کہ لوگوں کی آمد ورفت آپؑ کے پاس رہے، چنانچہ آپؑ کو نظر بندی کی مصیبت سے دوچار ہونا پڑا۔ مگر اس کے باوجود آپؑ کی علمی اور تبلیغی کوششیں جاری رہیں۔ آپؑ کے علمی کارناموں میں ایک کارنامہ تفسیر قرآن مجید ہے جو تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ آپؑ کے وہ بیانات وارشادات ہیں جو درس کے طور پر فرمائے گئے اور آپؑ کے دو شاگردوں نے آپؑ کے بعد انہیں ایک تفسیر کی صورت میں جمع کر دیا۔ اس تفسیر کا امامؑ سے انتساب تشنۂ تحقیق ہے۔

آپؑ کا کہنا ہے کہ ہم وہ ہیں جنہیں خدا نے صاحبِ قلم قرار دیا۔ قلم کی عظمت اور اس کی اثر آفرینی سے کون انکار کرسکتا ہے۔ دنیا کا تمام تہذیبی ارتقاء قلم کی کوشش سے مربوط ہے۔ صاحبِ قلم وہی لوگ ہیں جو انسانیت کی فلاح کے ضامن اور تہذیب اسلامی کے داعی ہیں۔

امام حسن عسکری علیہ السلام کی علمی خدمات میں ایک قابلِ ذکر واقعہ عراق کے ایک عظیم فلسفی اسحاق کندی کی ہدایت سے متعلق ہے۔ اسحاق کا خیال تھا کہ قرآن مجید کی آیتیں

اور مضامین ایک دوسرے کے ساتھ متصادم ہیں۔ اس موضوع پر وہ ایک کتاب ترتیب دے رہا تھا جس کا عنوان تھا ''تناقض القرآن''۔ امامؑ نے اس کے ایک شاگرد کو مشورہ دیا کہ وہ اسحاق کندی سے یہ سوال کرے کہ کیا ایسا ممکن نہیں ہے کہ قرآن کی کسی آیت کا جو مفہوم تجھے سمجھ آرہا ہو وہ اس مفہوم سے مختلف ہو جو خالق قرآن کا منشا ہے۔ قرآن میں تناقض ثابت کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ جو ہم سمجھ رہے ہیں وہی منشائے خداوندی ہو۔ اور چونکہ ایسا نہیں ہے اس لئے ہمارا یہ کہنا کہ قرآن میں تناقض پایا جاتا ہے صحیح نہیں۔ اسحاق کندی کیونکہ عالم اور ذہین شخص تھا وہ اس دلیل سے قائل ہو گیا اور اپنی کتاب کے مسودہ کو جلا دیا۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اپنے دور میں سب سے زیادہ صاحبِ علم وتقویٰ تھے۔ علم آپؑ کے خاندان کی میراث ہے جو امامت کے منصب جلیلہ کے لئے بنیادی ضرورت کی حیثیت رکھتا ہے۔ اپنے آبا واجداد کی طرح آپؑ کو بھی علم ودیعت فرمایا گیا تھا۔ آپؑ کی زندگی کا ایک بڑا مقصد علم کی اشاعت وتبلیغ کے ذریعے لوگوں کو دین کی معرفت سے فیضیاب کرنا تھا۔ حجتِ خدا ہونے کی حیثیت سے آپؑ کو کائنات پر تصرف حاصل تھا۔

آپؑ کو خدا نے ایک بہت بڑی امانت کا امین بنایا تھا۔ امام آخر، حجت قائم، حضرت امام مہدی عجل اللہ فرجہ کی ولادت آپؑ ہی کے صلب سے ہونا تھی۔ ہر چند مفاد پرست گروہ اور حکمران طبقہ اس بات کی حتی الامکان کوشش کرتا رہا کہ امام حسن عسکریؑ کے اولاد نہ ہو۔ اس مقصد کے پیش نظر امامؑ پر قید و بند کی سختیاں کی جاتی رہیں لیکن حکمِ خدا پورا ہوا اور امام حسن عسکری علیہ السلام کو قدرت نے وہ فرزند عطا فرمایا جو دین کے مکمل غلبہ کی

بشارت ہے۔

علم وحکمت کے ساتھ شجاعت وسخاوت امام حسن عسکری علیہ السلام کے کردار کی خصوصیات ہیں۔ آپؑ کے نزدیک اللہ کی عبادت اور بندوں کے حقوق کی ادائیگی دونوں اپنی اپنی جگہ اہم تھے۔ آپؑ کے اخلاق کی بلندی کے لئے اتنا اشارہ کافی ہے کہ آپؑ اس عظیم ہستی کے حقیقی جانشین تھے جس کا قول ہے کہ میری بعثت کا مقصد مکارمِ اخلاق کی تکمیل ہے۔ آپؑ کی حیات دنیوی کی مدت صرف ۲۸ سال ہے۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو عباسی خلیفہ معتمد نے زہر دلوایا۔ تاریخ شہادت ۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ ہے۔



امام حسن عسکری علیہ السلام کی وصیت

اہلبیت علیہم السلام سے محبت کا سب ہی دم بھرتے ہیں لیکن شیعیانِ اہلبیت علیہم السلام کو محبوں میں منفرد مقام حاصل ہے۔ محبّ اور شیعہ میں بنیادی فرق یہ ہے کہ محبّ صرف محبت کرتا ہے، جب کہ شیعہ محبت کے ساتھ پیروی بھی کرتا ہے۔ لہٰذا ہر شیعہ کی ذمہ داری ہے کہ اہلبیت علیہم السلام کی سیرت اور اقوال پر عمل کرے تا کہ ایک منفرد مقام اور ممتاز حیثیت کا مالک اور اہلِ بیت علیہم السلام کے لئے فخر کا باعث بنے۔ امام عسکریؑ شیعوں سے فرماتے ہیں:

حدیث ۱

أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَ الْوَرَعِ فِيْ دِيْنِكُمْ وَ الْاِجْتِهَادِ لِلّٰهِ وَ صِدْقِ الْحَدِيْثِ وَ أَدَاءِ الْأَمَانَةِ اِلٰى مَنِ ائْتَمَنَكُمْ مِنْ بَرٍّ أَوْ فَاجِرٍ وَ طُولِ السُّجُودِ وَ حُسْنِ الْجِوَارِ. فَبِهٰذَا جَاءَ مُحَمَّدٌ.

میں تمہیں اللہ سے ڈرنے اور اپنے دین میں پرہیزگاری اختیار کرنے اور اللہ کی خاطر کوشش کرنے اور سچ بولنے اور جو بھی تمہیں امین بنائے اس کو امانت واپس کر دینے خواہ وہ نیک ہو یا برا اور طویل سجدے کرنے اور اچھی ہمسائیگی کی وصیت کرتا ہوں۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہی باتوں کے ساتھ مبعوث ہوئے تھے۔

شیعہ کیا کرے!

یہ وضاحت کرتے ہوئے کہ کس طرح ہم ان کے لئے فخر کا باعث بن سکتے ہیں، فرماتے ہیں:

حدیث ۲

اِتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُونُوا لَنا زَیْناً وَ لاتکُونُوا شَیْناً.

اللہ سے ڈرو اور ہمارے لئے زینت بنو اور باعثِ شرمندگی نہ بنو۔

☆......☆......☆

مانگنے سے بھتر..!

دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانا عزت اور وقعت کو خاک میں ملا دیتا ہے۔اس لئے قناعت اور بردباری کو بہترین دولت قرار دیا گیا ہے۔ اس بارے میں امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳

اِدْفَعِ الْمَسْأَلَةَ مَا وَجَدْتَ التَّحمُّلَ یُمْکِنُکَ فَاِنَّ لِکُلِّ یَوْمٍ خَیْراً جَدِیْداً. وَ الْاِلْحَاحُ فِی الْمَطَالِبِ یَسْلُبُ الْبَهَاءَ.

جب تک تمہارے لئے ممکن ہو کسی سے مانگو نہیں کیونکہ ہر دن کے لئے ایک نئی خوبی ہے۔اور طلب پر اصرار کرنا اہمیت کو ختم کر دیتا ہے۔

☆......☆......☆

جو بوؤگے وہ کاٹو گے

زندگی گزر جائے، دنیا ختم ہو جائے، آخر کار انسان کے نصیب میں وہی آئے گا جو اس نے بویا ہے؛ اگر نیکی تو خوشحالی اور اگر بدی تو ندامت۔ اس بارے میں امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۴

اِنَّكُمْ فِي اٰجَالٍ مَنْقُوصَةٍ وَ اَيَّامٍ مَعْدُودَةٍ، وَ الْمَوْتُ يَاْتِي بَغْتَةً. مَنْ يَزْرَعْ خَيْراً يَحْصُدْ غِبْطَةً وَ مَنْ يَزْرَعْ شَرّاً يَحْصُدْ نَدَامَةً. لِكُلِّ زَارِعٍ مَا زَرَعَ. لَايَسْبِقُ بَطِيْءٌ بِحَظِّهِ، وَ لَايُدْرِكُ حَرِيصٌ مَا لَمْ يُقَدَّرْ لَهُ. مَنْ أُعْطِيَ خَيْراً فَاللّٰهُ أَعْطَاهُ وَ مَنْ وُقِيَ شَرّاً فَاللّٰهُ وَقَاهُ.

تمہاری عمر گھٹتی ہوئی اور دن گنے ہوئے ہیں اور موت اچانک آجائے گی۔ جو نیکی بوئے گا وہ خوشی کی فصل کاٹے گا اور جو برائی کاشت کرے گا وہ ندامت پائے گا۔ ہر کاشت کرنے والے کے لئے وہی ہے جو اس نے بویا ہے۔ سست انسان کو بھی اس کا حصہ ملے گا اور حریص کو وہ کچھ نہیں مل سکتا جو اس کے مقدر میں نہیں ہے۔ جسے کوئی خوبی ملی ہے تو اسے اللہ نے عطا کی ہے اور جسے کسی برائی سے بچایا گیا ہے تو اسے اللہ نے ہی بچایا ہے۔

☆......☆......☆

عبادت کثرت نہیں تفکر ہے

بہت سے لوگ کثرت سے عبادت کرتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں لیکن اس کثرتِ عبادت کے آثار نظر نہیں آتے اس لئے کہ یہ عبادت تفکر سے خالی

ہوتی ہے۔ لہذا قربِ خداوندی بھی حاصل نہیں ہو پاتا۔ وہ عبادت جو عبد کو معبود سے نزدیک نہ کرے، اس میں تعبد پیدا نہ کرے ایسی عبادت کا کیا فائدہ؟! چنانچہ امام حسن عسکری علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۵

لَیْسَتِ الْعِبَادَةُ کَثْرَةَ الصَّوْمِ وَ الصَّلاةِ، وَ اِنَّمَا الْعِبَادَةُ کَثْرَةَ التَّعَبُّدِ: أَلتَّفَکُّرُ فِی أَمْرِ اللّٰهِ.

عبادت صوم وصلاۃ کی زیادتی نہیں ہے۔ عبادت تو صرف تعبد کی کثرت یعنی امرِ الٰہی میں غور وفکر کرنا ہے۔



روزے کا ایک فلسفہ

اللہ تعالیٰ کے بیان کئے ہوئے تمام احکامات کسی نہ کسی فلسفے اور فائدے پر مبنی ہوتے ہیں۔ روزہ بھی بہت سے فوائد کا حامل ہے۔ ان میں جسمانی، روحانی، طبی، معاشی، معاشرتی اور اقتصادی فوائد شامل ہیں۔ روزے کا ایک معاشرتی فائدہ بیان کرتے ہوئے امام حسن عسکری علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ٦

فَرَضَ اللّٰهُ الصَّوْمَ لِیَجِدَ الْغَنِیُّ مَسَّ الْجُوْعِ فَیَحْنُوَ عَلَی الْفَقِیْرِ.

اللہ تعالیٰ نے روزہ فرض کیا ہے تاکہ مالدار بھی بھوک کا مزہ چکھ لے اور اس طرح غربت کی طرف توجہ کرے۔



دو رُخی

دو رُخی (منافقت) انسان کے اندر بہت سے مفاسد پیدا کر دیتی ہے، اسے جھوٹا، خیانت کار اور دھوکے باز بناتی ہے اور ساتھ ہی اسے حق اور حقیقت سے بھی دور کر دیتی ہے۔ ایسے شخص کی جملہ برائیوں میں سے ایک بنیادی برائی یہ ہے کہ اپنے غلط اور بے جا مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے دو رُخی پالیسی اور منافقت اختیار کر لیتا ہے۔ اس کے بارے میں امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۷

بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْداً یَکُونُ ذَا وَجْهَیْنِ وَ ذَا لِسَانَیْنِ، یَطْرِیْ أَخَاهُ شَاهِداً وَّ یَأْکُلُهُ غَائِباً، اِنْ أُعْطِیَ حَسَدَهُ وَ اِنِ ابْتُلِیَ خَانَهُ.

بدترین بندہ وہ ہے جس کے دو چہرے اور دو زبانیں ہوں۔ اپنے بھائی کی موجودگی میں اس کی تعریف کرے اور اس کی غیر موجودگی میں اس کی برائی کرے۔ اگر اس کے بھائی کو کچھ مل جائے تو وہ حسد کرنے لگتا ہے اور اگر وہ کسی مشکل میں گرفتار ہو جائے تو اس سے خیانت کرتا ہے۔

☆......☆......☆

دوستی اور دشمنی

دوستی اور دشمنی زندگی کا حصہ ہیں۔ جہاں انسان کو اچھے مقاصد کے حصول کے لئے اچھے لوگوں کی دوستی کی ضرورت ہے وہاں برے مقاصد سے دور رہنے کے لئے برائی اور برے لوگوں سے دشمنی بھی ضروری ہے۔ کیونکہ برائی کے خاتمے کے لئے اس کے ساتھ دشمنی ضروری ہے۔ اسی لئے امام حسن عسکری علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۸

حُبُ الْأَبْرَارِ فَضِيلَةٌ لِلْأَبْرَارِ وَ بُغْضُ الْفُجَّارِ لِلْأَبْرَارِ زَيْنٌ لِلْأَبْرَارِ وَ بُغْضُ الْأَبْرَارِ لِلْفُجَّارِ خِزْيٌ لِلْفُجَّارِ.

نیک لوگوں کو نیکوں سے دوستی رکھنا ان کے لئے باعثِ فضیلت ہے۔ اور برے لوگوں کا نیکوں سے دشمنی رکھنا نیکوں کے زینت ہے۔ اور نیکوں کی برے لوگوں کے ساتھ دشمنی رکھنا خود بروں کے لئے ذلت وخواری ہے۔

☆......☆......☆

قضائے الٰهی

اکثر دیکھا گیا ہے کہ بہت لوگ ذرا سی مصیبت پڑنے پر بہت زیادہ نالہ وفریاد کرتے ہیں۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ فلسفۂ موت وحیات سے آگاہ نہیں ہیں اور قضائے الٰہی کی حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ امامؑ اس بارے میں بہت خوبصورت، جامع لیکن مختصر جملہ ارشاد فرماتے ہیں:

حدیث ۹

اِذَا كَانَ الْمَقْضِيُّ كَائِناً فَالضَّرَّاءَ ةُ لِمَاذَا؟

جب قضائے الٰہی حتمی ہے تو نالہ وفریاد کس لئے؟

☆......☆......☆

مومن

مومن دوسرے مومن کے لئے خیر و برکت کا باعث ہے۔ اس لئے کہ اس کے لئے راہ گشا اور مشکل کشا ہے جب کہ کافر کے لئے حجت ہے کہ کافر مومن کی زندگی دیکھ کر اپنی زندگی کا جائزہ لے اور عبرت حاصل کرے۔

حدیث ۱۰

اَلْمُؤْمِنُ بَرَکَةٌ عَلَی الْمُؤْمِنِ وَ حُجَّةٌ عَلَی الْکَافِرِ.

مومن دوسرے مومن کے لئے بابرکت اور کافر پر حجت ہے۔

☆......☆......☆

احمق اور عقل مند میں فرق

بے وقوف اور احمق انسان اپنے دل کی ہر بات زبان پر لے آتا ہے جب کہ عقل مند انسان زبان کو قابو میں رکھتا ہے اور سوچ سمجھ کر صرف وہ بات جس کے بولنے میں مصلحت ہو وہی زبان پر جاری کرتا ہے۔

حدیث ۱۱

قَلْبُ الْأَحْمَقِ فِیْ فَمِهِ وَ فَمُ الْحَکِیْمِ فِیْ قَلْبِهِ.

احمق کا دل اس کے منہ میں اور صاحبِ حکمت کی زبان اس کے دل میں ہوتی ہے۔

☆......☆......☆

غصہ

غصہ میں انسان دیوانے کی مانند ہوتا ہے اور دیوانا اور پاگل شخص ہر برائی انجام دے سکتا ہے۔ اس لئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۲

اَلْغَضَبُ مِفْتَاحُ کُلِّ شَرٍّ.

غصہ ہر برائی کی چابی ہے۔

کینہ اور بغض

کینہ اور بغض نہ خود کو سکون لینے دیتا ہے اور نہ ہی دوسروں کو چین کا سانس لینے دیتا ہے۔ اس لئے امامؑ کینہ رکھنے والے شخص کے بارے میں فرماتے ہیں:

حدیث ۱۳

أَقَلُّ النَّاسِ رَاحَةً أَلْحَقُودُ.

انسانوں میں سب سے زیادہ کم سکون، کینہ توز شخص ہوتا ہے۔

☆......☆......☆

بهترین افراد

انسان کی زندگی کا مقصد قربِ پروردگار ہے اور یہی اس کی کامیابی کا راز ہے۔ جب انسان اپنے پروردگار کا قرب چاہتا ہے تو اسی کی رضا اور خوشنودی کے لئے ہر کام انجام دیتا ہے چاہے اسے خود کتنی ہی تکلیف اٹھانی پڑے۔ پھر واجبات کی ادائیگی، محرمات اور گناہوں سے پرہیز کے ساتھ مشکوک چیزوں سے بھی پرہیز کرتا ہے۔ امامؑ دیندار لوگوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حدیث ۱۴

أَوْرَعُ النَّاسِ مَنْ وَقَفَ عِنْدَ الشُّبْهَةِ، أَعْبَدُ النَّاسِ مَنْ أَقَامَ الْفَرَائِضَ، أَزْهَدُ النَّاسِ مَنْ تَرَكَ الْحَرَامَ، أَشَدُّ النَّاسِ اِجْتِهَاداً مَنْ تَرَكَ الذُّنُوبَ.

پرہیزگارترین انسان وہ ہے جو مشکوک اور مشتبہ چیزوں سے بھی پرہیز کرے۔ عبادت گزارترین شخص وہ ہے جو واجبات وفرائض کو انجام دے۔ زاہدترین انسان وہ ہے جو حرام کو چھوڑ دے۔ سب سے زیادہ کوشش کرنے والا انسان وہ ہے جو گناہوں کو ترک کردے۔

رزق کی فکر

کسبِ رزقِ حلال عبادت ہے اور اس کے لئے کوشش اور جد و جہد کرنا واجبات میں سے ہے لیکن اس کی ایک حد ہے کیونکہ جتنا رزق انسان کی تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے انسان جتنی بھی کوشش کرے اس سے زیادہ نہیں مل سکتا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

حدیث ۱۵

لَایَشْغَلُکَ رِزْقٌ مَضْمُونٌ عَنْ عَمَلٍ مَفْرُوضٍ.

جس رزق کی ضمانت دی جا چکی ہے وہ تمہیں فرائض پر عمل کرنے سے نہ روک دے۔

☆......☆......☆

حد سے زیادہ طہارت

اکثر دیکھا گیا ہے کہ لوگ طہارت کے معاملے میں بہت ہی زیادہ محتاط ہوتے ہیں اور یہی احتیاط آہستہ آہستہ ان کا وسواس بن جاتی ہے۔ ایسی صورت میں وہ ایک نیک کام کرتے ہوئے حرام کام میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ بار بار غسل کرنا، وضو کرنا، پانی اور وقت کا ضیاع ہے جو اسراف میں شامل ہے اور اسراف حرام۔ ایک حرام کے ساتھ ہمارا نیک عمل کیسے قبول ہو سکتا ہے؟! اسی لئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۶

مَنْ تَعَدّیٰ فِیْ طُھُوْرِہٖ کَانَ کَنَاقِضِہٖ ...

جس نے طہارت (وضو، غسل وغیرہ) کرنے میں زیادہ پانی صرف کیا گویا اس نے طہارت کو توڑ دیا۔

☆......☆......☆

حقوق کی ادائیگی

دوسروں کے حقوق ادا کرنا جہاں عمر اور رزق میں اضافہ، پاکیزگی اعمال اور گناہوں کی بخشش کا باعث ہے وہاں اس کا اہم ترین اثر یہ بھی ہے کہ جب انسان دوسروں کا خیال رکھتا ہے، ان کے حقوق ادا کرتا ہے تو اس کا یہ عمل اسے محبوب اور ہر دلعزیز بنا دیتا ہے۔ اس کے بالکل برعکس اگر کوئی حقوق کی ادائیگی نہ کرے تو وہ کتنا ہی صاحبِ عزت کیوں نہ ہو لوگوں کی نظروں سے گر جاتا ہے۔

حدیث ۱۷

مَا تَرَکَ الْحَقَّ عَزِیْزٌ اِلَّا ذَلَّ وَ لَاأَخَذَ بِهِ ذَلِیْلٌ اِلَّا عَزَّ.

جس صاحبِ عزت نے حق کو ترک کیا وہ ذلیل ہوا اور جس ذلیل انسان نے حق کو حاصل کیا وہ عزیز ہوا۔

☆......☆......☆

دو بہترین صفات

خدا کی عبادت اور بندوں کی خدمت دو ایسی صفات ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں۔ کیونکہ خدا پر ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے بندوں سے محبت کی جائے اور ان کی خدمت کی جائے۔ اس لئے امامؑ دو بہترین صفات کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حدیث ۱۸

خَصْلَتَانِ لَیْسَ فَوْقَهُمَا شَیْءٌ: اَلْإِیْمَانُ بِاللّٰهِ وَ نَفْعُ الْأَخْوَانِ...

دو خصلتیں ایسی ہیں جن سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں: اللہ پر ایمان اور بھائیوں کو فائدہ پہنچانا۔۔

گستاخ اولاد

نیک اور بد صفات کی بنیاد بچپن ہی میں پڑ جاتی ہے اس لئے کمسنی میں اچھی تربیت کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ اگر بچپنے میں بری صفات جڑ پکڑ جائیں تو نوجوانی میں تناور درخت بن جاتی ہیں اور اس کا سب سے بڑا نقصان والدین کو پہنچتا ہے۔ درج ذیل حدیث ان والدین کے لئے جن کی اولاد کمسنی کی منازل طے کر رہی ہے ایک لمحۂ فکریہ ہے۔

حدیث ۱۹

جُرْأَةُ الْوَلَدِ عَلیٰ وَالِدِهِ فِیْ صِغَرِهِ تُوْدِعُهُ اِلَی الْعُقُوقِ فِیْ کِبَرِهِ...

بچپن میں باپ کے مقابلے میں بیٹے کی جسارت، بڑی عمر میں اسے نافرمانی تک پہنچادے گی۔

☆......☆......☆

جہالت کا نقصان

جاہل شخص اپنی کم علمی کی وجہ سے خود بھی نقصان اٹھاتا ہے اور اپنے دوستوں کو بھی زحمت میں ڈال دیتا ہے۔ اکثر اوقات اس کی وجہ سے دوسروں کو شرمندگی اٹھانا پڑتی ہے۔ اسی لئے جاہل سے دور رہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

حدیث ۲۰

صَدِیْقُ الْجَاهِلِ تَعَبٌ.

جاہل انسان کا دوست رنج و زحمت (میں ہوتا) ہے۔

☆......☆......☆

پوشیدہ نصیحت

خیر خواہ ہمیشہ تنہائی میں نصیحت کرنے کو ترجیح دیتا ہے اس لئے کہ اس کا مقصد اپنی بڑائی جتانا نہیں بلکہ دوسرے کی اصلاح کرنا ہے اور اصلاح کے لئے ضروری ہے کہ اس کے عیب کو صرف اسی سے بیان کیا جائے۔ اس طرح اس کی عزت اور شخصیت بھی محفوظ رہتی ہے اور نصیحت کا اثر بھی ہوتا ہے۔ اسی لئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۱

مَنْ وَعَظَ سِرّاً فَقَدْ زَانَهُ وَ مَنْ وَعَظَ عَلانِيَةً فَقَدْ شَانَهُ...

جس نے کسی کو تنہائی میں نصیحت کی اس نے اسے سنوار دیا اور جس نے علی الاعلان کسی کو نصیحت کی اس نے اسے رسوا کر دیا۔

☆......☆......☆

مومن کے لئے قبیح

نیکی انسان کے لئے زینت ہے اور اس کی عزت و احترام کو بڑھاتی ہے جب کہ گناہ اس کے لئے ذلت اور رسوائی کا باعث ہے اس لئے وہ کبھی بھی ایسا عمل انجام نہیں دے گا جو ذلت و رسوائی کا سبب بنے۔ اسی لئے امام عسکری علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۲۲

مَا أَقْبَحَ بِالْمُؤْمِنِ أَنْ تَكُونَ لَهُ رَغْبَةٌ تُذِلُّهُ...

مومن کے لئے کس قدر قبیح ہے کہ وہ ایسی چیز سے دل لگائے جو اسے ذلیل و رسوا کر دے۔

☆......☆......☆

ادب، بے ادب سے

لقمان حکیم سے کسی نے سوال کیا کہ ادب کس سے سیکھا؟ جواب دیا: بے ادبوں سے۔ پوچھا گیا۔ کس طرح؟ بولے: جو وہ انجام دیتے تھے میں اس سے دوری اختیار کر لیتا۔ اسی حکمت کو امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۳

كَفَاكَ أَدَباً تَجَنُّبُكَ مَا تَكْرَهُ مِنْ غَيْرِكَ...

تمہارے ادب کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ تم ان چیزوں سے پرہیز کرو، جسے تم دوسروں سے اچھا نہیں سمجھتے۔

☆......☆......☆

بہترین دوست

اچھا دوست ایک نعمت ہے۔ مستحکم اور پائیدار دوستی کی بنیاد یہ ہے کہ غلطیوں پر درگذر سے کام لیا جائے اور احسان کو ہمیشہ یاد رکھا جائے۔ امامؑ کا ارشاد ہے:

حدیث ۲۴

خَيْرُ أَخْوَانِكَ مَنْ نَسِيَ ذَنْبَكَ اِلَيْهِ وَ ذَكَرَ اِحْسَانَكَ اِلَيْهِ.

تمہارا بہترین (دینی) بھائی وہ ہے جو اپنے بارے میں تمہاری خطاؤں کو بھول جائے اور اپنے اوپر تمہاری نیکیوں کو یاد رکھے۔

☆......☆......☆

بندوں سے خوف

محبوب سے سچی محبت ہو تو اس سے خلوت محبّ کی سب سے بڑی آرزو ہوتی ہے۔ چنانچہ جب خدا سے انسیت ہو جائے تو اس کی علامت کیا ہے؟ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۵

مَنْ أَنَسَ بِاللّٰهِ اِسْتَوْحَشَ مِنَ النَّاسِ...

جس نے خدا سے انس اختیار کیا اسے لوگوں سے وحشت ہوگی۔

☆......☆......☆

انکساری کی علامتیں

تواضع اور انکساری زینت ہے جو انسان کے دکھانے سے نہیں بلکہ عمل سے ظاہر ہوتی ہے۔اس کی علامات بیان کرتے ہوئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۶

مِنَ التَّوَاضُعِ أَلسَّلَامُ عَلیٰ كُلِّ مَنْ تَمُرُّ بِهِ، وَ الْجُلُوسُ دُونَ شَرَفِ الْمَجْلِسِ.

تواضع اور انکساری کی ایک علامت جس کے پاس سے گزرو اسے سلام کرنا اور مجلس میں نچلے مقام پر بیٹھنا ہے۔

جھوٹ

مقاصد کے حصول میں جلد بازی اور آسائش کی خواہش کے تحت انسان جھوٹ بول دیتا ہے جو ممکن ہے اسے عارضی فائدہ پہنچادے لیکن انسان کا اعتبار ختم کر کے اسے دائمی نقصان پہنچاتا ہے۔جھوٹ انسان کو دیگر بیماریوں میں بھی مبتلا کرتا ہے۔

حدیث ۲۷

جُعِلَتِ الْخَبَائِثُ فِیْ بَیْتٍ وَ جُعِلَ مِفْتَاحُهُ الْكِذْبُ...

تمام برائیاں ایک گھر میں رکھ دی گئی ہیں اور جھوٹ کو اس کی چابی قرار دیا گیا ہے۔

بسم اللہ کی اھمیت

اکثر لوگ اسمِ اعظم تلاش کرتے پھرتے ہیں تا کہ اس کا واسطہ دے کر اپنی حاجتیں طلب کریں۔ بسم اللہ کے بارے میں امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ أَقْرَبُ اِلَى اسْمِ اللّٰهِ الْأَعْظَمِ مِنْ سَوَادِ الْعَيْنِ اِلٰى بَيَاضِهَا.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللہ کے اسمِ اعظم سے اس سے زیادہ نزدیک ہے جتنی آنکھ کی سیاہی سے اس کی سفیدی۔

☆......☆......☆

برے ساتھیوں سے پرھیز

انسان عام طور پر برے دوستوں سے نقصان ہی اٹھاتا ہے جس کی بنیادی وجہ ان کی فاسد اور شریر طبیعت ہوتی ہے۔ اسی لئے ہمیشہ اچھے دوستوں کی رفاقت، میل جول اور ان کے ساتھ کام کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اچھے دوستوں کی پاک و پاکیزہ طبیعت نہ صرف یہ کہ انھیں نقصان نہیں پہنچاتی بلکہ بہت سے نقصانات سے محفوظ بھی رکھتی ہے۔ اس لئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۹

أَللِّحَاقُ بِمَا تَرْجُو خَيْرٌ مِنَ الْمُقَامِ مَعَ مَنْ لَاتَأْمَنُ شَرَّهُ...

ایسے سے مل جانا جس سے تمہیں خیر کی امید ہو بہتر ہے اس انسان کے ساتھ سے جس کے شر سے محفوظ نہیں ہو۔

غصہ... سکون کی بربادی

نادان انسان ہمیشہ غصہ کو اپنے سر پر سوار رکھتا ہے جس سے اس کا سکون مٹ جاتا ہے جب کہ بردبار انسان غصہ پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہے اور صبر اور حلم کا ہتھیار استعمال کرتے ہوئے اسے اپنے اوپر سوار نہیں ہونے دیتا اسی وجہ سے ہمیشہ پرسکون رہتا ہے۔ارشادِ امامؑ ہے:

حدیث ۳۰

اَلْجَهْلُ خَصْمٌ، وَ الْحِلْمُ حُكْمٌ، وَ لَمْ يَعْرِفْ رَاحَةَ الْقَلْبِ مَنْ لَمْ يَجْرَعْهُ الْحِلْمُ غُصَصَ الْغَيْظِ...

جہالت دشمن ہے اور بردباری حکمت ہے۔ جو انسان اپنے غم و غصے کو بردباری کے ذریعے رفتہ رفتہ نہ پیئے گا اسے قلبی سکون نصیب نہیں ہوگا۔۔۔

☆......☆......☆

اچھے اور برے انسان میں فرق

ایک نیک طینت اور بدطینت انسان میں فرق یہ ہے کہ۔۔ کریم اور نیک طینت شخص کسی کے احسان کو فراموش نہیں کرتا اور اپنے ساتھ کی جانے والی نیکی کا جواب محبت سے دیتا ہے لیکن پست فطرت اور بدطینت انسان احسان فراموش ہوتا ہے اور احسان کا غلط مطلب لیتا ہے۔اسی لئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۱

نَائِلُ الْكَرِيمِ يُحَبِّبُكَ اِلَيْهِ وَ نَائِلُ اللَّئِيمِ يَضَعُكَ لَدَيْهِ...

کریم انسان کی خدمت تمہیں اس کے نزدیک محبوب بنادے گی اور پست فطرت انسان کی خدمت تمہیں اس کے نزدیک پست کردے گی۔

شاکر اور عارف

عام طور پر نعمت کے چھن جانے کے بعد اس کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ لیکن بہت سے شاکر بندے ایسے ہیں جو نعمت کی موجودگی ہی میں اس کی اہمیت سمجھ لیتے ہیں اور ان کا یہ عرفان انھیں شکرِ نعمت پر مجبور کر دیتا ہے۔ چنانچہ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۲

لَایَعْرِفُ النِعْمَةَ اِلَّا الشَّاکِرُ وَ لَایَشْکُرُ النِعْمَةَ اِلَّا الْعَارِفُ...

شکر کرنے والے کے علاوہ کوئی نعمت کی معرفت حاصل نہیں کر سکتا اور معرفت رکھنے والے کے سوا کوئی نعمت کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔۔۔

☆......☆......☆

چاپلوسی ندامت کا سبب

کسی کی چاپلوسی اور بے جا تعریف ندامت کا باعث ہوتی ہے۔ اس لئے کہ کسی کے اندر موجود صفات جلد یا بدیر سامنے آ ہی جاتی ہیں۔ اور جب حقیقت سامنے آئے گی تو اس کے برخلاف بیان کرنے والا بدنام بھی ہوگا۔ اسی لئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۳

مَنْ مَدَحَ غَیْرَ الْمُسْتَحِقِّ فَقَدْ قَامَ مُقَامَ الْمُتَّهِمِ.

جس نے غیر مستحق کی تعریف کی وہ مقامِ تہمت پر آ گیا۔

☆......☆......☆

راز و نیاز

محبوب کے ساتھ خلوت اور جلوت میں راز و نیاز ہر سچے عاشق کی دیرینہ خواہش ہوتی ہے۔ اگر کوئی عابد و عارف اپنے معبود حقیقی کے عشق کا دعویٰ کرے تو یہ دعویٰ

نصف شب میں پروردگار سے راز و نیاز کے بغیر سچا نہیں ہوسکتا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ عشق بھی کرے اور نیند کے مزے بھی لے؟!

حدیث ۳۴

اِنَّ الْوُصُوْلَ اِلَی اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ سَفرٌ لَایُدْرَکُ اِلَّا بِامْتِطَاءِ اللَّیْلِ...

اللہ تعالیٰ تک پہنچنا ایک ایسا سفر ہے جو شب بیداری کے بغیر ممکن نہیں۔۔۔

بے جا ہنسی مذاق

ہنسی مذاق انسان کی طبیعت میں شامل ہے لیکن اس کا ایک وقت اور ایک حد ہے۔ بے جا مذاق اور بلا وجہ ہنسنا جہالت اور نادانی کی علامت ہے۔

حدیث ۳۵

مِنَ الْجَهْلِ اَلضِّحْکُ مِنْ غَیْرِ عُجْبٍ...

بے جا ہنسی جہالت ہے۔

☆......☆......☆

محبت کا مستحق

دوسروں کا دکھ درد بانٹنا اور ان کے مسائل حل کرنا لوگوں کے ساتھ محبت کی علامت ہے۔ ایسا ہی شخص جوابی محبت کا بھی حقدار ہے۔ اسی لئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۶

أَوْلَی النَّاسِ بِالْمَحَبَّةِ مَنْ أَمَّلُوهُ...

جس سے لوگوں کو (اچھی) امید ہو وہ محبت کا زیادہ سزاوار ہے۔

☆......☆......☆

اچھا پڑوسی

اچھا پڑوسی مل جانا انسان کی سعادت اور خوش بختی ہے جو اس کے دکھ درد میں شریک ہو، اس کی خامیوں کو چھپائے اور اچھائیوں کو بیان کرے۔ لیکن اگر پڑوسی اس کے برعکس ہو تو۔۔؟ امام حسن عسکریؑ اس حقیقت کو اس طرح بیان فرماتے ہیں:

حدیث ۳۷

مِنَ الْفَوَاقِرِ الَّتِیْ تَقْصِمُ الظَّھْرَ جَارٌ اِنْ رَأیٰ حَسَنَةً أَطْفَأَھَا وَ اِنْ رَأیٰ سَیِّئَةً أَفْشَاھَا.

ایسا ہمسایہ جو (تمہاری) نیکی کو دیکھے تو چھپالے اور (تمہاری) برائی کو دیکھے تو اسے فاش کردے، کمر توڑ دینے والی مصیبت ہے۔

☆......☆......☆

عزت و احترام کا خاتمہ

بے جا بحث و مباحثہ انسان کی شخصیت کو ختم کر دیتا ہے اور اس کی عزت میں کمی آجاتی ہے۔ اسی طرح حد سے زیادہ ہنسی مذاق اور دوسروں کا مذاق اڑانا اس کے احترام کو ختم کر کے اس بات کا موقع فراہم کرتا ہے کہ اس کا بھی مذاق اڑایا جائے۔

حدیث ۳۸

لَاتُمَارِ فَیَذْھَبَ بَھَاؤُکَ وَ لَاتُمَازِحْ فَیُجْتَرَأَ عَلَیْکَ...

بحث نہ کرو کہ تمہارا احترام ختم ہو جائے گا اور نہ مزاح کرو کہ دوسرے تم پر گستاخ ہو جائیں گے۔

☆......☆......☆

انکساری

انکساری اور تواضع سے انسان کے عزت واحترام میں اضافہ ہوتا ہے۔اس کے علاوہ جوشخص حقیقتاً انکساری سے کام لے اس کے بارے میں امام حسن عسکریؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۹

مَنْ رَضِیَ بِدُونِ الشَّرَفِ مِنَ الْمَجْلِسِ لَمْ یَزَلِ اللّٰهُ وَ مَلٰئِکَتُهُ یُصَلُّونَ عَلَیْهِ حَتّٰی یَقُومَ مِنَ الْمَجْلِسِ.

جومجلس میں اپنے مقام سے کمتر پر راضی ہو جائے اللہ تعالیٰ اور فرشتے اس پر درود بھیجتے رہتے ہیں جب تک وہ وہاں سے اٹھ نہ جائے۔

☆......☆......☆

مقدر پر راضی

رزقِ حلال کے حصول کی کوشش کرنا اور مقدرات پر راضی رہنا ایک الٰہی انسان کی اہم صفات ہیں۔ یہ صفات جہاں اسے بے کار اور عبث کوششوں سے بچاتی ہیں وہاں اسے مطمئن اور پرسکون بھی رکھتی ہیں۔ جب کہ حرص وہوس فضول کی محنت اور مشقت پر مجبور کرنے کے ساتھ سکون بھی چھین لیتی ہے۔اسی لئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۴۰

اَلْمَقَادِیرُ الْغَالِبَةُ لَاتُدْفَعُ بِالْمُغَالَبَةِ، وَ الْأَرْزَاقُ الْمَکْتُوبَةُ لَاتُنَالُ بِالشَّرَهِ وَ الْمُطَالَبَةِ ... تَذَلَّلْ لِلْمَقَادِیرِ نَفْسَکَ، وَ اعْلَمْ أَنَّکَ غَیْرُ نَائِلٍ بِالْحِرْصِ اِلَّا مَا کُتِبَ لَکَ.

حتمی تقدیر کو جھگڑے سے دور نہیں کیا جا سکتا اور جو روزی لکھ دی گئی ہے اسے لالچ اور مطالبہ سے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔۔۔ تقدیر کے مقابلے میں سر تسلیم خم کر دو اور جان لو کہ تم لالچ سے سوائے اس کے کچھ حاصل نہیں کر سکتے جو تمہارے لئے لکھ دیا گیا ہے۔

صاحبِ العصر والزمان حضرت امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف

خاتمِ سلسلۂ امامت حضرت امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم نام ہیں۔ آپؑ کو امام مہدی، امامِ منتظر، حجۃ اللہ، خلفِ صالح، صاحب الامر، صاحب العصر والزمان اور قائمِ آلِ محمد جیسے القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔

آپ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے فرزند ہیں۔ آپؑ کا پدری نسب نامہ یہ ہے: حضرت امام مہدی بن حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی و فاطمہ بنتِ رسول صلواۃ اللہ علیہ وعلیہم اجمعین۔ نسلِ رسالت کی بقا اور نورِ رسالت کا فروغ آپؑ کے دم سے قائم ہے۔ آپؑ کی والدہ جنابِ نرجس خاتون ہیں۔ والدہ کی طرف سے آپؑ کا سلسلۂ نسب حضرت شمعون تک منتہی ہوتا ہے جو جنابِ عیسیٰؑ کے وصی تھے۔

حضرت امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کی ولادت باسعادت ۱۵ شعبان ۲۵۵ ھ بوقت صبح صادق بروز جمعہ ہوئی۔ حضرت کی جائے ولادت سامرہ ہے۔

آپؑ کا عہدِ امامت ۲۶۰ ھ میں ۹ ربیع الاول کی مبارک تاریخ سے شروع ہوا۔ اس وقت آپؑ کا سنِ مبارک پانچ سال تھا۔ حضرت کا عہدِ امامت آج تک جاری ہے اور جب تک مشیتِ الٰہی ہوگی جاری رہے گا۔ آپؑ کی مدتِ حیات اور دورِ امامت کی مدت کا علم صرف اللہ کو ہے۔ آپؑ انبیاءؑ و آئمہؑ کے کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے والے

ہیں۔آپ ہی کے متعلق آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ اگر دنیا کا پورا زمانہ ختم ہو جائے تب بھی خدا آخری دن کو اتنا بڑھا دے گا کہ اس دن ایک شخص کو جو مجھ سے ہے مبعوث کرے گا جس کا نام میرا نام ہوگا۔ وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے لبریز ہوگی۔اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ حضرت امام مہدی عجل اللہ فرجہ کا ظہور یقینی امر ہے۔

خالقِ کائنات نے اس کائنات کو عبث خلق نہیں کیا بلکہ یہ کائنات حق کے ساتھ خلق ہوئی اور منشاء الٰہی یہ ہے کہ حق ظاہر ہو اور باطل مٹ جائے۔ بیشک باطل ہے ہی مٹنے والی شے۔ اللہ نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ ہر دین پر غالب ہو جائے۔ پوری کائنات کو برضا ورغبت یا مجبوراً اسلام ضرور لانا ہے اور اللہ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا خواہ کافر ناراض ہی کیوں نہ ہوں۔ زمین کے وارث اللہ کے مخلص بندے ہوں گے۔ وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اور جن کو زمین پر کمزور و بے بس کر دیا گیا ہے ان کو اپنی قدرت سے امام بنائے اور انہی کو زمین کا وارث قرار دے۔ اس کائنات میں حق کا قیام اور باطل کا مکمل خاتمہ ابتدائے آفرینش سے آج تک ممکن نہ ہوسکا۔ باطل کسی نہ کسی طور پر حق کے مقابلہ پر موجود ہے۔ پوری کائنات دائرۂ اسلام میں داخل نہیں ہوئی اور نہ اللہ کے مومن اور مخلص بندے جن کو زمین پر کمزور کر دیا گیا زمین کے وارث اور خلیفہ تسلیم کئے گئے لیکن منشائے الٰہی کو بہر حال پورا ہونا ہے۔

قیامِ حق اور استیصالِ باطل کا کام امام مہدی عجل اللہ فرجہ سے متعلق ہے جن کے ذریعے دین کو مکمل غلبہ اور اقتدار حاصل ہوگا اور زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھے گی۔

۲۶۰ھ سے ۳۲۹ھ تک کا عرصہ غیبتِ صغریٰ کا زمانہ ہے۔ جس کے دوران عثمان بن سعید، محمد بن عثمان، حسین بن روح اور علی بن محمد سمری آپ کے وکیل اور سفیر رہے۔ ۳۲۹ھ سے غیبتِ کبریٰ کا دور شروع ہوا جس کے دوران آپ کا براہِ راست کوئی نائب اور سفیر نہیں ہے لیکن وکالت کی عام شرائط کے تحت نیابت کا سلسلہ جاری ہے۔ آپؑ کی غیبت اہلِ ایمان کے لئے ابتلاء و آزمائش اور اہلِ کفر و نفاق کے لئے مہلت کا وقفہ ہے۔ چونکہ آپؑ کے متعلق حضورؐ نے یہ بشارت دی تھی کہ آپ کے ذریعے ظلم و جور کا خاتمہ ہوگا، اس لئے ظالم و جابر حکمران آپؑ کی ولادت کو روکنے کے درپے رہے۔ فرعون نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کو روکنے کی کوشش کی تھی لیکن جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے باب میں امرِ الٰہی پورا ہوا اسی طرح حضرت امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کی ولادت بھی عمل میں آئی۔ پھر چونکہ ظلم و جور کی قوتیں آپؑ کی زندگی کے درپے تھیں اس لئے اللہ نے آپؑ کو حجابِ غیبت میں پوشیدہ کر دیا۔ اب آپؑ دنیا کی نگاہوں سے مستور ہیں لیکن دنیا آپؑ کی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہے۔ آپؑ اس کائنات پر اسی طرح شاہد ہیں جس طرح آپؑ کے آباء و اجداد شاہد تھے۔ آپ لوگوں کے اعمال کی نگرانی، امورِ الٰہی کا نفاذ، بندگانِ خدا کی ہدایت اور رہنمائی کا فریضہ حجابِ غیبت میں رہ کر انجام دے رہے ہیں۔ آپؑ کی معرفت ہر مسلمان پر فرض ہے اس لئے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مر جائے اور اپنے زمانے کے امامؑ کی معرفت نہ رکھتا ہو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

عالمِ اسلام کے جن معتبر علماء نے آپؑ کے وجود اور غیبت کو تسلیم کیا ہے ان میں محمد بن طلحہ شافعی، ابنِ حجر مکی، شیخ علی بن صباغ مالکی، محی الدین شیخ عبدالحق محدث

دہلوی اور علی قاری جیسے نام شامل ہیں۔

علاماتِ ظہور:

آپؑ کے ظہور کی علامات کی دو قسمیں ہیں: حتمی علامات اور غیر حتمی علامات۔

حتمی علامات:

ا۔ خروجِ دجّال: ممکن ہے اس سے مراد ایک شخص ہو اور ہو سکتا ہے اس سے مراد کوئی مکار اور فریب کار حکومت ہو جس نے دجال والے ساز و سامان کے ذریعہ دنیا کو مسحور کر دیا ہے۔

۲۔ ندائے آسمانی: کچھ آوازیں ماہِ رجب میں آئیں گی۔ کچھ ماہِ رمضان میں اور کچھ ظہور کے وقت بلند ہوں گی اور ظہور کا اعلان کر دیا جائے گا۔

۳۔ خروجِ سفیانی: اس کا نام عثمان بن عنبہ ہو گا جو پہلے دمشق، حمص، فلسطین، اردن اور قنسرین پر حکومت قائم کرے گا جس کے بھیجے ہوئے لشکر بغداد، نجف، کربلا اور مدینہ میں قتلِ عام کریں گے۔ ایک لشکر امامؑ کے لشکر سے شکست کھائے گا اور مکہ کی جانب والا تین لاکھ کا لشکر زمین میں دھنس جائے گا۔ سفیانی لشکر امامؑ کے ہاتھوں بیت المقدس میں مارا جائے گا۔

۴۔ نفسِ زکیہ کا قتل: اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ایک پاکیزہ نفس انسان کو خانۂ کعبہ کے قریب رکن و مقام کے درمیان قتل کر دیا جائے گا۔ جس کے بعد امامؑ کا ظہور ہو گا۔

۵۔ سید حسنی کا خروج: دیلم و قزوین کی جانب سے سید حسنی جن کا شجرۂ نسب امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام تک پہنچے گا، نصرتِ امامؑ کے حق میں آواز بلند کریں گے۔ جس پر طالقان کی ایک عظیم سپاہ آپ کے گرد جمع ہو جائے گی۔ جب امام عصر عجل اللہ فرجہ کے ظہور کی خبر ملے گی تو

سید حسنی ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے دلائلِ امامت کا مطالبہ کریں گے جس کے بعد ان کی بیعت کر لیں گے۔

۶۔ ماہِ رمضان کے وسط میں سورج گرہن اور آخر میں چاند گرہن واقع ہوگا جو عام طور پر قابلِ وقوع نہیں سمجھا جاتا۔

۷۔ آسمان میں چشمۂ خورشید کے قریب سے ایک پنجہ یا صورت کا ظاہر ہونا۔

غیر حتمی علامات:

روایات میں بیان کی گئیں بعض غیر حتمی علامات یہ ہیں:

مسجد کوفہ کی دیوار کا منہدم ہو جانا، کوفہ کا تباہی کے بعد دوبارہ آباد ہونا، دریائے نجف میں پانی کا جاری ہو جانا، دنیا میں شدید قسم کا قحط ہونا، اکثر ملکوں میں زلزلہ اور طاعون کا پیدا ہونا، مسلسل قتل و خون کا ہونا، مساجد میں سونے کا کام اور میناروں کا بلند ہونا، مشرق زمین سے ایک ایسی آگ کا ظاہر ہونا، جس کا سلسلہ تین روز یا سات روز تک جاری رہے گا، سارے آسمان پر سرخی کا پھیل جانا، کوفہ میں قتل و غارتگری، خراسان سے سیاہ پرچم کا برآمد ہونا، جمادی الثانی اور رجب میں زبردست بارش کا ہونا، تمام عالم میں ظلم و ستم اور فسق و فجور کا عام ہو جانا۔

☆......☆......☆

مقدرات الٰھی

انسان بہت کچھ سوچتا ہے، ارادہ اور عمل کرتا ہے لیکن اکثر اوقات اس کی سوچ اور ارادے کے برخلاف ہوتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایسی قوت ہے جس کا ارادہ ہمارے ارادوں پر غالب ہے، کوئی ایسی قدرت ہے جس کا فیصلہ ہماری سوچ سے بڑھ کر ہے۔ اس لئے امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے ارادوں کے ٹوٹنے سے اپنے پروردگار کو پہچانا۔

اس سے جہاں مقدرات اور ارادۂ الٰہی کی فوقیت کا اندازہ ہوتا ہے وہاں ایک حقیقت اور آشکار ہوتی ہے وہ یہ کہ انسان کسی بھی کام کی قوت اور قدرت کے باوجود توفیق الٰہی کا بھی محتاج ہے۔ اسی لئے امامِ زمانہ علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۱

اَقْدَارُ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ لَاتُغَالَبُ، وَ اِرَادَتُهُ لَا تُرَدُّ، وَ تَوْفِيْقُهُ لَايُسْبَقُ.

مقدراتِ الٰہی کبھی مغلوب نہیں ہوا کرتے۔ ارادۂ الٰہی کو مسترد نہیں کیا جا سکتا اور توفیق الٰہی پر کوئی چیز بھی سبقت نہیں لے سکتی۔



خلقت بے مقصد نہیں

دنیا کے نظم وضبط، نعمتوں کے تسلسل، انسان کی خلقت اور ساخت اور تاریخ کے ادوار کے مطالعے سے بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ یہ دنیا بے کار اور عبث خلق نہیں ہوئی بلکہ دنیا ایک ایسے کمال کی تلاش میں ہے جس میں عدل کی حاکمیت ہو اور ظلم کا خاتمہ ہوجائے۔ یہی دنیا کی خلقت کا مقصد ہے جو امامؑ کی رہبری میں حاصل ہو کر رہے گا۔

حدیث ۲

..اِنَّ اللّٰهَ تَعَالىٰ لَمْ يَخْلُقِ الْخَلْقَ عَبَثاً وَ لَااَهْمَلَهُمْ سُدًى بَلْ خَلَقَهُمْ بِقُدْرَتِهِ وَ جَعَلَ لَهُمْ اَسْمَاعاً وَ اَبْصَاراً وَ قُلُوباً وَ اَلْبَاباً. ثُمَّ بَعَثَ اِلَيْهِمُ النَّبِيِّيْنَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ، يَأْمُرُونَهُمْ بِطَاعَتِهِ وَ يَنْهَوْنَهُمْ عَنْ مَعْصِيَتِهِ وَ يُعَرِّفُونَهُمْ مَا جَهِلُوهُ مِنْ اَمْرِ خَالِقِهِمْ وَ دِيْنِهِمْ وَ اَنْزَلَ عَلَيْهِمْ كِتَاباً وَ بَعَثَ اِلَيْهِمْ مَلٰئِكَةً يَأْتِيْنَ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ مَنْ بَعَثَهُمْ اِلَيْهِمْ بِالْفَضْلِ الَّذِىْ جَعَلَهُ لَهُمْ عَلَيْهِمْ.

بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو بیکار نہیں پیدا کیا اور نہ ان کو بے مقصد چھوڑ رکھا ہے بلکہ اپنی قدرت سے ان کو پیدا کیا اور ان کے لئے کان، آنکھ، دل اور عقل قرار دی۔ پھر انبیاء کو جو کہ بشیر ونذیر ہیں، ان کی جانب بھیجا تا کہ اس کی اطاعت کا حکم دیں اور نافرمانی سے روکیں۔ اور اللہ کے امر اور اپنے دین کے بارے میں جو کچھ نہیں جانتے وہ ان کو سمجھائیں۔ اور ان پر کتاب نازل کی اور ان پر فرشتوں کو نازل کیا تا کہ وہ خدا اور انبیاء کے درمیان اس عنایت کے وسیلے سے جو ان پر کی ہے، واسطہ بنیں۔

عالمین کے لئے رحمت

ہر دور کے نبیؑ کی نبوت اس خاص دور تک محدود رہی لیکن ختمی مرتبؐ کی نبوت کا دائرہ ہر امت اور ہر دور تک پھیلا ہوا ہے۔ آپؐ کو عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا۔ آپؐ ہی کے ذریعے دین کی تکمیل ہوئی اور ولایت جیسی عظیم نعمت کے اعلان کے بعد آپؐ ہی کے ذریعے نعمتوں کا اتمام ہوا۔ جس کے بعد آپؐ پر سلسلہ نبوت ختم ہوا۔

حدیث ۳

... بَعَثَ مُحَمَّداً صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رَحْـمَةً لِلْعَالَمِيْنَ وَ تَمَّمَ بِهِ نِعْمَتَهُ وَ خَتَمَ بِهِ اَنْبِيَاءَ هُ وَ اَرْسَلَهُ اِلَى النَّاسِ كَافَّةً...

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالمین کے لئے رحمت بنا کر مبعوث کیا اور ان کے ذریعے نعمتوں کو مکمل کیا اور ان پر سلسلۂ نبوت کو ختم کیا اور تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔

☆......☆......☆

زمین اور حجت خدا

حجتِ خدا اور خدا کا نمائندہ زمین وآسمان کی بقاء کا وسیلہ ہے۔ روایت ہے کہ اگر حجت نہ ہوتی تو زمین اپنے رہنے والی پر خراب ہو جاتی اسی لئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۴

فَاِنَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ يَقُوْلُ: "آلٓمّٓ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُتْرَكُوا اَنْ يَقُولُوا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَايُفْتَنُونَ" كَيْفَ يَتَسَاقَطُونَ فِي الْفِتْنَةِ وَيَتَرَدَّدُونَ فِي الْحَيْرَةِ وَ يَأْخُذُونَ يَمِيناً وَ شِمَالاً فَارَقُوا دِيْنَهُمْ اَمِ ارْتَابُوا اَمْ

عَانَدُوا الْحَقَّ اَمْ جَهِلُوا مَا جَائَتْ بِهِ الرِّوَايَاتُ الصَّادِقَةُ وَ الْاَخْبَارُ الصَّحِيْحَةُ اَوْ عَلِمُوا ذٰلِکَ فَتَنَاسَوْا مَا یَعْلَمُونَ اَنَّ الْاَرْضَ لَاتَخْلُو مِنْ حُجَّةٍ اِمَّا ظَاهِراً وَ اِمَّا مَغْمُوراً۔

الف لام میم۔ کیا لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ (صرف) اتنا کہہ دینے سے کہ ''ہم ایمان لائے'' چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان کا امتحان نہیں لیا جائے گا؟ لوگ کس طرح آزمائش میں مبتلا ہو گئے ہیں اور کس طرح حیرت و سرگردانی میں مارے مارے پھرتے ہیں، دائیں بائیں بھٹکتے ہیں۔ (یہ لوگ) دین سے جدا ہو گئے ہیں یا شک و شبہ میں مبتلا ہو گئے ہیں یا حق کے دشمن ہو گئے ہیں یا سچی روایات اور اخبارِ صحیحہ سے جاہل ہیں یا جان بوجھ کر بھلا دیتے ہیں؟ (آگاہ ہو جاؤ) زمین کبھی حجت خدا سے خالی نہیں رہتی خواہ ظاہر ہو یا پوشیدہ۔



اولی الامر کی اطاعت

اپنی حجت اور ولی ہونے کے دلائل دیتے ہوئے اور اپنی پیروی اور اتباع کو واجب قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

حدیث ۵

اَمَا سَمِعْتُمُ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ یَقُولُ: ''یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ'' هَلْ اَمَرَ اِلَّا بِمَا هُوَ کَائِنٌ اِلیٰ یَوْمِ الْقِیَامَةِ؟ اَ وَ لَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ جَعَلَ لَکُمْ مَعَاقِلَ تَأْوُونَ اِلَیْهَا وَ اَعْلَاماً تَهْتَدُونَ بِهَا مِنْ لَدُنْ آدَمَ اِلیٰ اَنْ ظَهَرَ الْمَاضِیُ

(اَبُو مُحَمَّدٍ) صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ كُلَّمَا غَابَ عَلَمٌ بَدَا عَلَمٌ وَاِذَا اَفَلَ نَجْمٌ طَلَعَ نَجْمٌ، فَلَمَّا قَبَضَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ قَدْ قَطَعَ السَّبَبَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ خَلْقِهِ. كَلَّا مَا كَانَ ذٰلِكَ وَ لَايَكُونُ حَتّٰی تَقُومَ السَّاعَةُ وَ يَظْهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ هُمْ كَارِهُونَ.

کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا قول نہیں سنا کہ: اے ایمان والو! خدا کی اطاعت کرو اور رسول اور تم میں سے جو اولوالامر ہیں، ان کی اطاعت کرو۔ کیا خداوند عالم نے قیامت تک ہونے والوں کے علاوہ کسی اور کو حکم دیا ہے؟ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا نے تمہارے لئے ایسی پناہ گاہیں قرار دی ہیں جس میں تم آکر پناہ لیتے ہو اور کیا جناب آدم سے لیکر امام عسکری تک ایسی نشانیاں نہیں قرار دیں کہ جن سے تم ہدایت حاصل کرو۔ جب بھی ایک پرچم گرا اس کی جگہ دوسرا پرچم لہرایا۔ جب بھی ایک ستارہ ڈوبا دوسرا اس کی جگہ طلوع ہوا۔ اور جب امام عسکری کا انتقال ہو گیا تو تم کو گمان ہوا کہ خدا نے اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان کا واسطہ ختم کر دیا۔ ہرگز نہیں! نہ ایسا ہوا ہے نہ قیامت تک ہو سکتا ہے۔ خدا کا امر ظاہر ہو کے رہے گا۔ چاہے وہ کتنا ہی ناپسند کریں۔



فقهاء حجت هيں

زمانۂ غیبت میں امامؑ نے ہمیں سرگرداں اور پریشان نہیں چھوڑا بلکہ جب بھی مسائل پیش آئیں، مشکلات درپیش ہوں، سوالات ابھریں تو آگاہ اور عادل فقہاء کو حجت قرار دیتے ہوئے ان سے رجوع کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

حدیث ۶

وَ اَمَّا الْحَوَادِثُ الْوَاقِعَةُ فَارْجِعُوا فِيهَا اِلىٰ رُوَاةِ حَدِيْثِنَا، فَاِنَّهُمْ حُجَّتِیْ عَلَيْكُمْ وَ اَنَا حُجَّةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ.

نئے آنے والے واقعات میں تم ہماری حدیث کے راویوں کی طرف رجوع کرو، کیونکہ وہ لوگ میری طرف سے تم پر حجت ہیں اور میں خدا کی طرف سے ان پر حجت ہوں۔

☆......☆......☆

امامؑ کی دُعا

امامؑ جہاں ہمارے حالات سے واقف ہیں وہاں ہر وقت ہمارے لئے دُعا بھی کرتے ہیں۔امامؑ کی ایک دُعا کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں:

حدیث ۷

اَللّٰهُمَّ ... وَ تَفَضَّلْ عَلىٰ عُلَمَائِنَا بِالزُّهْدِ وَ النَّصِيْحَةِ، وَ عَلَى الْمُتَعَلِّمِيْنَ بِالْجُهْدِ وَ الرَّغْبَةِ، وَ عَلَى الْمُسْتَمِعِيْنَ بِالْاِتِّبَاعِ وَ الْمَوْعِظَةِ، وَ عَلىٰ مَرْضَى الْمُسْلِمِيْنَ بِالشِّفَاءِ وَ الرَّاحَةِ، وَ عَلىٰ مَوْتَاهُمْ بِالرَّأْفَةِ وَ الرَّحْمَةِ، وَ عَلىٰ مَشَايِخِنَا بِالْوَقَارِ وَ السَّكِيْنَةِ، وَ عَلَى الشَّبَابِ بِالْاِنَابَةِ وَ التَّوْبَةِ، وَ عَلَى النِّسَاءِ بِالْحَيَاءِ وَ الْعِفَّةِ، وَ عَلَى الْاَغْنِيَاءِ بِالتَّوَاضُعِ وَ السَّعَةِ، وَ عَلَى الْفُقَرَاءِ بِالصَّبْرِ وَ الْقَنَاعَةِ.

خدایا۔۔۔ ہمارے علماء کو زہد و نصیحت کی، اور طالب علموں کو جد و جہد اور رغبت

کی، سننے والوں کو پیروی اور موعظہ (قبول کرنے) کی توفیق دے کر اپنا فضل فرما۔ ہمارے بیماروں کو شفا اور راحت عطا کر کے، ہمارے مُردوں پر مہربانی ورحم فرما کر، بزرگوں کو سکون اور وقار عنایت کر کے، جوانوں کو توبہ اور رجوع کی توفیق دے کر، عورتوں کو حیاء وعفت کرامت فرما کر، مالداروں کو انکساری اور کشادہ دستی مرحمت فرما کے اور فقیروں کو صبر وقناعت عطا کر کے اپنا فضل فرما۔

☆......☆......☆

مشیت الٰهی

امامؑ کا ارادہ، خدا کے ارادے اور مشیت کے عین مطابق ہے اور وہ خدا کی ذات میں اس طرح ڈوبے ہوئے ہیں کہ ارادہ ومشیتِ الٰہی کی تکمیل کا وسیلہ اور ذریعہ ہیں۔ اسی لئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۸

... قُلُوبُنَا اَوْعِيَةٌ لِمَشِيَّةِ اللّٰهِ فَاِذَا شَاءَ شِئْنَا.

ہمارے قلوب مشیت الٰہی کے ظروف ہیں۔ جب وہ چاہتا ہے ہم بھی چاہتے ہیں۔

☆......☆......☆

حق همارے ساته هے

یہی ارادہ اور مشیتِ الٰہی ہے کہ حق ہمیشہ آئمہ علیہم السلام کے ساتھ ہے اور جو بھی ان کے مقابلے پر آیا گمراہ ہو گیا، حق سے جدا ہو گیا اور خدا کا دشمن قرار پایا۔

حدیث ۹

وَ لِيَعْلَمُوا اَنَّ الْحَقَّ مَعَنَا وَ فِيْنَا لَايَقُولُ ذٰلِكَ سِوَانَا اِلَّا كَذَّابٌ مُفْتَرٍ وَ لَايَدَّعِيهِ غَيْرُنَا اِلَّا ضَالٌّ غَوِيٌّ...

جان لو کہ حق ہمارے ساتھ ہے اور ہم میں ہے۔ ہمارے علاوہ جو یہ کہے گا وہ جھوٹا اور باتیں گھڑنے والا ہے اور ہمارے علاوہ جو بھی اس (امامت) کا دعویدار ہے، وہ گمراہ ہے۔۔۔



حقیقی محبت

جو حقیقی محبت کرتا ہے وہ محبوب کی قربت کے حصول کی کوشش کرتا ہے اور قربت صرف اسی صورت میں حاصل ہوتی ہے کہ محبوب جن چیزوں کو پسند کرے انھیں انجام دیا جائے اور جو اسے ناپسند ہوں ان سے دوری اختیار کی جائے۔

اگر اپنے امامؑ سے حقیقی محبت ہے تو ہمیں اس قول پر عمل کرنا ہوگا۔

حدیث ۱۰

فَلْيَعْمَلْ كُلُّ امْرِءٍ مِنْكُمْ بِمَا يُقَرَّبُ بِهِ مِنْ مَحَبَّتِنَا وَ لْيَتَجَنَّبْ مَا يُدْنِيهِ مِنْ كَرَاهِيَّتِنَا وَ سَخَطِنَا، فَاِنَّ اَمْرًا يَبْغَتُهُ فُجَاَةً حِيْنَ لَاتَنْفَعُهُ تَوْبَةٌ، وَ لَايُنْجِيهِ مِنْ عِقَابِنَا نَدَمٌ عَلٰى حَوْبَةٍ.

تم میں سے ہر ایک ان باتوں پر عمل کرے جن سے ہماری دوستی کے ذریعے تقرب حاصل کیا جا سکتا ہے اور ان چیزوں سے پرہیز کرے جو اسے ہماری ناپسندیدگی اور ناراضگی سے نزدیک کرتی ہے۔ کیونکہ گرفتاری اچانک انسان

کو آلیتی ہے پھر توبہ بھی اسے فائدہ نہیں پہنچاتی اور نہ گناہ پر ندامت ہمارے عقاب سے اسے نجات دیتی ہے۔



محبت کی آزمائش

محبت کی آزمائش کا وقت اس وقت آتا ہے جب دوسری محبوب چیزوں کو قربان کرنا پڑے؛ مال دینا پڑے یا اولاد سے دست بردار ہونا پڑے۔

یہ کیسی محبت ہے کہ امامؑ کہیں کہ اپنے مال میں سے ہمارا حق (خمس وغیرہ) نکال دو اور ہم بہانہ بازی کر کے ان کا حق بھی کھا جائیں۔

حدیث ۱۱

وَمَنْ اَكَلَ مِنْ اَمْوَالِنَا شَيْئاً فَاِنَّمَا يَأْكُلُ فِیْ بَطْنِهِ نَاراً وَ سَيَصْلٰى سَعِيْراً.

جو ہمارے مال میں سے کچھ بھی کھائے گا، وہ اپنے پیٹ کو آتش سے بھرے گا اور جہنم کے شعلوں میں جلے گا۔



خدا کی لعنت

سب جانتے ہیں کہ خمس اور زکوٰۃ کا حکم دینی امور کی ادائیگی، مستحق سادات، فقراء، مسکین اور یتیموں کی دادرسی کے لئے ہے۔ اگر کوئی مال کی محبت میں اس حکم سے سرتابی کرے تو اس نے نہ صرف ان سب کا حق غصب کیا بلکہ خدا، ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت کا بھی مستحق قرار پایا۔

حدیث ۱۲

لَعۡنَةُ اللّٰهِ وَ الۡمَلٰئِكَةِ وَ النَّاسِ اَجۡمَعِيۡنَ عَلٰى مَنۡ اَكَلَ مِنۡ مَالِنَا دِرۡهَماً حَرَاماً.

جو ہمارے مال میں سے ایک درہم بھی بطور حرام کھائے اس پر خدا، ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔

☆......☆......☆

مال کی طہارت

خمس اور زکوٰۃ کا نکالنا، فطرہ دینا دراصل ہمارے ہی مال کی طہارت کا باعث ہے اور طاہر اور پاک چیز میں برکت زیادہ ہوتی ہے۔

حدیث ۱۳

وَ اَمَّا اَمۡوَالُكُمۡ فَلَا نَقۡبَلُهَا اِلَّا لِتَطَهَّرُوا.

ہم تمہارا مال صرف اس لئے قبول کرتے ہیں کہ تم طاہر ہو جاؤ۔

☆......☆......☆

نماز ... شیطان کی رسوائی

نماز خدا سے رابطہ اور قربت کا بہترین ذریعہ ہے۔ معرفت کے ساتھ ادا کیا جانے والا ہر سجدہ اور ہر رکوع اسے اپنے پروردگار سے نزدیک اور شیطان سے دور لے جاتا ہے۔ اسی لئے انسان نماز کی وجہ سے برائی سے دور رہتا ہے۔ پس نماز انسان کو رسوائی سے بچاتی ہے اور شیطان کو رسوا کرتی ہے۔

حدیث ۱۴

... فَمَا اُرْغِمَ اَنْفُ الشَّیْطَانِ بِشَیْءٍ مِثْلِ الصَّلاۃِ فَصَلِّهَا وَ اَرْغِمْ اَنْفَ الشَّیْطَانِ.

نماز سے زیادہ شیطان کی ناک رگڑنے والی کوئی چیز نہیں ہے۔ لہذا نماز پڑھو اور شیطان کی ناک رگڑو۔

☆......☆......☆

ظالم کی بیعت نہ ہونا

خدا نے امامؑ کو ظلم وفساد کے خلاف قیام کے لئے باقی رکھا ہے جو مومنین کیلئے خیر اور ظالم کے لئے موت کا پیغام ہیں۔ لہٰذا جب ظہور کے وقت ان کے دوش پر کسی ظالم کی بیعت کا طوق نہیں ہوگا اور آپؑ اس کے خلاف جہاد کا اعلان کریں گے۔

حدیث ۱۵

وَ اِنِّیْ اَخْرُجُ حِیْنَ اَخْرُجُ وَ لَا بَیْعَۃَ لِاَحَدٍ مِنَ الطَّوَاغِیْتِ فِیْ عُنُقِیْ.

میں جس وقت کی بھی خروج کروں کسی طاغوت کی بیعت میری گردن میں نہ ہوگی۔

☆......☆......☆

امام ہمارا نگھبان

ہم امامؑ سے غافل ہو جاتے ہیں لیکن امامؑ ہم سے غافل نہیں اور ہر وقت ہم پر ناظر اور نگہبان ہیں۔ امامؑ کی اس نظارت کی وجہ سے ہم بہت سی مشکلات سے محفوظ ہیں۔ اس بارے میں امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۱۶

فَاِنَّا یُحِیطُ عِلْمُنَا بِاَنْبَائِکُمْ وَ لَایَعْزُبُ عَنَّا شَیْءٌ مِنْ اَخْبَارِکُمْ.

تمہاری تمام خبریں ہمارے علم میں ہیں اور تمہاری کوئی خبر ہم سے پوشیدہ نہیں ہے۔

☆......☆......☆

محافظت

اسی بارے میں ایک اور حدیث میں امامؑ ارشاد فرماتے ہیں:

حدیث ۱۷

.... اِنَّا غَیرُ مُھْمِلِینَ لِمُرَاعَاتِکُمْ وَ لَا نَاسِینَ لِذِکْرِکُمْ. وَ لَوْلَا ذٰلِکَ لَنَزَلَ بِکُمُ اللَّأْوَاءُ وَ اصْطَلَمَکُمُ الْاَعْدَاءُ. فَاتَّقُوا اللّٰہَ جَلَّ جَلَالُہٗ وَ ظَاھِرُونَا.

ہم تمہارا خیال رکھنے میں کوتاہی نہیں کرتے اور تمہاری یاد بھلاتے نہیں ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو پریشانیاں تمہیں گھیر لیتیں اور دشمن تمہاری جڑیں کاٹ ڈالتے۔ پس خدا سے ڈرو اور ہماری مدد کرو۔

☆......☆......☆

ظہور کا وقت

ظہور کا وقت خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ اس لئے کہ ظہور کا دارومدار علامتوں پر نہیں بلکہ اسباب کی فراہمی پر ہے۔ جس وقت، اسباب فراہم ہو گئے، خدا اسی لحظہ امامؑ کو ظاہر کر دے گا۔ اسی لئے ظہور کا وقت معین کرنے والوں کے بارے میں فرمایا:

حدیث ۱۸

وَ اَمَّا ظُهُورُ الْفَرَجِ فَاِنَّهُ اِلَى اللّٰهِ تَعَالیٰ ذِكْرُهُ. كَذِبَ الْوَقَّاتُونَ.

ظہور کا امر اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے۔ وقت معین کرنے والے جھوٹے ہیں۔

☆......☆......☆

دوسرے کے مال پر تصرف

عام طور پر اس بات کا خیال نہیں رکھا جاتا کہ دوسرے کی چیز استعمال کرنے سے پہلے اس سے اجازت لی جائے۔ ہمارے مقدس دین میں اس بات کی سختی سے تاکید ہے کہ دوسرے کا مال ہو یا اشیاء استعمال سے پہلے اجازت لینا ضروری ہے۔ امامؑ اس کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حدیث ۱۹

لَایَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ یَتَصَرَّفَ فِیْ مَالِ غَیْرِهٖ بِغَیْرِ اِذْنِهٖ.

کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی اور کا مال اس کی اجازت کے بغیر استعمال کرے۔

☆......☆......☆

خدا جسم نہیں

ہمارا خالق اور رازق خدا ہر لمحے ہمیں فیض پہنچا رہا ہے اور اپنی ہر مخلوق پر ناظر ہے۔ اس کی ذات کی کوئی حد و انتہاء نہیں اسی لئے جسم بھی نہیں رکھ سکتا کیونکہ جسم محدود ہوتا ہے۔ پس وہ ایک ایسی ذات ہے کہ اس جیسی ذات کوئی بھی نہیں۔

حدیث ۲۰

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالیٰ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَجْسَامَ وَ قَسَّمَ الْاَرْزَاقَ لِاَنَّهُ لَیْسَ بِجِسْمٍ وَ لَا حَالٍ فِیْ جِسْمٍ "لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ".

بے شک اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جس نے اجسام کو خلق کیا اور رزق کو تقسیم کیا۔ کیونکہ نہ وہ خود جسم ہے اور نہ اس نے کسی جسم کے اندر حلول کیا ہے "اس کے مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سننے اور جاننے والا ہے"۔



شیعوں کی جانب سے اذیت

ایسا شیعہ جس کے پاس علم نہ ہو، وہ دینی لحاظ سے کمزور ہو اور احمقوں کی جنت میں رہتا ہو، وہ سب سے زیادہ امامؑ کو اذیت دیتا ہے۔

حدیث ۲۱

قَدْ اٰذَانَا جُهَلَاءُ الشِّیْعَةِ وَ حُمَقَاؤُهُمْ، وَ مَنْ دِیْنُهُ جَنَاحُ الْبَعُوْضَةِ اَرْجَحُ مِنْهُ.

شیعوں میں سے جاہلوں اور احمقوں نے ہمیں تکلیف پہنچائی ہے اور انہوں نے کہ مچھر کا پر بھی ان کے دین سے زیادہ مستحکم ہے۔



بادلوں میں چھپا سورج

سورج کا اگر وجود نہ ہو تو رات کا اندھیرا کبھی نہ چھٹے، دن کی روشنی کبھی نمودار نہ ہو۔ اس لئے سورج کا وجود اگر چہ بادلوں کی اوٹ میں ہی کیوں نہ ہو، انتہائی ضروری ہے تا کہ دن کے نمودار ہونے کی خبر لا سکے۔

امامؑ کا وجود اگر چہ پردۂ غیبت میں ہو، لیکن انتہائی ضروری ہے اس لئے کہ آپ کا وجود پردۂ غیبت میں بھی ظلمتوں میں روشنی کا سبب ہے۔ اگر امامؑ کا وجود مبارک نہ ہوتا تو یہ دنیا ظلمتوں اور فساد سے اتنی تاریک ہو جاتی کہ ایک پل بھی اس میں گزارنا مشکل ہو جاتا۔ امامؑ بادلوں کے اوٹ میں چھپے سورج سے خود کو تشبیہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

حدیث ۲۲

وَ اَمَّا وَجْهُ الْاِنْتِفَاعِ بِیْ فِیْ غَیْبَتِیْ فَکَالْاِنْتِفَاعِ بِالشَّمْسِ اِذَا غَیَّبَهَا عَنِ الْاَبْصَارِ السَّحَابُ.

زمانۂ غیبت میں میرے وجود سے فائدہ ایسا ہی ہے جیسے سورج سے اس وقت فائدہ ہوتا ہے جب وہ بادلوں کی اوٹ میں نگاہوں سے اوجھل ہو۔

☆......☆......☆

ظهور کی دعا

ہمارے بہت سارے مسائل کا حل، ظلم و فساد کا خاتمہ، عدل و انصاف کا قیام امامؑ کے ظہور سے مشروط ہے۔ اس لئے اس کو فَرَج یعنی آسانی کہا جاتا ہے۔ ایک ایسی آسانی اور آسائش جس میں کوئی پریشانی نہ ہو، ایسا ماحول جس میں ظلم کی کوئی

گنجائش نہ ہو۔ پس ایسے وقت کی دعا کرنا، اہم کاموں میں سے ایک کام ہے۔

وَ اَکْثِرُوا الدُّعَاءَ بِتَعْجِيْلِ الْفَرَجِ فَاِنَّ ذٰلِکَ فَرَجُکُمْ.

تعجیل ظہور کی دعا بکثرت کیا کرو کیونکہ یہی دعا تمہارے لئے فرج ہے۔

☆......☆......☆

اپنے امور امامؑ کے سپرد کریں

اگر خدا پر یقین ہے اور امامؑ کو خدا کا نمائندہ اور حجت تسلیم کرتے ہیں تو ہمیں خدا پر توکل کرتے ہوئے اپنے تمام امور اپنے امامؑ کے سپرد کر دینے چاہئیں اور ان ہی سے مدد اور نصرت کی امید رکھنی چاہیے۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ سَلِّمُوا لَنَا، وَ رُدُّوا الْاَمْرَ اِلَيْنَا، فَعَلَيْنَا الْاِصْدَارُ كَمَا كَانَ مِنَّا الْاِيْرَادُ. وَ لَاتَحَاوَلُوا كَشْفَ مَاغُطِّىَ عَنْكُمْ وَ اجْعَلُوا قَصْدَكُمْ اِلَيْنَا بِالْمَوَدَّةِ عَلَى السُّنَّةِ الْوَاضِحَةِ.

اللہ سے ڈرو اور ہماری بات مانو۔ امور کو ہمارے حوالے کر دو کہ سرچشمے سے سیراب کر کے لوٹانا ہمارا کام ہے جیسا کہ سرچشمے تک لے جانا بھی ہماری ذمہ داری تھا۔ جو بات تم سے چھپائی گئی ہے اس کی تلاش میں نہ جاؤ۔ مودت کے ساتھ واضح راستے پر اپنا مقصد ہماری جانب قرار دو۔

☆......☆......☆

حق کا اتمام اور باطل کا اختتام

قرآن کی رُو سے خدا کا وعدہ ہے کہ اپنے نور کا اتمام کرے گا، باطل کو نابود کرے گا اور زمین پر صالحین کو حکومت دے گا۔ جب خدا کی ذات ارادہ کرے اور کوئی وعدہ

کرے جو کہ قادرِ مطلق ہے تو وہ ضرور پورا ہوگا۔ اس لئے امام فرماتے ہیں:

حدیث ۲۵

اَبَی اللّٰہُ عَزَّ وَ جَلَّ لِلْحَقِّ اِلَّا اِتْمَاماً وَ لِلْبَاطِلِ اِلَّا زَھُوْقاً وَ ھُوَ شَاھِدٌ عَلَیَّ اَذْکُرُہُ.

اللہ تعالیٰ نے یہ مقدر کردیا ہے کہ حق اپنے کمال تک پہنچے اور باطل نابود ہوجائے۔ جو میں کہہ رہا ہوں اس پر وہ گواہ ہے۔

☆......☆......☆

اذن کی ضرورت

ظہور کے لئے صرف خدا کے حکم کی ضرورت ہے۔ اس بات کو بیان کرتے ہوئے امام فرماتے ہیں:

حدیث ۲۶

اِذَا اَذِنَ اللّٰہُ لَنَا فِی الْقَوْلِ ظَھَرَ الْحَقُّ وَ اضْمَحَلَّ الْبَاطِلُ وَ انْحَسَرَ عَنْکُمْ.

جب خدا ہمیں کلام کی اجازت دے گا، اس وقت حق ظاہر ہوجائے گا اور باطل مٹ جائے گا اور تم پر سے گھٹن کا ماحول ختم ہوجائے گا۔

☆......☆......☆

فناء اور بقاء

عاقل وہ ہے جو بقاء کو اختیار کرے اور فناء سے دل نہ لگائے۔ دنیا ایک فانی جگہ ہے اور ایک نہ ایک دن اسے ختم ہوجانا ہے۔ لیکن اس دنیا میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں

جن کو بقاء حاصل ہے۔ ان چیزوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

حدیث ۲۷

اِنَّ الدُّنیَا قَدْ دَنَا فَنَاؤُهَا وَ زَوَالُهَا وَ اٰذِنَتْ بِالْوِدَاعِ وَ اِنِّیْ اَدْعُوکُمْ اِلَی اللّٰهِ وَ رَسُولِهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَ الْعَمَلِ بِکِتَابِهِ وَ اِمَاتَةِ الْبَاطِلِ وَ اِحْیَاءِ السُّنَّةِ.

دنیا کی فنا اور اس کا زوال نزدیک ہے اور وہ رخصت کے عالم میں ہے۔ اور میں تم کو اللہ، اس کے رسول، کتاب پر عمل، باطل کی ہلاکت اور سنت کو زندہ کرنے کی طرف دعوت دیتا ہوں۔

☆......☆......☆

چھینک ایک نعمت

خدا نے بندے کو ایسی ایسی خفیہ نعمتوں سے نوازا ہے کہ جن کا ادراک کرنا بھی انسان کے لئے مشکل ہے۔ چھینک بھی خدا کی ایک نعمت ہے۔ اس کے بارے میں امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۸

اَلَا اُبَشِّرُکَ فِی الْعِطَاسِ؟ فَقُلْتُ: بَلیٰ. قَالَ: هُوَ اَمَانٌ مِنَ الْمَوْتِ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ.

کیا تمہیں چھینک کے بارے میں بشارت دوں؟ عرض کیا: ضرور۔ فرمایا: چھینک تین دن تک موت سے حفاظت کی نشانی ہے۔

☆......☆......☆

ہدایت کے بعد گمراہی

کتنا بدقسمت ہے وہ انسان جو روشنی پا لینے کے بعد اندھیرے میں چلا جائے، بینائی ملنے کے بعد نابینا ہو جائے اور ہدایت کے راستے پر آجانے کے بعد گمراہی کی طرف بھٹک جائے۔ اسی لئے کمال سے پستی کی جانب جاتی زندگی سے بہتر موت کو قرار دیا گیا۔ ہمیں ہمیشہ دعا کرنی چاہیے کہ ہم پر ایسا وقت نہ آئے۔

حدیث ۲۹

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْعَمیٰ بَعْدَ الْجَلاءِ وَ مِنَ الضَّلَالَۃِ بَعْدَ الْھُدیٰ وَ مِنْ مُوبِقَاتِ الْاَعْمَالِ وَ مُرْدِیَاتِ الْفِتَنِ.

میں بینائی کے بعد نابینائی، ہدایت کے بعد گمراہی، برے اعمال اور فتنوں کا شکار ہونے سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

☆......☆......☆

اللہ کافی ہے

جو اللہ کی قدرت کو سمجھتا ہو اور اس کی مدد اپنے ہمراہ ہونے کا یقین رکھتا ہو اگر کوئی بھی اس کے ساتھ نہ ہو تو بھی اسے کسی کا خوف اور وحشت نہیں ہوتی۔ امامؑ اللہ تعالیٰ کی حمایت کا اعلان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حدیث ۳۰

اِنَّ اللّٰہَ مَعَنا وَ لَا فَاقَۃَ بِنَا اِلیٰ غَیْرِہِ وَ الْحَقَّ مَعَنَا. فَلَنْ یُوْحِشَنَا مَنْ قَعَدَ عَنَّا وَ نَحْنُ صَنَائِعُ رَبِّنَا وَ الْخَلْقُ بَعْدُ صَنَائِعُنَا.

اللہ ہمارے ساتھ ہے اور ہمیں اس کے علاوہ اور کسی چیز کی ضرورت نہیں۔

اگر کوئی ہمارے ساتھ نہ ہوتو ہمیں وحشت نہیں ہوتی۔ ہم اپنے رب کے پروردہ اور ہمارے بعد کی مخلوق ہماری پروردہ ہے۔



ظھور میں رکاوٹ

شیعوں کا اپنے پروردگار سے یہ عہد ہے کہ وہ اس کی اطاعت کرتے ہوئے اس کے دین کا پرچم سربلند کریں گے۔ اگر وہ اس عہد و پیمان کا پاس رکھتے اور اپنے باہمی اتحاد کا مظاہرہ کرتے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ امامؑ پردۂ غیبت میں رہتے۔ لہذا ظہور میں رکاوٹ وہ شیعہ ہیں جو خدا کی نافرمانی کرتے ہیں اور آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں۔

حدیث ۳۱

لَوْ اَنَّا اَشْیَاعَنَا وَ فَّقَهُمُ اللّٰهُ لِطَاعَتِهٖ عَلٰی اجْتِمَاعٍ مِنَ الْقُلُوْبِ فِی الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ عَلَيْهِمْ لَمَا تَأَخَّرَ عَنْهُمُ الْيُمْنُ بِلِقَائِنَا وَ لَتَعَجَّلَتْ لَهُمُ السَّعَادَةُ بِمُشَاهَدَتِنَا.

اگر ہمارے شیعوں (کہ اللہ ان کو اپنی اطاعت کی توفیق دے) کے درمیان عہد و پیمانِ الٰہی کی وفا میں اتحاد و اتفاق ہوتا تو ہماری ملاقات کی سعادت میں تاخیر نہ ہوتی اور ہماری زیارت کی سعادت انہیں جلد نصیب ہو جاتی۔



معارف اور اھل بیتؑ کا طریقه

اکثر مذاہب کے درمیان اختلاف کا سبب اسلامی معارف اور عقائد کی مختلف تفاسیر ہیں لیکن اہلبیتؑ کا بتایا ہوا طریقہ اور تفسیر ہمارے لئے حجت ہے کیونکہ رسولِ

اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے نزدیکی اور مسلسل رابطہ اہلِ بیتؑ کا تھا۔ اس لئے جو طریقہ اہلِ بیتؑ نے بیان کیا وہی رسولؐ کی سنت قرار پائے گا۔ اسی لئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۲

طَلَبُ الْمَعَارِفِ مِنْ غَيْرِ طَرِيْقَتِنَا اَهْلَ الْبَيْتِ مُسَاوٍ لِاِنْكَارِنَا.

ہمارے یعنی اہلبیت کے طریقے کے برخلاف معارف سیکھنا ہمارے انکار کے برابر ہے۔

☆......☆......☆

سجدۂ شکر

خدا کے نعمات پر شکر بندے کی ذمہ داری ہے جو نعمتوں میں اضافے کا بھی سبب ہے۔ شکر کا سب سے بہترین طریقہ ''سجدۂ شکر'' ہے۔ عبادت خدا کے شکر کا ایک ذریعہ ہے اور سجدہ عبادت کا کمال ہے۔ سجدے کی حالت میں خلوص اور خضوع وخشوع اپنے عروج پر ہوتا ہے۔ اس لئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۳

سَجْدَةُ الشُّكْرِ مِنْ اَلْزَمِ السُّنَنِ وَ اَوْجَبِهَا.

سجدۂ شکر مستحب سجدوں میں سے لازم ترین اور واجب سجدہ ہے۔

☆......☆......☆

ھدایت کی کوشش

وہی چیز انسان کو ملتی ہے جس کا وہ متلاشی ہوتا ہے۔ ہر چیز کے حصول کے لئے کوشش اور جدوجہد ضروری ہے۔ اگر انسان ہدایت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے اس

کے لئے کوشش کرنی ہوگی۔ زحمت برداشت کرنی ہوگی۔ اگر ایسا ہوا تو اسے ہدایت ضرور ملے گی۔

حدیث ۳۴

اِنِ اسْتَرْشَدْتَ اُرْشِدْتَ وَ اِنْ طَلَبْتَ وَجَدْتَ.

اگر ہدایت کے طلبگار ہو تو ہدایت ملے گی اور اگر ڈھونڈو گے تو پاؤ گے۔

☆......☆......☆

فضول سوال

سوال علم کی کنجی ہے اور علم کے دروازے انسان پر کھول دیتا ہے لیکن سوال ایسا ہو جو سوچ سمجھ کر کیا جائے اور اس سے کچھ حاصل ہو، وگرنہ ایسا دروازہ کھولنے سے کیا فائدہ جس کے بارے میں معلوم ہی نہ ہو اس کے اندر کیا ہے۔ چنانچہ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۵

... فَاَغْلِقُوا بَابَ السُّؤَالِ عَمَّا لَا يَعْنِيْكُمْ.

۔۔۔ فضول سوالات کا دروازہ بند کردو۔

☆......☆......☆

کفایت

لالچ اور ہوس جہاں انسان کی عزت خاک میں ملا دیتی ہے وہاں اسے بے جا زحمت میں بھی مبتلا کر دیتی ہے۔ اسی لئے وہ چیزیں جن کی کفایت ہو چکی ہے ان کے لئے مزید زحمت اٹھانے سے منع کیا گیا ہے۔

حدیث ۳۶

وَ لَاتَتَکَلَّفُوا عِلْمَ مَا قَدْ کُفِیتُمْ.

اپنی کفایت کا یقین ہے تو زحمتیں مت اٹھاؤ۔

☆......☆......☆

عدلِ اجتماعی کا قیام

امامؑ کے ذریعے ہی یہ زمین اجتماعی عدل تک پہنچے گی اور دنیا سے ظلم وستم کا نام و نشان مٹ جائے گا۔

حدیث ۳۷

اَنَا الَّذِیْ اَمْلَأُهَا عَدْلاً کَمَا مُلِئَتْ جَوْراً.

میں وہی ہوں کہ روئے زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھردوں گا جس طرح وہ ظلم وستم سے پُر ہوچکی ہوگی۔

☆......☆......☆

مومن کے لئے خیر، خدا کے دشمنوں کا دشمن

اکثر لوگ امامؑ کے ظہور کی دعا مانگتے ہیں اور امامؑ کے اعوان وانصار میں شامل ہونے کی خواہش رکھتے ہیں لیکن اگر کوئی حقیقی مومن نہیں تو اس کی یہ خواہش پوری نہیں ہوسکتی۔ قرآن کی رو سے امامؑ صرف مومن کے لئے خیر ہیں اور اگر کوئی خدانخواستہ خدا کی نافرمانی کرکے اس کا دشمن قرار پائے تو امامؑ کے دشمنوں میں شامل ہوگا۔

حدیث ۳۸

اَنَا بَقِیَّةُ اللّٰهِ فِی الْاَرْضِ. اَنَا الْمُنْتَقِمُ مِنْ اَعْدَائِهِ.

میں روئے زمین پر بقیۃ اللہ ہوں۔ میں اس کے دشمنوں سے انتقام لینے والا ہوں۔



سرپرست اور محافظ

امامؑ شیعوں کے سرپرست اور محافظ ہیں۔اس بارے میں فرماتے ہیں:

حدیث ۳۹

وَ بِیْ یَدْفَعُ اللّٰہُ عَزَّ وَ جَلَّ الْبَلاءَ عَنْ اَھْلِیْ وَ شِیْعَتِیْ.

اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ میرے خاندان اور میرے شیعوں سے مصیبتوں کو دور کرے گا۔



اھل ارض کے لئے امان

زمین پر رہنے والے امامؑ کے بغیر امن وسکون کی زندگی گزار نہیں سکتے۔

حدیث ۴۰

...وَ اِنِّیْ لَاَمَانٌ لِاَھْلِ الْاَرْضِ...

میں یقیناً اہل زمین کے لئے امان ہوں۔

ماخذ

بحارالانوار	تفسیر امام عسکریؑ	احقاق الحق
الغدیر	وقایع الایام خیابانی	نہج الحیاۃ
امالی شیخ صدوق	سفینۃ البحار	مکارم اخلاق
اصول کافی	تحف العقول	عیون اخبار الرضا
ارشاد القلوب	ذم الھویٰ	جامع السعادات
مجموعہ ورام	مناقب ابن شہر آشوب	کنز العمال
مسند احمد	کتاب ابن ماجہ	کتاب عوالم
طبقات الکبری	المناقب	ملحقات احقاق الحق
مستدرک الوسائل	کشف الغمۃ	تفسیر برہان
اثنیٰ عشریہ	جامع الاخبار	وافی ۔ باب فضل الصدقۃ السر
وسائل الشیعہ	معانی الاخبار	غایۃ المرام فی رجال البخاری

عَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰہِ:

وَ اللّٰہِ لَنُحِبُّکُمْ اَنْ تَقُوْلُوا اِذَا قُلْنَا وَ تَصْمِتُوا اِذَا صَمِتْنَا

وَ نَحْنُ فِیْمَا بَیْنَکُمْ وَ بَیْنَ اللّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ

مَا جَعَلَ اللّٰہُ لِاَحَدٍ خَیْراً فِیْ خِلَافِ اَمْرِنَا.

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

خدا کی قسم ہم یہ پسند کرتے ہیں کہ تم اس وقت بولو جب ہم بولیں اور تم اس وقت خاموش رہو جب ہم خاموش رہیں۔

اور ہم تمہارے اور خدائے عزوجل کے درمیان (واسطہ) ہیں۔

اللہ نے ہمارے حکم کی مخالفت میں کسی کے لئے کوئی خوبی نہیں رکھی۔

پیشکش

مرکزِ علم و عمل کراچی

سوسائٹی ناظم آباد کراچی فون 92-21-6622656